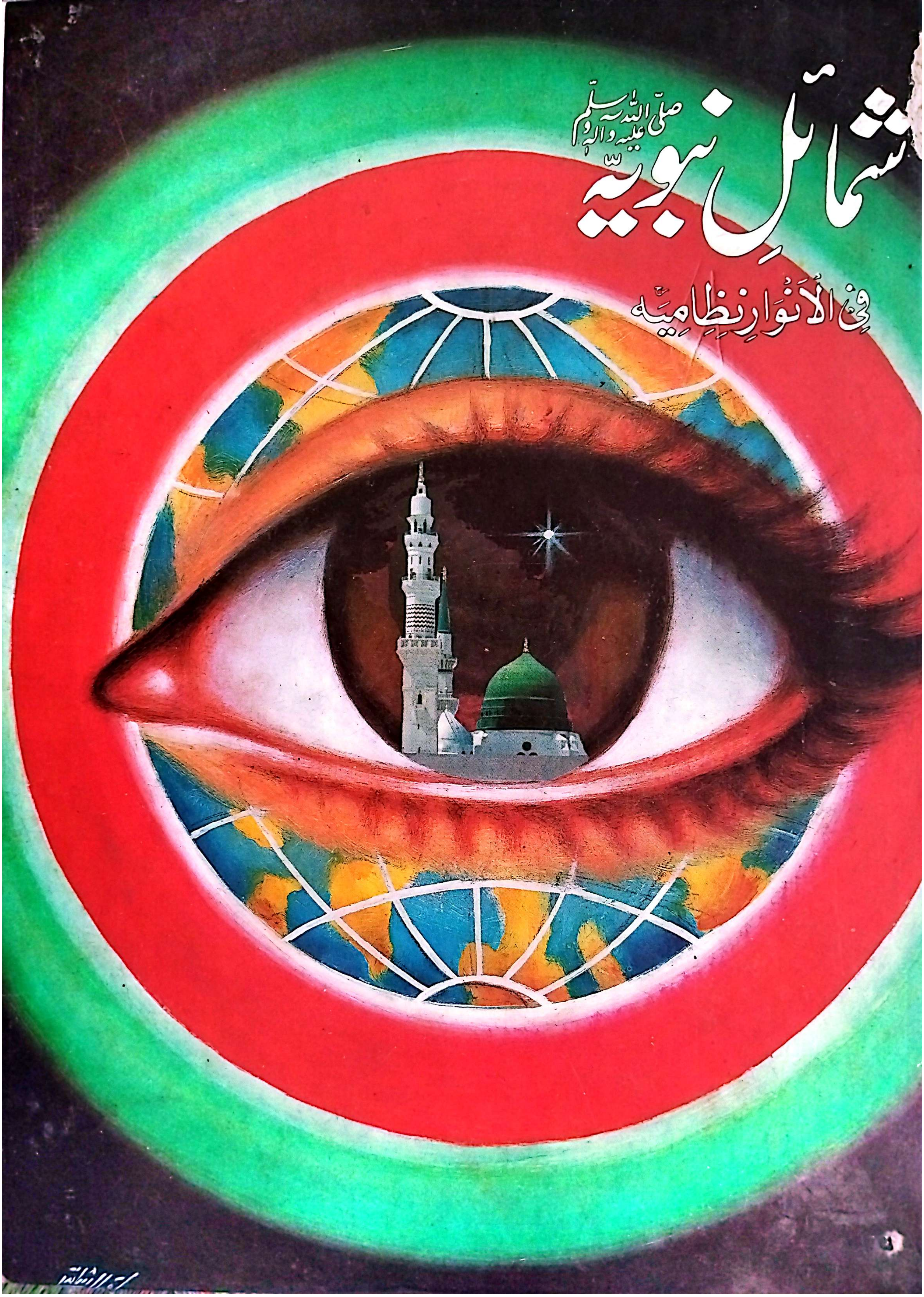
شمائلِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فی الانوارِ نظامیہ





بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مجھے ہے حکم اذاں

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

شمائل نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فی الانوار نظامیہ

تاثرات و واردات

مولانا محمد حسن نظامی

خطیب جامع مسجد (کچہری) ڈیرہ اسمٰعیل خان

نام کتاب	شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ"
بار اول	۱۹۹۸ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	اوشین پرنٹرز ڈیرہ اسمٰعیل خان
کمپوزنگ	ملک سجاد احمد مون کمپیوٹرز ڈیرہ اسمٰعیل خان
ملنے کا پتہ	فرینڈز ٹریڈرز مسعود مارکیٹ ڈیرہ اسمٰعیل خان

ناشر

مولانا محمد حسن نظامی خطیب جامع مسجد کچہری

ڈیرہ اسمٰعیل خان (صوبہ سرحد)

باب نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
	یہ باب رسول اکرم ﷺ کے تکیہ مبارک کے بیان میں ہے۔	
23	باب ماجاء فی اتکاء رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے صحابہؓ پر ٹیک لگانے کے بیان میں ہے۔	163
24	باب ماجاء فی صفتہ اکل رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول اکرم ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کے بیان میں ہے۔	166
25	باب ماجاء فی صفتہ خبز رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روٹی کے بیان میں ہے۔	172
26	باب ماجاء فی صفتہ ادام رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالن کے بیان میں ہے۔	179
27	باب ماجاء فی صفتہ وضوء رسول ﷺ عند الطعام یہ باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کے وقت وضو کرنے کے بیان میں ہے۔	204
28	باب ماجاء فی قول رسول اللہ ﷺ قبل الطعام وبعد مایفرغ منہ یہ باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کے بیان میں ہے جو کہ کھانا کھانے سے قبل یا بعد میں پڑھا کرتے تھے۔	207
29	باب ماجاء فی قدح رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول مقبول ﷺ کے پیالہ مبارک کے بیان میں ہے۔	213
30	باب ماجاء فی صفتہ فاکھتہ رسول اللہ ﷺ یہ باب رسول اکرم ﷺ کے پھل تناول فرمانے کے بیان میں ہے۔	215

باب نمبر	مضامین	صفحہ نمبر

هُوَ الحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ

وَالفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمِ

☆ نعت رسول مقبول ﷺ ☆

آئینہ کونین کا جوہر تری سیرت
پیشانی دارین کا جھومر تری سیرت

دلداری و غم خواری و شفقت ترا کردار
فیض اتم و خیر سراسر تری سیرت

سورج کی طرح اونچا رہے گا علم اس کا
جس قوم کا ہے نجم مقدر تری سیرت

تہذیب و ترقی کی چکا چوند کے باوصف
کم حسن نہیں بال برابر تری سیرت

ترتیب دیا ضابطہ زندگی اپنا
اغیار نے بھی سامنے رکھ کر تری سیرت

ہر دور کا غواص گہریاب ہے اس سے
اسرار و معارف کا سمندر تری سیرت

ہے جلوہ گر اس میں تری شخصیت اعلیٰ
قرآن مبیں ہے مرے سرورؐ تری سیرت

کردار کی اخلاق کی عظمت تری سیرت
مجموعہ ہر خیر و سعادت تری سیرت

تابندہ و پائندہ حقیقت تری سیرت
ناقابل تردید صداقت تری سیرت

ہر دور کا رہبر ہے تیرا اسوہ کامل
ہر عہد کا منشور ہدایت تری سیرت

صد گونہ محاسن ترے پیکر میں کئے جمع
اظہار خوش اسلوبی قدرت تری سیرت

تقلید بشر کیلئے ہر جہت سے کامل
بس ایک نمونہ تری سیرت تری سیرت

رزم حق و باطل میں سالار عساکر
ثابت قدمی ، جہد و عزیمت تری سیرت

تو حلقہ احباب میں اک مرشد و ناصح
ہر رنگ میں معیار قیادت تری سیرت

وہ قوم کا خادم ہے جو ہے قوم کا سردار
آئینہ آئین ریاست تری سیرت

آقا ، سفر زیست میں تنہا نہیں طارق
ہر گام پہ ہے یاور و رہبر تری سیرت

(طارق سلطان پوری)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحم والا ہے

يَا حَبِيْبَ الْإِلٰهِ خُذْ بِيَدِيْ اے اللہ کے محبوب ﷺ میری دستگیری فرمائیے !	مَا لِعَجْزِيْ سِوَاكَ مُسْتَنَدِيْ آپ ﷺ کے سوا اس عاجز کا کوئی سہارا نہیں
كُنْ رَحِيْمًا لِزَلَّتِيْ وَاشْفَعْ میری لغزش پر رحم فرمائیں اے خلقِ خدا کے شافع ﷺ	يَا شَفِيْعَ الْوَرٰى إِلَى الصَّمَدِ اللہ تعالیٰ سے میری شفاعت فرمائیے
اِعْتِصَامِيْ سِوَا جَنَابِكَ لَا آپ ﷺ کی بارگاہ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں	لَيْسَ يَا سَيِّدِيْ إِلَى الْأَحَدِ کوئی بھی سہارا نہیں ہے آپ ﷺ کے سوا
غَيْرُ عُرْوَاكَ لَيْسَ فِي الدَّارَيْنِ آپ ﷺ کے سوا دونوں جہانوں میں	لِعَلِيْلٍ ذَلِيْلٍ مُعْتَمَدِ اس بیمار کمزور کا کوئی مددگار نہیں
صَلَوَاتِيْ عَلَيْكَ فِي الْمَلَوَيْنِ صبح و شام آپ ﷺ پر میرے درود و سلام ہوں	كَانَ مُتَجَاوِزًا عَنِ الْعَدَدِ جو حد و شمار سے زیادہ ہوں
وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ طُرًّا اور آپ ﷺ کی اہل و آل پر	وَعَلٰى آلِهٖ إِلَى الْأَبَدِ ہمیشہ درود و سلام ہوں
وَعَلَى الصَّحْبِ كُلِّهِمْ صَلَوٰةٌ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلام	هُمْ نُجُوْمُ الْهُدٰى وَالرَّشَدِ جو رشد و ہدایت کے ستارے ہیں
وَعَلَى التَّابِعِيْنَ هُمْ كَانُوْا اور تابعین پر بھی جو !	لِخِيَامِ السَّدَادِ كَالْوَتَدِ خیموں کے لیے میخ کا کام دیتے ہیں
اِسْتَغِيْثُوْا لِعَاجِزٍ مُضْطَرٍ اس عاجز و مجبور کی داد رسی فرمائیے	شَمِّرُوْا أَذْيَالَكُمْ إِلَى الْمَدَدِ میری مدد کے لیے پوری تیاری فرمائیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات وواردات نعت شریف

۱) اے رب کریم رؤف و رحیم کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا ہاتھ تھامئے۔ کیونکہ مجھ جیسے خطاوار اور سیاہ کار، عاجز و لاچار، کمزور و بے بس، گناہوں میں لت پت اور گرے پڑے انسان کو آپؐ کے در رحمت کے سوا کہیں بھی پناہ نہیں مل سکتی۔ میرا دامن گناہوں سے آلودہ اور داغدار ہے اور میں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ میرا آپؐ کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام مبین میں سندا" حکم فرمایا ہے

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اور جو کچھ تمہیں رسولؐ عطا فرمائیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔" (حشر، ۷)

۲) اے رحمت للعالمین سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اپنے خصوصی لطف و کرم اور بخشش و عطا سے میری ہر لغزش، گناہ اور خطا پر رحم فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میری شفاعت فرمائیں کیونکہ آپؐ شفیع المذنبین ہیں۔ یوم محشر جب ہر سو قیامت بپا ہو گی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ و امانوالہ و عزبرہانہ و عزاسمہ کی صفت جلالی و قہاری کے سامنے ہر کوئی تھر تھر کانپ رہا ہو گا تو اس وقت بھی آپؐ ہی دستگیری فرمائیں گے کیونکہ رب تعالیٰ جل جلالہ نے مقام محمود کی بے مثل و بے مثیل شان و رفعت بھی آپؐ ہی کے لئے مختص فرمائی ہے۔ ایسے نفسا نفسی کے عالم میں ہم گناہگار و خطاکار اور روسیاہ آپؐ کے دامن شفاعت کو تھامیں گے کیونکہ اس روز آپؐ کے سوا کوئی بھی جائے پناہ نہیں ہو گی۔

القرآن

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

"قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں" (بنی اسرائیل، ۷۹)

۳) اے انبیاء علیہم السلام کے سردار و امام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! خداوند بزرگ و برتر نے آپؐ کی ذات گرامی ہی کو مقام اعتصام کی بلندی عنایت فرمائی ہے۔ اتنی عظیم، اعلیٰ و ارفع اور بلند و بالا شان والے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپؐ ہی کو صدا دے رہے ہیں ہماری مدد فرمائیں اور ہمیں

سہارا دیں۔ کیونکہ دو جہانوں میں ہمارا آپؐ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔

۴) اے ختم رسل تاجدار انبیاءؑ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رب کبیر نے آپؐ کو عرواک کی سروری و سرداری سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم آپؐ کے امتی اپنے گناہوں، کوتاہیوں، بے عملیوں اور جہالت کی وجہ سے ذلت و رسوائی کی گہرائیوں میں پڑے ہیں اور آپؐ کی نگاہ لطف و کرم کے محتاج ہیں۔ یقین ہے کہ آپؐ ہم جیسے گناہوں سے نڈھال بیماروں اور روسیاہوں کی مدد فرمائیں گے اور ہماری بگڑی بنائیں گے کیونکہ آپؐ کے در اقدس کے سوا دکھ درد کے ماروں کو کہیں بھی اماں نہیں مل سکتی اور دو جہانوں میں اس عاجز و لاچار اور بیمار و ناتواں کا آپؐ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۵) اے محبوب کبریا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خالق ارض و سما آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور آپؐ کی بارگاہ اقدس و عالیہ میں لاتعداد فرشتے ہمہ وقت درود و سلام کے گجرے پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ میں تو خاک کا ایک ذرہ ناتواں ہوں مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ آپؐ کی ذات اقدس پر درود و سلام پڑھنے کا حق ادا کر سکوں۔ یقیناً میں عاجز و حقیر ہوں۔ اے راحت انس و جاں ﷺ! آپؐ کی رحمت بے پایاں کے فیض عام کے طفیل میں حقیر و پر تقصیر بھی آپؐ پر شام و سحر بے شمار درود و سلام بھیجنے کے شرف سے مشرف ہوتا ہوں۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجو۔" (احزاب، ۵۶)

۶) اے رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ کی اہل و آل پر ہمارے لاکھوں سلام ہوں۔ اہل بیت سے مراد پنجتن پاکؑ ہیں جو مقدس و مطہر خون ابراہیمؑ و اسماعیلؑ میں سے ہیں۔ آلؐ سے مراد اولیائے کرامؒ ہیں جو آپؐ کی معنوی اولاد ہیں۔ اسی وظیفے میں ہماری آخرت سنورنے کا راز ہے۔

۷) اے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے لاکھوں سلام ہوں آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر جو آسمان قرآن کے درخشندہ و تابندہ ستارے اور شمع رسالت مآبؐ کے پروانے ہیں۔ صراط مستقیم کے راہی تاقیامت اس مکرم و مقدس جماعت کے نقش قدم پر چل کر عزت و فلاح اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار

ہوتے رہیں گے۔

۸) ہمارے سلام ہوں ان خوش نصیبوں پر جنہیں صحابہ کرامؓ کی زیارت جیسی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی اور جو صحابہ کرامؓ کی ہدایت، حسن عمل اور نقش قدم پر چلے۔ وہ امت مسلمہ کے لئے نہ صرف سائبان ہیں بلکہ جسمانی و روحانی راحت و سکون کے لئے میخوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نفوس قدسیہ امت مسلمہ کی طاقت و مضبوطی کا سرچشمہ ہیں۔ ان کے وجود مسعود سے دین متین کی عظمت و فضیلت اور شان و شوکت قائم ہے۔

۹) اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ دکھ درد کے مارے، پریشاں حال و بدحال اور خطاکار و زیاں کار کی داد رسی فرمائیں اور میری امداد فرمائیں۔ کیونکہ آپؐ تو پیکر وفا اور سراپا بخشش و عطا ہیں۔ جبکہ میں حقیر و ناچیز سراپا خطا اور بروں سے برا ہوں۔ میرے ان گنت گناہ آپؐ کی کالی کملی کے سوا کہیں نہیں چھپ سکتے۔ اور آپؐ کے در رحمت کے سوا مجھے کہیں بھی اماں نہیں مل سکتی۔ میں تہی دامن، چاک دل، چاک جگر اپنی گناہوں سے آلودہ اور تار تار جھولی پھیلائے آپؐ کے در اقدس پر فریاد لئے حاضر ہوں میری امداد فرمائیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمؒ بے چارے کا کوئی حامئی کار

نوٹ:۔

متذکرہ بالا عربی نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محبوب رحیمؒ "سلیمانی" "چشتی" کی نہایت ہی پسندیدہ نعت مبارک تھی۔ یہ نعت شریف آپؒ کے ایک خاص خادم مسمی/منشی میاں محمد عبداللہ جو ہمہ وقت آپؒ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے کے پاس محفوظ رہی اور ان کے بڑے بیٹے جناب ڈاکٹر عنایت اللہ خان بلوچ کے ذریعے مجھ تک پہنچی۔ راقم نے اس تحفہ نایاب کو شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" میں رقم کرنا ضروری سمجھا تاکہ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پڑھ کر لذت محسوس کریں اور اپنے قلوب کو منور کریں۔ عربی نعت شریف کا جو مفہوم اس عاجز کی سمجھ و فہم میں آیا لکھنے کی جسارت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔ آمین

منشی صاحب کے بیٹے ڈاکٹر عنایت اللہ خان کا خط کتاب کے آخر میں درج کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو

انتساب

ان نفوس قدسیہ کے نام

جو عالم اسلام کی موجودہ بدحالی، خستہ حالی، انحطاط و انشقاق اور زوال کا دکھ درد اور سوز و گداز اپنے قلوب میں محسوس کرتے ہیں اور

اس اندوہناک غم میں نم دیدہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں۔

پیش لفظ

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوب ﷺ کی صورت و سیرت مبارکہ کے ہر ہر گوشے کو احادیث مبارکہ کے ذریعے محفوظ فرمایا ہے۔ احادیث مبارکہ کے انمول ذخیرہ کتب میں سے یہاں ایک نایاب کتاب کا ذکر کر رہا ہوں جس کا نام نامی اسم گرامی "الشمائل النبویہ لامام الھمام الحافظ المتقن ابی عیسیٰ بن محمد بن سورہ الترمذی المشھور بشمائل ترمذی" ہے۔ اس کتاب مبارکہ کا اردو ترجمہ محدث فقیر محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی پشاوری کی معروف تالیف "انوار غوثیہ" (اشاعت اول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء) سے من و عن "شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" میں نقل کیا گیا ہے۔

احادیث شریف کے عربی متن اور اسماء الرجال کو از خود اس لئے رقم نہیں کیا گیا کیونکہ ہماری اکثریت عربی پڑھنے کی استعداد نہیں رکھتی اور ہمیں عربی کی سمجھ بوجھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مذہبی کتاب ہمارے زیر نگاہ ہو تو ہماری نظر فوراً ترجمہ پر جاتی ہے۔ اسی کمزوری اور ضعف کے پیش نظر صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے اور یہ ترجمہ شریف ایسی مستند اور معروف شخصیت نے کیا ہے کہ جو نہ صرف محدث و محقق، عابد و زاہد، جواد و سخی، حلیم و کریم، متقی و پرہیزگار اور صاحب سلسلہ (قادری) بزرگ ہیں بلکہ آل رسول ﷺ بھی ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ پاکستان کی ایک ممتاز شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کو اس تالیف مبارکہ کا افتتاحیہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ راقم کے نزدیک اس ترجمہ مبارک سے زیادہ مستند ترجمہ اور کوئی نہیں۔ بقول غالب

ہوا عبیر فشاں است و ابر گوہر باد
جلوس گل بہ سریر چمن مبارک باد

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری فضا رسول کائنات ﷺ کے پسینہ مبارک کی بے مثل خوشبو سے معطر ہے۔ اور آپؐ کے پسینہ کی بوندیں موتیوں کی طرح جھلمل جھلمل کر رہی ہیں۔ وہ قلوب یقیناً مبارک کے مستحق ہیں جو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے معمور ہیں کیونکہ وہ ان دائمی موتیوں کے نور سے مستنیر ہیں جو دلوں کو جلا بخشتا ہے اور جس سے ساری کائنات روشن ہے۔

اس ترجمہ مبارک کی مہک کا جہاں تک رحمت للعالمین ﷺ کی بارگاہ عالیہ تک رسائی کا تعلق ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ فضا رحمت سے معمور و لبریز ہے اور ابر رحمت کے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے نایاب ہیروں اور نگینوں نے ساری فضاء رحمت کو نورانی بنا دیا ہے جو "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" کے مصداق ہے

ترجمہ شریف کے اس دلکش نقش کو قاری حضرات بھی اپنے پیش نظر رکھیں۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حب رسول ﷺ کے متلاشی اس نقش پاک کو قلب و نظر میں رکھ کر صراط مستقیم (راہ سنت) پر ساری زندگی رواں دواں رہیں۔

جس طرح سرور سروراں راحت انس و جاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات نے ساری کائنات کو اپنی رحمت کے دائرے میں گھیر رکھا ہے اسی طرح محسن انسانیت حضور رسول ثقلین ﷺ کی احادیث مبارکہ کا انمول خزینہ بھی ہر ہر انسان اور ہر ہر عہد کیلئے مشعل راہ ہے اور انسان کی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کافی شافی ہے۔

کبھی تیری شریعت کی ضرورت کم نہیں ہو گی
جہاں میں آدمیت کے تقاضے ایک جیسے ہیں

احادیث مبارکہ کے اس بحر بیکراں سے راقم نے شمائل ترمذی شریف پر "شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہؒ" کے نام سے اپنی بصیرت و بصارت کے مطابق تاثرات و واردات لکھنے کی حتی المقدور سعی اور کوشش کی ہے۔ بصیرت و بصارت کے لفظ سے یہ ہرگز مراد نہ لی جائے کہ میں کوئی مفسر یا محدث ہوں۔ میں تو صرف ایک عام سا انسان ہوں ناکارہ، بے بس و بے کس اور کچھ نہ جاننے والا۔

کہاں شرح ترمذی شریف اور کہاں یہ فقیر لاشئی، کہاں محدث اور کہاں یہ خاک پائے محدثین۔ بس اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پایاں رحمت اور اپنے پیرو مرشد خواجہ ملت والدین حضرت غلام نظام الدین تونسوی محمودیؒ سلیمانیؒ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ لطف و کرم اور فیض خاص کی بدولت نہایت ہی لرزتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا و التجا عرض کرتے ہوئے اور ادب و تعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے ترمذی شریف کے متن پاک سے تاثرات و واردات لکھنے کی

جسارت کی ہے خداوند قدوس اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آیند جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

شمائل شریف کی اس نایات کتاب "انوار غوثیہ" کو راقم کم و بیش بیس سال تک بار بار پڑھتا رہا اور جو تاثرات و واردات میرے دل پر وارد ہوئے انہیں شب جمعہ کے دروس میں بیان کرتا رہا۔ دوست احباب انہیں باقاعدگی سے لکھتے رہے اور اس کی روشنی دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ کمزوری صحت کے باعث صرف تاثرات و واردات لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ قاری حضرات سے درخواست ہے کہ انہیں پڑھ کر میرے لئے دعا کریں کہ خداوندقدوس اسے اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اس ادنیٰ ترین کوشش کو میرے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین

مولانا محمد حسن نظامی
خطیب جامع مسجد کچہری
ڈیرہ اسمٰعیل خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ مقدمہ ☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ عصر حاضر اپنی تمام تر مادی ترقیوں اور علمی ' سائنسی و تحقیقی کامیابیوں کے باوجود ایک پر فتن دور ہے جو ہر طرف سے آزمائش و ابتلاء ' مصائب و آلام ' افراتفری اور اضطراب و انتشار کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے ۔ ایک طرف مادیت پرستی کے عفریت نے اپنے مسموم و مہلک اثرات سے انسانی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے تو دوسری طرف جبر و استبداد ' استحصال و ناانصافی اور مسابقت و توسیع پسندی کی یلغار پوری دنیا کو تہہ و بالا کرنے کے درپے ہے ۔ عقائد و نظریات کو اختلافات اور تضادات میں الجھانے کے گھناؤنے منصوبے و حربے زوروں پر ہیں ۔ توہمات و بدعات کے تارعنکبوت نے اپنے مکروہ جال پھیلائے ہوئے ہیں اور انسانی و اخلاقی اقدار و روایات کی بنیادیں شکست و ریخت کے عمل سے دوچار ہیں ۔ آئے دن نئے تصورات و نظریات جنم لے رہے ہیں جن کو دلکش و دلفریب معنی پہنا کر انسانی ذہنوں کو ماؤف و مفلوج کیا جا رہا ہے ۔ حال کی مرعوب کن رنگینیوں نے انسانی زندگی کو اپنے دام فریب میں مبتلا کر رکھا ہے اور مستقبل کے سنہرے خوابوں کی تعبیروں نے بے عملی سے دوچار کر دیا ہے ۔ غرض مادیت کی اندھی تقلید اور اغیار کی ترغیب و تحریف کی یلغار نے انسانی معاشرے کو گھمبیر اور پیچیدہ مسائل کی آماجگاہ بنا دیا ہے جس سے انسانیت انتشار اور مایوسی کا شکار ہو کر رہ گئی ہے ۔

ان درپیش حالات و واقعات کی سنگینی جہاں پوری انسانیت کے لئے بہت بڑا المیہ ہے وہاں امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے ۔ اس صورت حال نے ہمیں اپنے آپ سے یہ سوالات کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ آخر ہم کب تک اپنے عظیم مقصد حیات اور منبع رشد و ہدایت سے دور ہٹ کر تاریک راہوں میں یونہی بھٹکتے رہیں گے ؟ ہم کب تک مادیت اور جدیدیت کی بھول بھلیوں اور دلفریبیوں میں پھنس کر یونہی منتشر رہیں گے اور کب تک دنیائے انسانیت کی رہنمائی و قیادت کرنے والی

امت اغیار کی دست نگر بن کر بے عملی کا شکار بنی رہے گی؟

یقیناً یہ سوالات ہمیں اس وقت دعوت فکر و عمل دے رہے ہیں کہ ہم اس منبع نور و ہدایت کی طرف رجوع کریں جو مقصد آفرینش ہے اور پوری انسانیت کا گوہر مطلوب ہے۔ ہمیشہ مایوسی کی ظلمتوں سے ہی نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اور رجائیت اور عمل کا پیش خیمہ بنتی ہیں۔ جب بھی انسانیت کو امتداد زمانہ کے ہاتھوں مایوسی کے اندھیروں کا سامنا ہوا ہے قدرت نے نور ہدایت کی راہیں کشادہ کر کے صرف ان کو نئی زندگی سے ہمکنار کیا ہے جنہوں نے اس عظیم گوہر مطلوب سے رہنمائی اور روشنی پا کر اسکا اتباع کیا ہے۔ آج بھی یہ نور ہدایت پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ زمانہ چاہے ہزار کروٹیں بدلے اور لاکھ ترقی کرے اس منبع انسانیت کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ حضور کائنات مغفر موجودات رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کی اتباع زمان و مکان سے مقید نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک طریقے اور مطہرہ سنتوں پر عمل کر کے زندگی کے ہر لمحہ میں روشنی و رہنمائی حاصل کرنا وقت کا اولین اور اہم ترین تقاضا ہے۔ اس وقت پوری امت مسلمہ کے اندر اجتماعی روح بیدار کر کے تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کو ایک مرکز پر مجتمع و مرکوز کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ عقائد و نظریات کی حفاظت، اصلاح و تربیت اور صحیح راستے کی طرف مسلسل رہنمائی و نگرانی سے ہی انسانیت اور معاشرے کو عصر جدید کے فتنوں اور آلائشوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ نور معرفت اور روحانیت کی شعاعوں سے ہی مادیت کی چکاچوند رنگینیوں کو معدوم کیا جا سکتا ہے۔ روحانیت کے وہ ابدی رشتے جس سے انسانی زندگی اور معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور ان سے وہی علم و آگہی کی روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ روحانیت کے ان رشتوں کی تجدید و ترویج اور آبیاری کے لئے ایک جہد مسلسل کی ضرورت ہے جس کے لئے ان تمام توانائیوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہو گا جو قدرت نے اپنے نیک بندوں کو ودیعت کی ہیں۔ ہر دور اور زمانے میں ایسے نیک سیرت اکابر اور بزرگان دین نے آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ پر ہر ہر پہلو سے سلسلہ ہائے تصنیف لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اسی کو اپنے لئے وسیلہ قرب الٰہی اور نجات اخروی قرار دیا ہے۔

موجودہ دور میں بھی ایسے علماء کرام اور بزرگان دین کی کمی نہیں جو اپنی بساط کے مطابق اس منبع رشد و ہدایت کی تعلیمات مبارکہ اور سیرت مقدسہ کی ترویج و اشاعت کی مساعی جمیلہ میں پورے

اخلاص اور محبت و عظمت کے آداب کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ یہاں اس وقت سیرت مطہرہ پر ایک نئی کتاب "شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" کا ذکر مقصود ہے جو محترم مولانا محمد حسن نظامی دامت برکاتہم نے تصنیف کر کے عظیم سعادت حاصل کی ہے۔ اگرچہ یہ بندہ ناچیز اپنی تہی دامنی اور بے بضاعتی کی بنا پر اپنے آپکو اس کا قطعاً" اہل نہیں سمجھتا کہ اس مقدس موضوع پر ان کی کتاب پر اپنی واردات قلب بیان کروں لیکن محض حضرت مولانا صاحب کی خواہش اور حکم کی تعمیل میں اپنی بساط سے کچھ عرض کرنے کی لرزہ بہ اندام جرات و ہمت کر رہا ہوں۔ یہ ان کی انتہائی شفقت اور محبت کا ثبوت ہے جس کو یہ بندہ سیاہ کار صرف اللہ کے نیک بندوں سے محبت کرنے والوں کی گرد راہ بننے کا بہانہ سمجھتا ہے۔

حضرت مولانا موصوف ان اہل دل اور باکمال حضرات میں سے ہیں جو اس دور میں اپنے اسلاف کی محبت اور عظمت کو سینے سے لگائے اپنے دائرہ کار میں پورے اخلاص کے ساتھ روحانیت کے چشموں کی آبیاری میں مصروف نظر آتے ہیں۔ آپ درحقیقت میرے والد بزرگوار محترم عبدالرحمٰن نظامی مرحوم مغفور کے ان دیرینہ اور مخلص دوستوں اور پیر بھائیوں میں اہم مقام رکھتے ہیں جنکی روحانی رفاقت وقت اور فاصلوں کی محتاج نہیں ہوا کرتی۔ آپ کی طویل رفاقت خواجہ ملت والدین حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسویؒ کے حسین و دلربا چہرہ انور کے حسین تاثرات کے اس روحانی چشمے کی مرہون منت ہے جنکی شعاعوں کو میں نے بچپن کے ایام سے لے کر اب تک اپنے قلب کی گہرائیوں میں سرائیت کرتے ہوئے محسوس کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف لطیف "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" اس سلسلے کی پہلی کڑی تھی جو اپنے منفرد اسلوب نگارش کی بدولت حضرت خواجہ ملتؒ اور مشائخ تونسہ شریف کے ساتھ ساتھ اسرار نبوتؐ پر مسبوط دستاویز کے طور پر منظر عام پر آئی۔ اس کی ایک جلد جونہی میرے سامنے آئی میں نے اسے ایسے پڑھا جیسے پیاسا پانی پیتا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف حلقہ نظامیہؒ کے احباب میں مقبول ہوئی بلکہ تمام علماء و خواص میں بھی اسے بے حد سراہا گیا۔ اسی کتاب کے اندر مولانا موصوف نے میرے والد بزرگوار کا ذکر خیر کچھ ایسے دردمندانہ انداز میں کیا کہ جس سے ان کی اپنے پیر بھائی سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے ہر ہر حرف سے محبت کی بو آتی ہے۔ یہی بنیادی وجہ ہے جس نے مجھے "شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" جیسی مقدس کتاب جو مولانا ممدوح نے تالیف کی ہے پر کچھ لکھنے پر مجبور کیا۔ آپ کی پہلی کتاب یقیناً انوار نظامیہؒ کے روحانی رشتوں کی ابتداء سے متعلق تھی جبکہ زیر نظر کتاب اس منبع نور و معرفت کی انتہاؤں سے عبارت ہے جو مقصد آفرینش، باعث تخلیق انسانیت

اور وجہ ظہور کائنات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جملہ محاسن و کمالات، فضائل صفات کے ساتھ نواز کر حضور انور ﷺ کو خاتم النبیین کے مقام ارفع پر سرفراز فرمایا اور آپؐ کو پوری مخلوق اور انسانیت کے لئے ہادی و مقتدا بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ہدایت و نجات و فلاح دارین کا مدار قرار فرما دیا۔ آپؐ اپنی ذات و صفات اور محاسن و کمالات میں جامعیت کبریٰ کے اس مقام فائق پر فائز ہیں جس سے آگے کمال اور رفعت کی حد باقی نہیں رہتی۔ آپؐ ہی کی ذات و صفات، اقوال و افعال، عادات و اطوار، اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب کا موجب و وسیلہ ہیں اور آپؐ کے مبارک طریقوں میں ہی دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اور خوبیاں مضمر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

"کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تاکہ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے" (آل عمران، ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے درمیان رکھا اور اسکو اپنی محبت اور اپنے رسول پاک ﷺ کی محبت کا معیار اور اسکی علامت قرار دیا۔ یعنی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے اور جسکو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔ جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور مقرب ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عظمت اور تعظیم و توقیر پر سارے دین اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ اس لئے آپؐ کی محبت ایمان کے لئے لازمی ہے اس کے بغیر ایمان نہیں۔ یعنی اسکو صرف کمال ایمان کے لئے ہی نہیں بلکہ نفس ایمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ہر مومن میں محبت رسول اللہ ﷺ کا ہونا شرعاً" واجب ہے۔

ایک حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ جو اسکے تمام اہل و عیال اور ہر شئی سے بڑھ کر ہو۔ اس طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

"جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا"

پس حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا سب سے زیادہ اور غالب ہونا مطلوب شرعی اور واجب ہے۔ اسکا مقتضا یہ ہے کہ آپؐ کے اوصاف جمیلہ ' خصائل حمیدہ اور کمالات ممیزہ کو نہ صرف خوب خوب بیان کیا جائے اور آپؐ پر درود اور ذکر کی کثرت کو تمام وظائف کا وظیفہ اور حرز جاں بنایا جائے بلکہ آپؐ کی سیرت پاک ' سنت مطہرہ ' اقوال و افعال ' عادات و اخلاق اور مرغوبات کا اتباع بھی اسی کمال محبت سے کیا جائے تاکہ بندہ قرب الٰہی کا موجب و سبب بن جائے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ" (توبہ ' ۲۴)

اس لحاظ سے شمائل و خصائل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مولانا موصوف کی زیر نظر کتاب سیرت مقدسہ ' اسوہ حسنہ اور سنت مطہرہ پر متعدد تصانیف اور انمول ذخیروں میں ایک گراں قدر اضافہ اور موجودہ وقت کے ایک اہم تقاضے کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمال محاسن و اوصاف ' حسن و جمال ' کردار و گفتار ' فضائل و کمالات ' عادات و اخلاق ' اقوال و اعمال اور روزمرہ زندگی کے ہر ہر پہلو سے متعلق پاکیزہ سنتوں کی تفصیل کو تاثرات و واردات قلبی کے ساتھ عشق و محبت ' ادب و احترام اور عظمت و توقیر کے تمام تر تقاضوں کے تحت اس پر اثر اور منفرد طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ جس سے عشق و محبت اور شوق و تڑپ سے مہمیز پا کر ہر کس و ناکس آپؐ کی ہر ہر ادا اور سنت مبارکہ کے اتباع کی توفیق الٰہی سے سرفراز ہو کر متمتع اور مستفید ہو سکتا ہے۔ اور یہی اصل منشا و مدعا ہے اور اسی میں دین و دنیا کی فلاح ' نجات اور کامرانیاں مضمر ہیں۔

موجودہ تصنیف کی ترتیب کو سہل ترین اور اثر آفرین بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا مقدس اور حلیہ مبارک سے لے کر آپؐ کی حیات پاک کے ہر ہر عمل اور اقوال و اطوار کو ۵۶ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جس سے چوبیس گھنٹے کی روزمرہ زندگی کی تمام پاکیزہ و مطہرہ سنتیں زندہ جاوید

ہو کر راہ عمل کشادہ وا کئے ترو تازہ اور تابندہ ہو گئی ہیں ۔ یہ ہر فرد یعنی چھوٹے بڑے ' مرد و عورت ' غریب و امیر ' حاکم و محکوم ' عام و خاص اور ہر نوجوان و معمر کے لئے سرمایہ افتخار اور ذخیرہ حیات ثابت ہوں گی کہ وہ اپنی زندگیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور تمام سنتوں کے سانچے میں ڈھال کر تمام نعمتوں ' برکتوں اور رحمتوں سے ہمکنار ہو سکے گا ۔

مولانا محمد حسن نظامی صاحب اس سعادت عظمیٰ حاصل کرنے پر دلی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم اور نازک ترین کام کا بیڑا اٹھا کر امت مسلمہ کے لئے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اپنے بندوں کو اس سے کماحقہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور حقیقی اتباع کے عام ہونے کا نافع اور مقبول ذریعہ بنائے اور پوری انسانیت کے لئے نور و معرفت کا مینار بنائے جس کی ضیاپاشیوں سے آنے والے لوگ بھی مستفید و متمتع ہوتے رہیں ۔ (آمین)

آخر کار بندہ سیاہ کار لرزتے دل اور نم ناک آنکھوں کے ساتھ اپنی اس ہمت و جرات پر اپنی کوتاہی کی معافی کا خواستگار ہے جو مقدس و مطہر اور عظیم ترین موضوع پر کر کے کی اور جسکا حق ادا کرنے سے قاصر ہے ۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں بندہ ضعیف کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنائے ۔ (آمین)

بندہ سیاہ کار عبدالرؤف ڈیروی
ڈائریکٹر بلدیات (ریٹائرڈ)
گڑھی سدوزئی ڈیرہ اسماعیل خان
۹ ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۸

محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کے تاثرات

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

پروردگار عالم جل جلالہ نے انفس و آفاق میں حضرت انسان کے لئے انواع و اقسام کی جو نعمتیں پیدا فرما رکھی ہیں ان کا حساب و شمار ممکن نہیں لیکن رب تعالیٰ نے ان لاتعداد انعامات واکرامات میں سے کسی ایک کا بھی احسان نہیں جتلایا البتہ اپنی ایک بے مثال و بینظیر اور لاجواب و عظیم ترین نعمت سے جب اپنی مخلوق کو بہرہ مند فرمایا تو بڑے تاکیدی اور فکر انگیز انداز میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران ۱۶۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی احسان فرمایا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔"

یہ ارشاد باری تعالیٰ اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام، سرور عالم وعالمیان، عالم علوم اولین و آخرین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمتہ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس کی طرف امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے تاکہ وہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے غفلت اور بے رغبتی کے ارتکاب سے بچ جائے اپنے افکار ونظریات اور اقوال وافعال کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کو ہی مرکز ومحور بنائے رکھے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں یوں تاکید فرمائی کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

"بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

گویا ملت اسلامیہ کی اصلاح وفلاح، کامیابی وکامرانی اور ہدایت ونجات کا دارومدار پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت پر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور محدثین کرامؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ احادیث شریف میں محفوظ فرما دیا جس سے تاقیامت دنیا رہنمائی حاصل کرتی رہے گی ان برگزیدہ ہستیوں میں صحاح ستہ کے امام حضرت امام ابی عیٰسی بن محمد بن سورہ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق وخلق یعنی صورت وسیرت، حسن وجمال، گفتار و کردار، فضائل ومحاسن اوصاف وکمالات اور عادات واطوار کے بارے میں احادیث مبارکہ کا ایک عمدہ ونفیس مجموعہ "شمائل النبویہ" کے نام سے مرتب فرمایا جس کا اردو ترجمہ و شرح اس فقیر نے "انوار غوثیہ" کے عنوان سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جو تقریباً" بیس سال تک حضرت علامہ ابن علامہ مولانا محمد حسن نظامی خطیب جامع مسجد کچہری ڈیرہ اسماعیل خان کے درس حدیث میں شامل رہی، طلباء اسے تحریر کرتے رہے اور اب "شمائل نبویہ فی الانوار نظامیہ" کی صورت میں قارئین کے سامنے آرہی ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد حسن نظامی صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ حضرت علامہ مولانا غلام حیدر صاحب تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ مرحوم علوم اسلامیہ کے بے بدل عالم تھے، لحن داؤدی میں جب قرآن مجید فرقان حمید کی قرات فرماتے تو سامعین دم بخود ہو جاتے اور بعض حضرات پر وجدانی حالت طاری ہو جاتی، موصوف اس علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہونے کے ساتھ ساتھ دردو سوز کی کیفیات سے بھی بہرہ مند ہیں۔ جو حضرت خواجہ ملت خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی سجادہ نشین قطب الاقطاب حضرت شاہ سلیمان تونسوی اور خواجہ محمود رحیم تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کا ثمرہ ہیں۔ حضرت خواجہ" ملت عشق رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سرشار تھے اور اپنے فیضان نظر سے نظامی صاحب کو خوب خوب نوازا جس کی تجلیات کتاب ہٰذا میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

محترم ومکرم جناب حسن نظامی صاحب نے اپنے وسیع حاصل مطالعہ، عمیق غور وفکر، محبت و عقیدت اور عارفانہ واردات کو بڑے عام فہم طریقے سے آسان اردو زبان میں "تاثرات و واردات" کے عنوانات کے تحت ہر حدیث کے نیچے درج کیا ہے، جس میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور اوصاف وکمالات کی تشریح کے لئے آیات قرآنیہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ جگہ جگہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت اور عقیدت ومحبت سے بھرپور اشعار بھی

نقل کئے گئے ہیں۔ معرفت کے اسرار و رموز پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز عصر حاضر میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی افادیت اور فرمودات رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقانیت کی وضاحت کے لئے سائنسی علوم سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور انگریزی اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔ اس طرح جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لئے بھی اس میں دلچسپی کا عنصر پیدا ہو گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالٰی سے دعا ہے کہ نظامی صاحب کی اس گراں قدر کاوش کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں قبولیت کا شرف عطا فرمائے' امت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے اسے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے تاکہ اس کے مطالعے سے قلوب واذہان منور ہو جائیں' انتشار وافتراق اور گمراہی و ضلالت کے اندھیرے دور ہو جائیں اسے ملت اسلامیہ کے اتفاق واتحاد کا وسیلہ وذریعہ بنا دے نیز بھٹکی ہوئی تمام انسانیت کے لئے اسے مشعل راہ بنا دے تاکہ وہ بھی حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں پناہ حاصل کر کے دردناک عذاب سے بچ جائے۔ آمین وبجاہ نبی الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

۹ ربیع الاول ۱۴۹۱ھ

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی
سجادہ نشین ابوابرکات
سید حسن قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ
یکہ توت پشاور شہر

☆ قریشی احمد نواز سلیم کے تاثرات ☆

جس طرح جناب قریشی احمد نواز سلیم کی شخصیت محکمہ تعلیم صوبہ سرحد میں کسی تعارف کی محتاج نہیں بعینہ ان کی یہ مخصوص صفت بھی ان کے ملنے والے جانتے ہیں کہ جونہی حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ان کے لب پر آتا ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں جو عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی علامت ہے۔

خوش قسمتی سے راقم سے ان کا تعلق دیرینہ ہے۔ کیونکہ موصوف میرے والد بزرگوار کے احباب میں سے ہیں اور تادم تحریر راقم کی علمی اور عملی زندگی سے واقف ہیں۔ دل کے عارضہ میں سخت علیل ہونے کے باوجود ممدوح نے "شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" کو مکمل پڑھا اور راقم کو فون پر فرمایا

"حسن میں نے اس کتاب کو پڑھا۔ پھر آپ کافی دیر روتے رہے پھر فرمایا۔ آپ نہ صرف ڈیرہ کے لئے باعث فخر ہیں بلکہ ہر محب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ پر فخر کریگا۔"

شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" پر آپ کے تاثرات کو من وعن نقل کیا جارہا ہے۔

یہ کتاب کیا ہے...............

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صورت وسیرت طیبہ کا آئینہ ہے۔ اور جہاں تک اسلوب نگارش کا تعلق ہے

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

جب سے ہم نے روایت اور درایت کی قرآنی پرکھ کو ترک کیا ہے تب سے ہماری اسلامی ودینی کتب میں جھوٹے اور غلط راویوں کی روایات نے جگہ لے لی ہے۔ یہ ایک ملی المیہ ہے جس کے بھنور میں پوری ملت اسلامیہ گھر چکی ہے۔

کیونکہ ترمذی شریف (شمائل نبویہؐ) کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مبارکہ سے ہے اس لئے راقم کے نزدیک اس مقدس کتاب پر لکھنے کا حق صرف اسی کو ہے جس کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شمع روشن ہو۔ ممدوح میری درایت ہیں اور ان کی پرنم آنکھیں عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی علامت ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طارق ہاشمی صاحب کے تاثرات

انسان کو شرف انسانیت کا تاج صرف اولاد آدم ہونے کے ناطے سے حاصل ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق پر صرف اسی وجہ سے فضیلت حاصل ہے کہ وہ اولاد آدم ہے قرآن مبین میں رب تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

اے اولاد آدم میں نے تمہیں مکرم بنایا ہے۔

اولاد آدم ہونا نہ صرف تکریم وتوقیر کا باعث ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام واکرام کا آئینہ دار ہے۔ لیکن ملحدین جو منکرین روح ہیں کا عقیدہ ہے کہ انسان صرف مادہ ہے اور روح ایک افسانہ۔ مگر اس کے باوجود بہت سے ملحد مفکرین نے اپنی زندگیوں ہی میں حقیقت روح کو تسلیم کیا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہوئے۔ ان خوش قسمت نفوس کو رب العزت نے ازلا" ایمان کی دولت سے نوازا تھا گو کہ وہ کچھ عرصہ مادیت کے بھنور میں پھنسے رہے اور مادی عقیدہ کی ٹھوکریں کھاتے رہے مگر چونکہ ان کے ایمان لانے کا وقت مقرر تھا اس لئے جونہی وہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر آئے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

ایک مغربی سکالر کیتھلین رین جو اسی قبیل سے لگتی ہیں کے اقتباس سے اپنے موضوع کا آغاز کر رہا ہوں جس میں محترمہ نے ابنیاء علیم السلام کی نورانی و روحانی ہستیوں کا واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے اور اپنے مقالہ "What is Man" میں مذہبیات پر بات کرتے ہوئے اس روحانی عقیدے کو بڑے جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں!

"Whenever the world has fallen into spiritual darkness a new revelation of the divine person has again made known to us our own forgotten reality"

یہ الفاظ ان تمام روحانی انقلابات کا احاطہ کرتے ہیں جو روئے ارض پر انبیاء علیہم السلام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے توسل سے رونما ہوئے۔ ان انقلابات کی تاریخ کا ایک روشن باب آج سے چودہ سو سال قبل خطہ عرب کی وادی مکہ میں کھلتا ہے کہ جب ایک ایسی ہستی مبعوث ہوئی جس نے اعلان نبوت

سے پہلے ہی لوگوں کے دلوں سے صداقت اور امانت کی گواہی لے لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں رب رحیم نے اس ذات کریم کی سیرت طیبہ کو تمام انسانیت کے لئے نہ صرف نمونہ بلکہ بہترین نمونہ قرار دیا ہے اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسے کوئی ریب والتباس ہے کہ آپؐ صاحب صفات ہی نہیں بلکہ پیکر صفات حسنہ ہیں۔ آپؐ کی ان صفات کی وسعت انسان کے عام انفرادی معمولات حیات سے لیکر اجتماعی ذمہ داریوں تک کشادہ ہے۔ میں اپنی بات کو علامہ اقبالؒ کے لفظوں میں شاید زیادہ سہولت سے ادا کرپاؤں گا

لوح بھی تو ' قلم بھی تو ' تیرا وجود الکتاب
گنبد آب گینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم' تیرے جلال کی نمود!
فقر جنید و بایزید' تیرا جمال بے نقاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے!
عقل غیاب و جستجو' عشق حضوز و اضطراب

آئمہ کرام اس اعتبار سے پوری امت سے استحقاق تحسین رکھتے ہیں کہ انھوں نے آپؐ کی احادیث مبارکہ کو انتہائی احتیاط' انضباط اور محنت وریاضت سے نقل کرکے ان کی تدوین کی لیکن حضرت امام ترمذیؒ' بطور خاص اعزاز تبریک کے حامل ہیں کہ آپؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات وخصائل و معمولات کا ایسا مرقع امت کی تہذیب وتربیت کے لئے فراہم کیا جس میں آپؐ کی ہر ہر عادت مبارکہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی تالیف "سیرت النبیؐ" میں جس قدر شمائل رسالتؐ مذکور ہیں وہ اسی مجموعہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ ۵۶ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں ۳۹۵ احادیث نقل ہیں۔

۱۹۷۶ میں جناب محمد امیر شاہ صاحب گیلانیؒ نے شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ "انوار غوثیہ" کے زیر عنوان کیا اور اس سعی باسعادت کی مزید پیش رفت آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ مولانا محمد حسن نظامیؒ جو صوبہ سرحد کے علمی ماحول میں ایک خاص تہذیبی مزاج کے حوالہ سے اپنی پہچان رکھتے ہیں نے اس ترجمہ

کو استناد تسلیم کرتے ہوئے شمائل ترمذی میں بیان احادیث کے بارے میں ان کے دل دردمند پر جن تاثرات وواردات کا ورود ہوا، ان کو "شمائل نبویہ فی الانوار نظامیہ" کے زیر عنوان مدون کر کے پیش کر دیا ہے۔ اگرچہ ان تاثرات وواردات کی روشنی وہ اپنے خطبات شب جمعہ کے ذریعے بھی بکھیرتے رہے ہیں۔

اس تالیف لطیف پر حرف انتقاد رقم کرنے کے لئے بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن اس تفصیل کو اگر اجمالاً کسی ایک لفظ میں ڈھالا جائے تو میں اسے "عہد آشوب" کہوں گا۔ ممدوح نے آپؐ کی احادیث مبارکہ کو نہ صرف غیر معمولی اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے بلکہ آپؐ کی چھوٹی سی حرکت وسکوں کی سنت مبارکہ کو بھی اپنی طرف سے غیر معمولی عکس میں پیار و محبت اور عقیدت و احترام کے ساتھ پیش کرنے کی جو سعی کی ہے وہ قابل صد ستائش ہے۔ نظامی صاحب نے متعدد احادیث کے حوالہ کے ضمن میں اپنے تاثرات لکھتے ہوئے عصری رویوں پر تبصرہ ضرور کیا ہے۔ یہ امر دراصل ان کے شعور ولاشعور میں موجود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے اس دنیا کو جہل واستبداد کی تاریکیوں سے نکالا اور علم وانصاف کی روشنی فراہم کی اور یہ آپؐ کی عطا کردہ سنتیں ہی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر کسی بھی عہد کا انسان اپنی تہذیب وتربیت روح کا سامان کر سکتا ہے۔

یہ پہلو نظامی صاحب کی بصیرت اور عصری شعور کا ثبوت ہے کہ انھوں نے احادیث کی تصریح کرتے ہوئے اپنے ماحول کو نظرانداز نہیں کیا۔ عصر حاضر میں انسان کے فکری انتشار اور معاشرتی بگاڑ کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جن پر انھوں نے بے لاگ انداز میں گفتگو کی ہے۔ تاہم ان کے لہجے میں طنز وتعریض کا شائبہ تک نہیں ہوتا البتہ ایک مشفقانہ تنبیہ کا تاثر ضرور ملتا ہے۔

جدید دور میں میڈیا کی ترقی کے باعث علم وفلسفہ اور سائنسی تجربات کے نتائج کی ترسیل کی رفتار بہت سرعت اختیار کر گئی ہے اور عہد موجود کا انسان اپنی نظریاتی بنیاد کے لئے ان خیالات کی طرف ضرور متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے نظامی صاحب نے جدید دور کے رویوں پر گفتگو کے لئے بعض مقامات پر عہد حاضر کے اہل علم کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس حوالہ سے جاپانی مفکر دائیسا کو اکیدا اور مغربی سکالر ٹوائن بی کے مابین ہونے والی بحث سے ایک اقتباس بطور خاص لائق ذکر ہے۔

احادیث پر مرقومہ تاثرات میں ایک اور امر جو قابل توجہ ہے کہ نظامی صاحب نے بعض مقامات پر حسب ضرورت ان صحابہ کرامؓ جن سے احادیث مروی ہیں کا تعارف اور معاشرتی وسماجی حالت وحیثیت کا

اجمالی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔

"شمائل نبویہ فی الانوار نظامیہ" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی سیرت طیبہ سے گہری عقیدت کا اظہار نمایاں طور پر ہوتا ہے۔ نظامی صاحب آپؐ کی سیرت حسنہ کے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے حرف حرف عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار نظر آتے ہیں تاہم تاثرات وواردات رقم کرتے ہوئے انھوں نے حتی الوسع یہ کوشش کی ہے کہ ان کا نقطہ نظر معروضی رہے۔ اس تالیف روحانی میں نظامی صاحب کا اسلوب بیان، اس کی دلکشی میں اضافے کا باعث ہے۔ خوبصورت اور عمدہ الفاظ، رواں انداز اور حسب محل پر اثر اشعار نے ادائیگی مضمون کی تاثیر کو دو چند کر دیا ہے۔

میں اس کاوش حسنہ کی تکمیل پر انھیں مبارک باد کا ہدیہ پیش کرتا ہوں اور اس عہد پر آشوب میں ان کی اس سعی میں شامل ہوتے ہوئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دعاگو ہوں۔

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

۳۱ مئی ۱۹۹۸ء

طارق محمود ہاشمی

ایڈورڈز کالج۔ پشاور

شیخ طریقت و شریعت میاں اکبر جان شاہ صاحب کے تاثرات

مولانا محمد حسن نظامی صاحب کی مولفہ کتاب "شمائل نبویہ ؐ فی الانوار نظامیہ" پڑھنے کی سعادت جمیلہ نصیب ہوئی۔ جب آپ (راقم) احادیث مبارکہ کا درس دیتے تھے اس وقت میں نے آپ کو یہ تجویز دی تھی کہ اسے تحریری شکل میں لایا جائے اور اسے تبلیغی، اصلاحی اور دینی اجتماعات میں سنایا جائے تاکہ عام لوگ اس سے کما حقہ مستفید ہو سکیں۔

اب جب میں نے اسے کتابی شکل میں دیکھا اور پڑھا تو میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ اتنی قلبی خوشی ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ البتہ صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ سعادت عظیمہ آپ کے حصہ میں لکھی تھی۔ بطفیل سید دو عالم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش قسمت قارئین کو اسے اپنے تبلیغی، اصلاحی اور دینی اجتماعات میں پڑھنے، پڑھانے اور اس سے کما حقہ مستنیر ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے اور سرکار کائنات ﷺ کی سنن مبارکہ کے انوار و برکات سے اپنی صورتوں اور سیرتوں کو سنوارنے کی ایمانی وایقانی تڑپ و جستجو عنایت فرمائے۔ اتباع سنت رسول مقبول ﷺ کے مبارک فریضہ سے یقیناً ان کی قبور روشن ہو جائیں گی اور وہ اس روشنی میں حضور کائنات ﷺ کی پہچان کر سکیں گے اور ان کی قبور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائیں گی۔ انشاء اللہ

کتابیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک مکان کو سنوارنے کے لئے اور دوسری قبر کو منور کرنے کے لئے۔ یہ مقدس کتاب قبور کو منور کرنے کا وظیفہ اور عمل مسلسل ہے۔ کیونکہ اتباع سنت کے بغیر روشن قبر کا تصور بھی ناممکن و محال ہے۔ آخرت تب بنے گی جب آپؐ کی پہچان ہو جائے گی اور پھر یہ سلسلہ مسلسل یوم آخرت تک چلا جائے گا اور بہشت کی صورت میں دائمی انجام تک پہنچ جائے گا۔ اگر اتباع سنت پر پوری محنت کی گئی تو عالم برزخ میں حضور ﷺ کی پہچان سے یوم محشر تک کا سفر بطریق احسن مکمل ہو جائے گا اور اس روز سرکار دو جہاں راحت انس وجاں ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہونے والوں کو سرکار کائنات ﷺ اپنے جھنڈے تلے جگہ عنایت فرما دیں گے۔ اور جو حد درجہ گناہ گار وسیاہ کار امتی ہونگے انھیں آپؐ اپنی شفاعت سے نواز کر بہشت میں پہنچا دیں گے۔ اس نقطہ نظر سے مولف کی سوچ و سمجھ اور تاثرات و واردات ایک فکر مسلسل میں مستحسن کوشش ہے۔ میں یقین سے

کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے جو سعی کی ہے وہ نہ صرف قابل ستائش ہے بلکہ آنے والے دور میں مسلمانانِ عالم کے لئے ایک نشان راہ ہے جس میں وہ اپنے اعمال وافعال کا رخ سنت مبارکہ کی طرف کرنے کی حتی المقدور کوشش اور جہد مسلسل کرتے رہیں گے

"شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" میں سنت مبارکہ کا رنگ ڈھنگ اور نور اتنا وسیع اور پھیلا ہوا ہے کہ جس میں عائلی، سماجی، معاشرتی، تمدنی، ثقافتی، اخلاقی، معاشی، اقتصادی اور عسکری زندگی کی مشکلات کے حل کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی سنن مبارکہ، جدید علوم سے تعلق ومفاد اور انسان کی حرکت وسکوں یعنی اس کا بیٹھنا، اس کا چلنا، اس کا سونا اس کا جاگنا الغرض اس کے تمام معاملات، افعال وکردار کو سنت طیبہ کی روشنی میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کا درس عظیم سکھلایا گیا ہے اور نہایت آسان اور سہل انداز سے سنت مبارکہ کی تعلیم کا نور قاری تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے

موجودہ دور میں مسلمانانِ عالم کی بدحالی، خستہ حالی اور زبوں حالی سب پر عیاں ہے۔ ملت ابراہیمیہ اغیار کے مذموم عزائم اور بہیمانہ چالوں کی وجہ سے دم توڑتی اور سسکتی بلکتی نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی خستہ حالی کا کامل علاج یہ ہے کہ صحابہ کبارؓ، اہل بیت عظامؓ اور اولیاء کرامؒ کی مقدس زندگیوں میں سنت مبارکہ کا جو نور نظر آتا ہے اس سے کما حقہ جڑنے اور پیوستہ رہنے کی جستجو کی جائے۔ اسی معتصم و مسلسل رابطے سے ملت میں وحدت ویگانگت اور اتفاق واتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ شجر طیبہ کو صرف قرآن وسنت کے پانی کی ضرورت ہے پھر یہ سدا بہار رہے گا۔ انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ تمام عالم اسلام پر اپنا خصوصی رحم وکرم فرمائے اور انھیں اتحاد ویگانگت کی لڑی میں پرو دے۔ آمین ثم آمین

میاں اکبر جان شاہ

ڈیرہ اسماعیل خان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

حدیث کی ضرورت

اور

من دون اللہ کی حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱) کیا حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھا جا سکتا ہے ؟

۲) کیا حدیث کے بغیر قرآن حکیم پر عمل کیا جا سکتا ہے ؟

۳) کیا حدیث کے بغیر قرآن حکیم کے دیئے ہوئے قرآنی معاشرہ اور اس کے ثمرات سے انسانیت کو بہرہ ور کیا جا سکتا ہے ؟

۴) کیا حدیث کے بغیر انسان "فریق فی الجنة" کے مقام تک پہنچ سکتا ہے ؟

۵) کیا حدیث کے بغیر حضور کائنات ﷺ کی باریابی اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو کر قرآن حکیم کے نور میں ضم ہوا جا سکتا ہے ؟

ان تمام سوالوں کا جواب سلسلہ بہ سلسلہ اور کڑی در کڑی اپنے علم اور بصیرت و بصارت کے مطابق لیکن قرآن و احادیث کی روشنی میں نہایت اختصار کے ساتھ دینے کی حتی الامکان سعی اور کوشش کروں گا۔ آغاز ہی میں یہ اعتراف کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے اسے کما حقہ بیان کرنے میں نہ کمی کی جائے اور نہ ہی تجاوز سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے۔ آمین

آج مسلمان مجموعی طور پر افتراق و انشقاق کا شکار ہے اور انتہائی پریشانی، زبوں حالی، خستہ حالی اور درماندگی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ قصہ پارینہ بن چکی ہے۔ مسلمان ذہنی، فکری، عملی، اعتقادی اور ایمانی طور پر پستی کا شکار ہے۔ عمل و فکر سے عاری اور یقین و ایقان سے بے بہرے مسلمان پر اقوام غیر اور طاغوتی قوتوں نے اپنا گھیرا تنگ کر دیا ہے۔ اقتصادیات کے خونخوار پنجوں سے مسلمانوں کے جسموں کو تار تار کر کے اس سے خون کی آخری بوند تک نچوڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسے اپنی چالاکی، عیاری، فریب اور ظلم و استبداد کے شکنجے میں اس طرح جکڑ لیا گیا ہے کہ اس کے فرار کی راہیں مسدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ نت نئی ایجادات کے کرشموں سے اغیار نے مسلمانوں کے ذہنوں کو ایسا مسحور اور مسخر کر لیا ہے کہ بے عملی، کج فہم اور تقسیم در تقسیم مسلمان ششدر و حیران ہے۔ یہ سب ایجادات اور کمالات ان کے عمل پیہم کا نتیجہ ہیں اور اسی جہد مسلسل سے انہوں نے تسخیر کے عمل کو جاری رکھا ہوا ہے۔

مگر دوسری طرف وہ مسلمان جو کبھی اوج کمال پر تھا۔ علم و حکمت سے مزین تھا۔ سر تا پا عمل و کردار تھا اور ایمان و یقین کی دولت سے معمور تھا صد افسوس .... کہ خزاں کے سوکھے پتوں کی طرح شجر طیبہ یعنی سنت مبارکہ سے ٹوٹ کر بکھر گیا ہے۔ مسلسل بے عملی، بے یقینی اور اختلاف کی وجہ سے شکست و ریخت سے دوچار مسلمان اپنی کوتاہیوں، کمزوریوں اور بے عملیوں کو یاد کرنے کی بجائے مقدر کا شاکی ہے۔

خداوند قدوس نے کائنات میں ایک وجود مسعود باسود ایسا بنایا ہے کہ جس کی ضوفشانی اور ضیاپاشی تا قیامت جاری و ساری رہے گی اور وہ وجود مسعود سرکار دوجہاںؐ کی ذات کریمہ ہے جسے مالک ارض و سما نے قیامت تک آنے والوں کے لئے پیکر رحمت اور رشد و ہدایت کا منور و تاباں عملی نمونہ بنا کر بھیجا۔ مسلمانوں کے لئے خداوند عالم نے اپنے حبیب لبیبؐ کی زندگی کو کامل و اکمل نمونہ قرار دیا اور انہیں حکم دیا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ : اے محبوبؐ تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (آل عمران، ۳۱)

اگر تم اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کے دعویدار ہو اور اسکی رضا چاہتے ہو تو سرکار کائناتؐ کی اتباع کو اپنی زندگی کی متاع عزیز سمجھو اور اس نور ہدایت کے مطابق اپنی زندگانیاں گزارو۔ جب تم سرکار دوجہاںؐ کی محبت کو اپنا سرمایہ حیات سمجھو گے اور ان کے فرمان کے مطابق زندگی گزارو گے تو تم میرے محبوب بن جاؤ گے اور فلاح و بقا پاؤ گے۔

یہاں خداوند کریم رؤف و رحیم نے قیامت تک کے آنے والے لوگوں پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ میری رضا اور میری خوشنودی حاصل کرنا اگر مقصود ہے اور اگر صراط مستقیم پر چلنے کا کوئی متمنی اور متلاشی ہے تو اسے میرے محبوبؐ کی زندگی اپنے پیش نظر رکھنی ہو گی۔ کیونکہ میرے محبوبؐ کی ساری زندگی ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا، ان کا جاگنا، ان کا سونا، ان کی جنگ، ان کی صلح غرض زندگی کے ہر ہر پہلو میں میرے حبیبؐ کی زندگی ان کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس لئے آپؐ کی اتباع لازم ہے۔ اور جو جتنا میرے محبوبؐ کے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا اور ان کی محبت میں فنا ہوتا جائے گا روشن سے روشن تر ہوتا جائے گا، رفعتیں اور بلندیاں پاتا جائے گا اور میری

رضا اسے حاصل ہو گی۔ اس کے برعکس جو جتنا میرے حبیبؐ سے دور ہوتا جائے گا ذلت و نامرادی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر روسیاہ ہوتا جائے گا اور پستی اس کا مقدر ٹھہرے گی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ نے سرور دو جہاںؐ کی ہر ہر ادا کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قبول کیا اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری۔ اس لئے وہ آسمان قرآن کے روشن اور درخشندہ ستارے ہیں۔ اس کے بعد تابعین تبع تابعین اور بزرگان دین غرض جسے جتنی عظمت حاصل ہوئی محبت رسول مقبولؐ اور اتباع سنت رسولؐ سے حاصل ہوئی۔ خداوند تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ہر انسان اپنے مالک و خالق کی محبت کا دعویٰ کرے گا للہذا خداوند عظیم نے اپنی محبت اور رضا کا پیمانہ سرکار دو جہاںؐ کی ذات اقدس کو ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ وجود سے پاک ہے۔ وجود سے متعلق جو بھی شرائط ہو سکتی ہیں وہ ان سے منزہ ہے۔ لیکن سرور کائنات مفخر موجودات حضور پر نور شافع یوم نشور رؤف و رحیم رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وجود مسعود باسود بے مثل و بے مثیل ہے۔ باقی جتنے بھی وجود ہیں یہ وجود پاک ان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپؐ انسانیت کی ایسی بلندی پر جلوہ افروز تھے کہ وہاں سے وحی کا آغاز ہوتا ہے۔ وحی اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایسا ذریعہ اور واسطہ تھا کہ جس کے ذریعے کلام اللہ یعنی قرآن مجید فرقان حمید کا حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نزول ہوا۔ آپؐ پر جو وحی کی گئی ویسی کامل و اکمل وحی کسی دوسرے نبی یا رسول پر نہیں کی گئی۔ وحی کے اعتبار سے بھی آپؐ تمام انبیاء و رسل میں افضل و ممتاز ہیں۔ نہ آپؐ جیسا وجود بشریت کسی نبی یا رسول کو عطا کیا گیا اور نہ ہی ایسی وحی کسی نبی یا رسول کو ملی۔ وحی کا جتنا بڑا بوجھ تھا خداوند کریم نے اتنی ہی وسیع و بسیط بشریت آپؐ کو عطا فرمائی۔ آپؐ نبی اول و نبی خاتم ہیں۔ خواہش سے سوچ تک اور سوچ سے عمل تک آپؐ کی اتباع واجب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ تمام انبیاء علیہ السلام عالم روح و نور میں نہ صرف آپؐ پر ایمان لائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرور کائنات ﷺ کی نصرت کا وعدہ بھی کیا۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو فسق کی وعید بھی ساتھ دے دی۔ اور فسق کے معنی توڑنے والے کے ہیں۔ یعنی مادی کائنات جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور مادی کائنات میں جن و انس (اللہ تعالیٰ کی مکلف اور غیر مکلف مخلوق) سب تک حضور کائنات ﷺ کی پہچان اور معرفت پہنچانا تمام انبیاء علیہ السلام کیلئے ضروری قرار دیا گیا۔ اسی لئے اللہ

تبارک و تعالیٰ نے ہر نبی پر یہ لازم قرار دیا کہ جہاں وہ اپنی قوم تک اللہ تعالیٰ کی وحدت ' عبادت 'نبوت اور یوم آخرت کا پیغام پہنچائے وہاں جناب سرور کائنات ﷺ کے نبی اول و آخر ہونے کا عقیدہ دینا بھی لازم قرار دیا گیا۔ اس وجہ سے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ' تین سو تیرہ رسل اور چار اوالعزم پیغمبروں نے آپؐ کے رسول اول اور رسول خاتم ہونے کی تعلیمات مکلف وغیر مکلف' ناطق اور غیر ناطق کائنات تک پہنچائیں۔ حضور کائناتؐ کا ارشاد پاک ہے کہ

"ساری کائنات مجھے جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ماسوائے گناہگار انسانوں اور جنوں کے کیونکہ ان کے سامنے اپنے گناہوں کی تاریک آلودگی آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ مجھے نہیں پہچان سکتے۔"

اللہ تعالیٰ کی جس وحی کو زبان رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسے "وحی جلی" اور "مبین" کا شرف ملا۔ اور اس کی جو عملی تعبیرو تفسیر حضور کائناتؐ نے فرمائی اسے "وحی خفی" کا مقام ملا۔ وحی خفی کا دائرہ پوری مکلف اور غیر مکلف کائنات پر محیط ہے۔ یوں دونوں کا مرکز و مصدر ایک ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ وحی خفی کو حدیث اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ کائنات حادث ہے۔ حادث کی ضرورتیں جوں جوں پھیلتی گئیں اور اس کا ارتقاء سامنے آتا گیا ساتھ ساتھ آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تقاضے بھی پورے کرتے چلے گئے۔ اسی لئے گزشتہ علم گزشتہ انبیاءؑ کے حالات سے شروع ہوتا ہے اور قیامت تک آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ کڑی درکڑی مسلسل انجام تک اور اہل بہشت و اہل دوزخ کے معاملات ' مقامات اور تفصیلات بتاتا ہوا آگے چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار تک پہنچتا ہے۔

یہ تمام تر معلومات احادیث ہی فراہم کرتی ہیں۔ اگر اس کا اجمال قرآن مبین ہے تو تفسیر احادیث مبارکہ یعنی وحی خفی میں ہے۔ اگر ہم احادیث کا انکار کریں گے تو دین کی دنیاوی اور روحانی کائنات سے ٹوٹ جائیں گے اور اپنے وجود کی دلدل میں پھنس کر رہ جائیں گے پھر پستی میں اترتے چلے جائیں گے اور اتنا نیچے اتر جائیں گے کہ جہنمی جماعت میں شامل ہو جائیں گے جسے "فریق فی السعیر" کا نام دیا گیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دینی اصولوں کی ایسی تشریحات جو آنے والی ضروریات کی تمام جزئیات کو پورا کریں قرآن حکیم میں مذکور نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک وہ تشریحات سامنے نہ آئیں

اس وقت تک قرآنی اصولوں کو سمجھنا اور اسکے مطابق زندگی بسر کرنا ناممکن و محال ہے۔

احادیث پر اعتراضات کرنے والوں کو یہ نکتہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ آپؐ ساری کائنات کے رسول ہیں۔ آپؐ نے جو کچھ بھی فرمایا انسان کی لسانی، بدنی، ذہنی اور قلبی حفاظت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اس میں پہلی چیز عقیدہ پھر عبادت پھر معاملات اور آخر میں اخلاق ہے۔ یہ دین کے چار ستون۔ اگر ان پر خط مستقیم کھینچا جائے تو اس کی تکمیل تک یہ چاروں ستون پورے کے پورے بالترتیب آئیں گے۔ اسے ہم تکمیل کاملہ کہیں گے۔ یعنی دین میں ان تمام تقاضوں کا خیال اور دھیان رکھا جائے۔ کیونکہ یہی کسی مسلمان یا مومن کا گراف ہو گا۔ اور یہی پیمانہ نہ گھٹے گا اور نہ بڑھے گا۔ اسے آپ کسی بھی پیمانے پر ناپیں یہ پورا ہی ہو گا۔ یہی تقویٰ ہے۔ قرآن مجید میں ہدایت صرف متقیوں کیلئے ہے۔

اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کتاب مفصل فرمایا ہے اور اسکے ساتھ ہی "تبیانا" لکل شئی" فرمایا ہے تو ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اصول قرآنیہ کیلئے قرآن کے علاوہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں درست نہ ہو گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں جہاں تبیان و تفصیل اور بیان وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اصول قرآن کی وہ تمام تشریحات قرآن مجید میں بیان کر دی گئی ہیں جو ہر شخص کیلئے قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات کی جزئیات پر محیط ہوں۔ یہ مطلب قرآن مجید کی روشنی میں صحیح نہیں۔ قرآن مجید کی روشنی میں آپؐ کا مقام نمونے کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام پاک میں ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ جس طرح احکام الٰہی ضروری ہیں اسی طرح آپؐ کا نمونہ بھی لازم ہے۔ اس کامل و اکمل نمونے کو پیش نظر رکھے بغیر کوئی شخص اپنی منزل مقصود کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

موجودہ دور کا انسان پہلے انسانوں سے مختلف ہے۔ لیکن ہمارا دین اور نہیں ہے۔ ہمیں صرف نمونے کو مد نظر رکھ کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے "واقیموا الصلوٰة واتوالزکوٰة" ارشاد فرمایا لیکن نماز و زکوٰۃ کے بنیادی اصولوں کی تشریحات مثلاً" ارکان نماز کی ترتیب، تعداد رکعت، مقادیر زکوٰۃ اور انکے شرائط و دیگر احکام کی تفصیل قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں۔ یہ تمام تر تفصیلات ہمیں احادیث سے ملتی ہیں۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہبط وحی ہیں ۔ اور یہ بات پیش نظر رہے کہ کامل وحی کے اعتبار سے تمام انبیاءؑ میں آپؐ جیسی کوئی مثال نہیں ۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ آپؐ نہ صرف مفصل تفصیل کے نمونے میں بے مثال ہیں بلکہ ہر چیز کا نمونہ پیش کرنے میں بھی بے مثل ہیں ۔ جو لوگ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عظیم المرتبت مقام سے ہٹاتے ہیں وہ دین فطرت سے انحراف کا ارتکاب کرتے ہیں ۔

آپ ﷺ ماذون (اذن یافتہ) رسول ہیں ۔ آپؐ کو تفصیل قرآن اور تفصیل بیان کا اذن حاصل ہے ۔ علاوہ ازیں آپؐ کو "تبیانا" لکل شئی" کا اذن بھی حاصل ہے ۔ اسی لئے آپؐ نبی خاتم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے

"مجھے اللہ ہونے کی قسم ہے میں آپؐ کو انسان کے ضرر سے محفوظ رکھوں گا۔" (مائدہ، ۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر سنی ہوئی حدیث یاد کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا ۔ قریش کے چند لوگوں نے مجھے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر سنی ہوئی بات کو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں ۔ وہ غضب اور رضا دونوں حالتوں میں کلام فرماتے ہیں ۔ قریش کی یہ بات سن کر میں کتابت حدیث سے رک گیا اور میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ سب کچھ لکھ لیا کرو ۔ اور اپنی انگلی مبارک سے اپنی زبان اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"جس ذات پاک کے قبضہ قدرت میں میری جان (مقدس) ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زبان (مبارک) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا ۔" (ابو داؤد جلد ۲۲، صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴)

قریش نے اپنے وطیرے کے مطابق صحابیؓ کی محبت کو دیکھ کر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں باتیں کہیں کہ آپؐ تو بشر ہیں ۔ اور آپؐ پر کبھی غصے اور کبھی رضا کی کیفیات ہوتی ہیں اس لئے آپؐ نہ لکھا کریں ۔ چونکہ صحابیؓ آپؐ کی اجازت کے بغیر لکھا کرتا تھا اس لئے اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا ۔ شیطان کے پیدا کردہ وسوسے کو دور کرنے کے لئے صحابیؓ نے ساری بات آپؐ کی خدمت اقدس میں گوش گزار کر دی ۔ آپؐ نے اپنے پروردگار کی قسم کھائی اور اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم ہر بات لکھ لیا کرو کیونکہ اس زبان پاک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا ۔

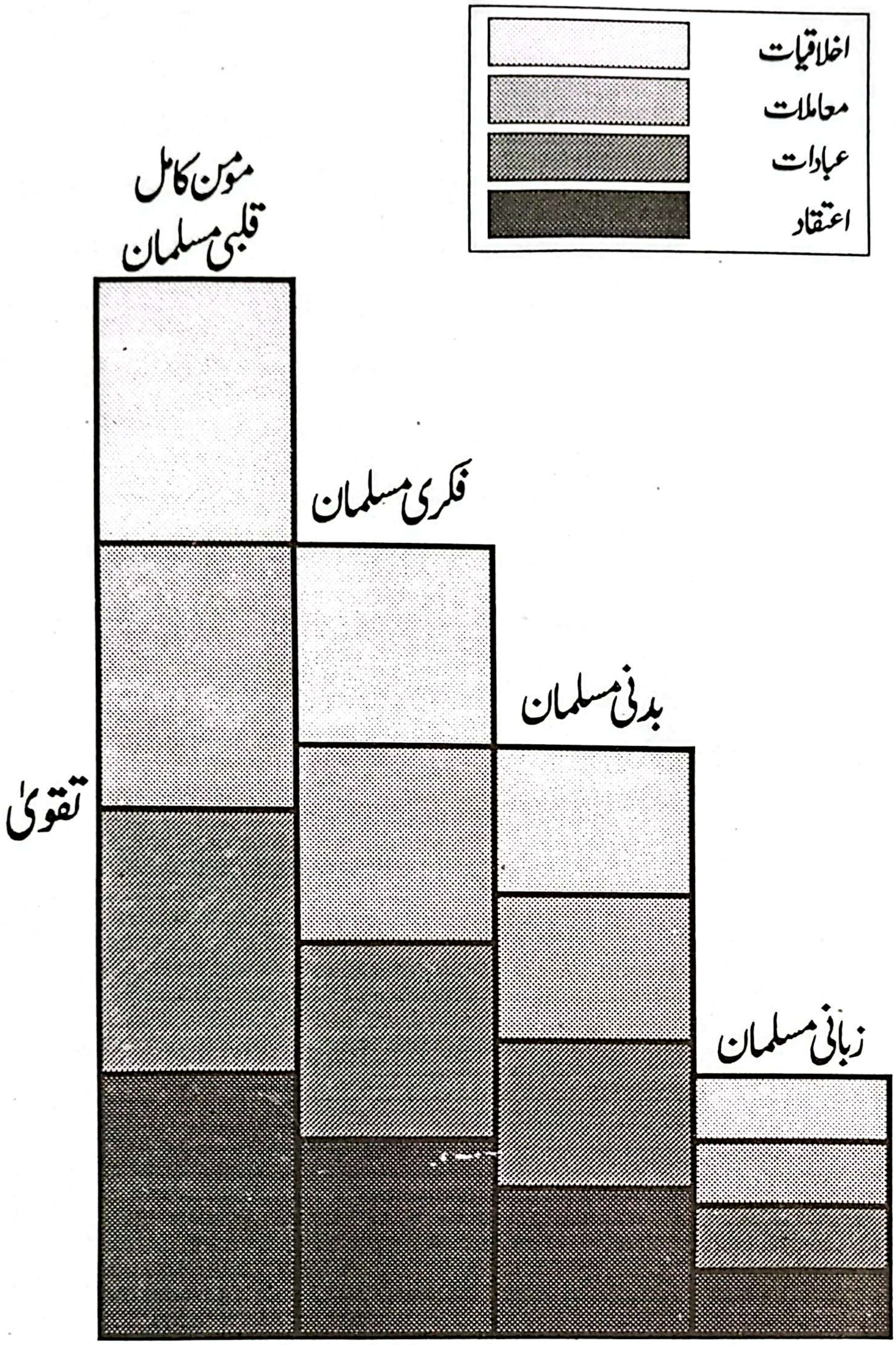
لطیف نکتہ :۔ آپؐ نے زبان مبارک کی طرف اشارہ اس لئے فرمایا کیونکہ حضور پاکؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ۔ بلکہ جو کچھ بھی بولتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی ہے ۔ اور یہ وحی "وحی خفی" ہے۔

حدیث شریف سے پہلے قرآن حکیم کے ایک واضح اصول کی نشاندہی کی ہے ۔ جس میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ مجھے اللہ ہونے کی قسم ہے کہ اے میرے حبیبؐ! قریش آپؐ کو نہ زبان سے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے اور نہ ہی آپؐ کے جسم اطہر کو ضرر پہنچا سکیں گے ۔ حدیث کا انکار اللہ تعالیٰ کے اس اذن کا انکار ہے جو آپؐ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل میں جزوی یا تفصیلی بیان میں فرماتے تھے۔

قرآن مجید میں بار بار اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب الیم سے ڈرایا گیا ہے ۔ ان تمام ارشادات ربانی کا مدعا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے لے کر قیامت تک ہر مومن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال' افعال اور احوال مقدسہ کو پوری طرح پیش نظر رکھے ۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ اقوال و افعال اور احوال مبارکہ محفوظ ہوں ۔ اس لئے تقریباً" دس ہزار صحابہ کرامؓ نے احادیث مبارکہ اپنے سینوں میں محفوظ کر کے تابعین تک پہنچائیں اور پھر تابعین سے تبع تابعین تک اور اسی طرح سنن مقدسہ و احادیث کریمہ کی نعمت عظمیٰ ہم تک پہنچی ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے

"بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں ۔ اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات (دھیان) نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں ۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ۔ مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں ۔ تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں ۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں ۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔" (مومنون' ۱۔ ۱۰)

آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں یعنی روحانیت اور مادیت کا ذکر فرمایا ہے ۔ انبیاءؑ روحانیت کا کامل ذریعہ ہیں ۔ اور جس عظیم الشان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم امت ہیں ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن بے مثل روحانی نعمتوں سے نوازا اس کا ذکر شروع میں ہو چکا ہے ۔ یہ



اخلاقیات
معاملات
عبادات
اعتقاد
مومن کامل
قلبی مسلمان
فکری مسلمان
بدنی مسلمان
زبانی مسلمان
تقویٰ

اللہ تعالیٰ کا اپنا چناؤ ہے۔

وحی اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختص مقام آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جنات جو نار سے پیدا کی گئی مخلوق ہے اور انسان جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے ان سب کے لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نمونہ پیش کیا ہے ان تمام مقامات و مراتب کا ذکر اس آیہ مقدسہ میں کیا گیا ہے۔ جنات کی ضروریات کے متعلق جو احادیث ہیں وہ حجت ہیں۔ جنات تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا فرض ہے۔ جس جن نے سب سے پہلے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی سنی فوراً پہچان گیا اور اس کامل وحی کی خبر دوسرے جنوں کو دی۔ یہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اگر کوئی حدیث کی حجت کو نہیں سمجھتا تو وہ اس سارے تذکرے کو کیسے سمجھے گا جو جنات کے بارے میں ہے۔

صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک اور پھر قیامت تک کے جو مخصوص روحانی علماء ہیں ان کا رابطہ ان جنات سے قائم ہے اور قائم رہے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو حجت سمجھ کر ان پر عمل کر رہے ہیں۔ مگر جو انکار پر مصر ہیں ان کے لئے اس کے سوا اور کون سا راستہ رہ جاتا ہے کہ جنات سرے سے کوئی مخلوق ہی نہیں۔

وحی اللہ جل شانہ کا سالم کلام ہے۔ اور یہ جزوی تقسیم سے پاک ہے۔ اس کی جزئیات کل سے محفوظ ہیں۔ اگر ہم وحی کے جزو کل کو تقسیم کرتے ہیں تو شرک لازم آتا ہے جو ظلم عظیم ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں کوئی وجودی قانون داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کے کلام مبین میں بھی کوئی وجودی قانون اثر پذیر نہیں ہو سکتا۔ مگر عناصر تو جزو کل ہیں۔ اس جزوی حصے کو پاک، مطہر اور منور کرنے کے لئے رسل میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ قوت رکھی جاتی ہے کہ وہ انسان کی جزوی ضروریات کو نہ صرف پاک و مطہر کریں بلکہ اسے کل تک بھی پہنچائیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی مقصد کے لئے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ کامل دین اور اس کے انوار سب تک پہنچائیں۔ ہماری بشریت کی حیثیت ایک جزو کی ہے۔ ہمیں کامل بشر بنانے کے لئے اگر ہمارا جزوی تزکیہ، ترتیب اور تطہیر نہیں کی جائے گی تو ہم کیونکر ایک انسان، مسلمان یا مومن بن سکیں گے۔ ہماری آنکھ کامل مومن کی آنکھ کیسے بنے گی۔ ہمارے کان، ہمارے ہاتھ، ہمارے پیر، ہماری زبان حتیٰ کہ ہمارا دل ایک کامل مومن کا دل کیسے بنے گا۔

یہاں جزو کل دونوں کا ذکر ہوا ہے۔ آپ ﷺ تو جزو کل کی تطہیر کے لئے، نمونہ دینے

کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنے کے لئے آئے ہیں ۔ آپؐ کی احادیث کو چھوڑ دینا کہاں کا انصاف و حکمت ہے ۔ رسول بحیثیت رسول کے جزو کے پاس بھی آتا ہے اور کل کے بھی ۔ مثلاً بجلی کا کرنٹ زیرو کے بلب کو بھی روشن کرتا ہے اور 60 W ، 100 W اور 1000 W کو بھی ۔ جس کی جتنی استعداد ہوتی ہے بجلی کا کرنٹ اتنا ہی جاتا ہے ۔ وہ احادیث جو جزوی ہیں وہ بھی حجت ہیں ۔ اگر استاد بچوں کو پڑھانے اور سمجھانے کے لئے اپنے علمی مرتبہ سے نیچے نہیں آئے گا اور جزوی باتیں نہیں کرے گا تو وہ جزو کو کیسے آگے بڑھائے گا ۔ بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام زبان سے باتیں ارشاد فرماتے تھے ۔ اور عام لوگوں کی طرح مختلف امور سرانجام دیتے تھے ۔ یہ تمام جزوی احادیث ہیں ۔ اگر آپؐ ایسا نہ فرماتے تو انسان کامل مومن کیسے بن سکتا تھا ۔ یہاں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔ حالانکہ یہ آپؐ کا نزول ہے ۔ کیونکہ آپؐ سب کے لئے کامل و اکمل نمونہ ہیں ۔ اگر اس تناظر سے احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اور اشکال بھی پیدا نہیں ہوتے ۔ اسی پر اجماع امت ہے ۔

ہمارا ایمان ہے کہ آپؐ رسول اول ، رسول آخر اور رسول خاتم ہیں ۔ آپؐ کار نبوت کو چلا رہے ہیں ۔ اس سے متعلق جتنی احادیث ہیں وہ سب حجت ہیں ۔ ذرے کی بھی تکمیل ہے اور کل کی بھی ۔ مثال کے طور پر ایک گراف پر ذرہ بھی موجود ہوتا ہے اور کل بھی ۔ یعنی تقویٰ کے اعتبار سے اگر ہم یوں کہیں کہ انچ کا مسلمان ، گز کا مسلمان ، میل کا مسلمان ۔ اسی طرح نبی نہیں بلکہ ولی کا بھی گراف ہے ۔ لیکن ان سب کا معیار تقویٰ ہے ۔ جس کے اعتبار سے یہ متوازی ہے ۔ اور اس میں چار بڑے بڑے نور کے مینار ہیں یعنی اعتقاد ، عبادات ، معاملات اور اخلاق ۔ ان کے اعتبار سے تقویٰ جب تک متوازی نہ ہو گا ذرہ ذرہ نہیں مانا جائے گا ، مسلمان مسلمان نہیں مانا جائے گا ، مومن مومن نہیں ہو گا اور نہ ہی ولی ولی کہلانے کا حقدار ہو گا ۔ اسے ہم یوں سمجھیں کہ جس طرح سورج کی چھوٹی سی کرن جب سورج سے نکلتی ہے تو وہ شروع سے آخر تک عمودی رہتی ہے ۔ اگر یہی کرن کسی سوراخ کے ذریعے کمرے میں پہنچے تو یہ اپنی سمت تبدیل نہیں کرتی بلکہ عمودی ہی رہتی ہے ۔ اسے آپ ذرہ سمجھ لیں ۔ اسی طرح سورج کی بڑی کرن بھی عمودی ہی رہتی ہے ۔ یہ مادی مثال ہے ۔ بالکل اسی طرح روحانی کائنات ہے ۔ ایمان کی کرن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے ۔ جتنا زیادہ تقویٰ ہو گا اتنی ہی ایمان کی کرن روشن ہو گی ۔ اس کا آغاز ایک ذرے سے ہوتا ہے ۔ اور جوں جوں تقویٰ بڑھتا جاتا ہے ایمان

کی یہ نورانی کرن اپنے گراف پر بڑھتی چلی جاتی ہے اور روشن سے روشن تر ہوتی جاتی ہے ۔ جب یہ کل کے مقام تک پہنچتی ہے تو اسم اعظم کے نور سے ایمان کی یہ کرن اپنے گراف میں محیط متوازی رہتے ہوئے ایمان و تقویٰ کا ایک روشن سورج بن جاتی ہے ۔ لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اس سارے مرحلے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل و اکمل نمونہ ہمہ وقت پیش نظر رہے ۔ تب تو تکمیل کاملہ ہو سکتی ہے ورنہ یہ سب کچھ لاحاصل ہے ۔ اگر ہم آپؐ کی جزوی احادیث کو حجت نہیں سمجھیں گے اور انہیں پس پشت ڈال دیں گے تو ہم تقویٰ کی متوازی لائن سے ہٹ جائیں گے ۔ جس سے تقویٰ کی تکمیل یقیناً ناممکن ہو جائے گی ۔

انبیاءؑ ایک الگ جماعت ہے ۔ یہ جماعت تمام روحانی نعمتیں عطا کرنے والی جماعت ہے ۔ دینے والے اور لینے والے میں بہت فرق ہوتا ہے ۔ وہ ان سارے مراحل میں بحیثیت رسول پہنچ سکتے ہیں ۔ اور اس سلسلے میں تمام احادیث حجت ہیں ۔ ایسا عقیدہ رکھے بغیر انسان کامل مومن نہیں بن سکتا۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اور بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنا دیے ۔ اور ہم اپنی مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہیں۔" (مومنون، ۱۷)

آیت مقدسہ میں آسمانوں کی طرف جو راستے بنا دیئے گئے ہیں ان کا ذکر ہے ۔ راستہ کھولنے یا بنانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک مادی اور دوسری روحانی ۔ مادیت زدہ لوگ اور موجودہ دور کے سائنسی کمالات سے بہرہ ور لوگ جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے آسمانوں میں مادی راستے تلاش کرنے کی کوشش میں دن رات مصروف ہیں ۔ اور دنیا پر نئی نئی دریافت اور نئے نئے راز افشا کر رہے ہیں ۔ ان کا مقصد کائنات کو مسخر کرنا ہے ۔ اور وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے صدق دل سے کوشاں ہیں ۔ ان سارے مراحل میں انہوں نے عمل یعنی "Action" کیا اور اس عمل کے رد عمل یعنی "Reaction" کا نتیجہ ٹیکنالوجی نکلا ۔ یہ سارا مادی راستہ ہے جسے فتح کرنے کی انسانی جستجو جاری و ساری رہے گی ۔

ان راستوں تک پہنچنے کی دوسری صورت روحانیت ہے جو حقائق پر مبنی ہے ۔ اور دین اسلام میں مرکزی اہمیت کی حامل ہے ۔ قرآن نے کہا کہ تمہارے اوپر سات بلندیاں ہیں جن تک جانے کے

سات راستے ہیں ۔ روحانی بلندیوں کے بھی سات راستے ہیں ۔ روحانی ذکر کی بھی سات بلندیاں ہیں ۔ انسان کے قلبی لطائف بھی سات ہیں ۔ ان تمام راستوں ' بلندیوں اور لطائف کی تکمیل اور تسخیر حضورؐ کی سنت اور احادیث مبارکہ کے بغیر کیونکر ممکن ہو سکتی ہے ؟ جس طرح مادی انسان کی قوت ' طاقت ' ذریعہ یا ہتھیار جدید ٹیکنالوجی ہے اسی طرح روحانی انسان کی قوت ' ٹیکنالوجی اور اس کا بڑا ہتھیار ذکراللہ ہے ۔ لیکن یہاں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ منازل کی تکمیل کے ان تمام راستوں میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احادیث مبارکہ کا نور پیش نظر رہے تو اس نور مبین کی روشنی میں یہ تمام روحانی راستے بطریق احسن تسخیر ہو جاتے ہیں ۔ اگر آپؐ کے کامل و اکمل نمونہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو ان روحانی راستوں کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے اور اپنی منزل مقصود تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل قبول ہی نہیں جو سنت رسول ﷺ کے بغیر کیا جائے ۔ نکتہ فکر یہ ہے کہ سب سے بڑا روحانی راستہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا راستہ ہے اور اس راستے کی تکمیل حضور کائنات ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کئے بغیر ناممکن ہے ۔ اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی منزل کے حصول کے لئے حجت حدیث نہ صرف لازمی ہے بلکہ اس کے انکار سے راہی صراط مستقیم کے گراف سے ٹوٹ کر رہ جاتا ہے ۔

انسان کے قلبی لطائف سات ہیں ۔ روحانی نظام میں کوئی سالک پہلے لطیفے کی ' کوئی دوسرے لطیفے کی ' اور کوئی تیسرے لطیفے کی منزل کے درجے پر ہوتے ہیں ۔ علی ہذا القیاس ۔ لیکن ہر درجے ' مقام یا منزل پر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام ہوتا ہے تاکہ جو بھی اعمال و عملیات اور معاملات وغیرہ ہوں وہاں نمونہ پہلے سے موجود ہو ۔ مادی مثال کا ذکر اس لئے کیا ہے تاکہ ہم روحانی مقامات کو آسانی سے سمجھ سکیں ۔ کائنات کے دو حصے ہیں ۔ ایک روحانی اور دوسرا مادی ۔ موجودہ دور کی جدید سائنس نے بے شمار مادی راستے تلاش کر لئے ہیں ۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ مثالی راستے تو معلوم ہوں اور حقیقی راستے نامعلوم ۔

ترقی یافتہ اقوام نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر پوری دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے ۔ لیکن ہمارے پاس تو ساری کائنات کا حقیقی علم ہے ۔ قرآنی نظام خالق کائنات کا دیا ہوا علم ہے ۔ ہم نے قرآنی نظام سے استفادہ حاصل کرنا تھا لیکن ہم گوناگوں اختلافات کی دلدل میں پھنستے چلے گئے ۔ آج ہمارا گراف اتنا نیچے آچکا ہے کہ ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بن چکی ہے ۔ پوری دنیا میں مسلمان کا خون بہت

ستا ہو گیا ہے۔ ہم اختلافات اور فرقہ واریت کے بھنور میں اس بری طرح سے پھنس چکے ہیں کہ دوسری اقوام ہم پر سوار ہوکر مادی کائنات کے شہسوار بن گئے ہیں۔ حالانکہ جب ہمارے اکابرین نے قرآنی نظام کا عملی مظاہرہ کیا اور سنت نبوی ﷺ کو اپنا شعار بنایا اور اس کی روشنی میں منازل طے کیں تو اس وقت یہ ترقی یافتہ اقوام نہ صرف غیر مہذب تھیں بلکہ ہر قسم کے علوم سے بھی ناآشنا تھیں۔ اسلامی ممالک علوم اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں نایاب کتب کا ذخیرہ ان ممالک میں موجود تھا۔ علاوہ ازیں سینکڑوں مدارس تھے جہاں نہایت قابل اور ذہین اساتذہ جدید علم کا نور ہر ایک تک پہنچاتے تھے۔ یہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب تھا۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہم قرآنی نظام سے تو دور ہیں ہی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر بھی بحث کرنا اپنا وطیرہ بنا لیا ہے اور ہم حجت حدیث کے ہونے یا نہ ہونے پر بھی بحث کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ احادیث کے درجے بنا لئے ہیں کہ یہ ضعیف ہے' یہ فلاں ہے' یہ فلاں۔ حالانکہ محدثین کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہمارے سمجھنے کے لئے سہولت پیدا کی ہے اور احادیث کی اقسام کے اندر منطقی منزلیں مقرر کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے احادیث کا ایک پورا نظام ہے۔ لیکن ادھورے علماء نے انہیں ذریعہ اختلاف بنا لیا ہے اور مسلمانوں کو نفرت اور فرقہ واریت کی دوزخ میں جھونک دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں سات آسمانی راستوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بات بے علم اور نا سمجھ انسان بھی سمجھتا ہے کہ راستہ اور چیز ہے جب کہ اس پر چلنا اور ہے۔ پھر چلنے کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ راستے میں جہاں بھاگنا ہو وہاں بھاگا جاتا ہے' جہاں ٹھہرنا ہو ٹھہرا جاتا ہے۔ جہاں خطرہ ہو وہاں احتیاط سے چلا جاتا ہے تاکہ منزل مقصود تک پہنچا جا سکے۔ خواہ راستہ مادی ہو یا روحانی حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ مشعل راہ ہے۔ اسی لئے ہم حدیث کو حجت کہتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید　　　ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

☆ من دون اللہ کی حقیقت ☆

من دون اللہ کا مفہوم اور عرفان و سمجھ ضروری ہے۔ قرآن مجید کی بصیرت و بصارت کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ "دون" کا مادہ "دان" ہے۔ دان، دون اور دون میں کمزوری، حقارت، خساست، پستی اور گھٹیا پن کا مفہوم یا مطلب ملتا ہے۔ یعنی گھٹیا ہو گیا، پست ہو گیا، حقیر ہو گیا، ذلیل ہو گیا۔ عرب کی معروف لغات میں یہی کچھ ملتا ہے۔ عام طور پر اس لفظ کا استعمال غیر کے معنی میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں "من دون اللہ" یا "من دون" کے الفاظ کفار و مشرکین کے معبودان باطلہ کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں الہ سمجھ کر ان کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان کے خداؤں کو اللہ تبارک و تعالیٰ گھٹیا، درماندہ، ضعیف اور کمزور کہہ رہا ہے۔ معلوم ہوا وہ عاجز و ناتواں ہیں۔ وہ مشکل کشا، حاجت روا اور عبادت کے لائق نہیں۔ انہیں ایسا سمجھنا کھلا شرک ہے۔ نہ تو وہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے ولا مشرک و کافر ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی "من دون اللہ" یا ان کے مماثل و مترادف الفاظ کا ذکر ہو وہاں قرآن کے چند بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کہ کہیں

☆ انبیاء کرامؑ اور اولیائے کرامؒ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں شریک تو نہیں کیا جا رہا۔

☆ انبیاء کرامؑ یا اولیائے کرامؒ کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں مماثل اور مترادف ہونے کا عقیدہ تو نہیں دیا جا رہا۔

☆ انبیاء کرامؑ اور اولیائے کرامؒ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے صریح احکام میں شریک تو نہیں کیا جا رہا۔

مثلاً" جس طرح عیسائی اور نصرانی انبیاءؑ کو خدا کا بیٹا اور جنات کو بیٹیاں سمجھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اے لوگو! ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو۔ وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے۔" (حج، ۷۳ - ۷۴)

آیات مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خطاب فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ تلقین

بھی کی ہے کہ پورے دھیان اور توجہ سے سنو۔ یہ تاکید اس لئے کی گئی ہے کیونکہ یہاں ایک نہایت ہی باریک اور لطیف نکتے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ اور لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ ''من دون اللہ'' کون ہیں۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر وہ شے ہے جسے مشرکین و کافرین اپنا الہ سمجھتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ آیات مقدسہ میں رب تعالیٰ جل شانہ نے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ اے ''من دون اللہ'' کی پوجا کرنے والو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا، حاجت روا اور الہ ماننے والو، جنہیں تم الہ سمجھے بیٹھے ہو وہ سب مل کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پھر ان کی ضعیفی، کمزوری اور بے کسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر مکھی ان سے کوئی شے چھین لے تو ان میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ وہ اپنی چیز واپس لا سکیں۔ اس کے فوراً بعد رب تعالیٰ جل شانہ نے ان کی کمزوری بیان فرمائی اور ان کی بھی جو انہیں پوجتے ہیں کہ وہ ایسے ضعیف ترین معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جن میں اتنی بھی قوت نہیں کہ وہ مکھی کے برابر آ سکیں۔ رسول کائنات ﷺ کے بارے میں رب تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا

وما محمد" الا رسول

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی ہیں کائنات میں تعریف کیا گیا۔ یعنی انبیاءؑ میں، ملائکہ میں، جنات میں، انسانوں میں اور مکلف و غیر مکلف کائنات میں سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔ آپؐ ہمارے رسول ہیں۔ دنیائے اسلام کی تمام مساجد میں ہمہ وقت ''اشھد ان محمد رسول اللّٰہ'' یعنی ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' کے الفاظ گونجتے ہیں۔ شاعر رسالتؐ حضرت خواجہ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ کی شان اقدس میں اپنے عشق و عقیدت اور قلبی جذبات کا اظہار کچھ یوں فرمایا ہے

وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　　　فذو العرش محمود و ھذا محمد

یعنی ''اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نام مبارک کو لفظ (محمود) سے نکالا اور اس کے نور سے ساری کائنات کو منور کیا۔''

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ صغیر میں علی بن زید کے طریق سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابی طالبؓ یہ شعر پڑھا کرتے تھے اور یہ شعر صحابہ کرامؓ سے لے کر تا دم تحریر اور تا قیامت اہل توحید کی زبان پر جاری رہے گا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کا حجاب نور ہے اور اسم محمدؐ ملاذ کہ کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے"

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اے نبیؐ! آپؐ کو اللہ اور آپؐ کی اتباع کرنے والے مومنین کافی ہیں۔" (الانفال، ۶۴)

یہاں باری تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے خطاب فرما رہا ہے کہ اے میرے محبوب ﷺ میں بھی تیرے لئے کافی ہوں اور وہ مومنین جو آپؐ کی اتباع میں ہیں وہ بھی کافی ہیں ۔ رب تعالیٰ جل شانہ نے جو لفظ اپنے لئے استعمال فرمایا ہے وہی لفظ مومنین کے لئے استعمال فرما کر ان کی اہمیت اور قدر و منزلت بیان فرمائی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ میرے اپنے ہیں ۔ ان نفوس قدسیہ کو "من دون اللہ" کہنا اللہ تعالیٰ کے حکم میں شریک کرنے کے مترادف ہے ۔ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

"اور عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین ہی کیلئے ہے۔" (المنافقون، ۸)

آیت مقدسہ میں حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کی عزت، بلندی اور عظمت بیان فرمائی گئی ہے اور انہیں عزت والا کہا گیا ہے ۔ مومنین میں اصحابؓ، اہل بیت عظامؓ اور اولیائے کرام سب شامل ہیں ۔ حضور پرنور شافع یوم نشور ﷺ اور آپؐ کی اس مقدس جماعت کو "من دون اللہ" میں شامل کرنا خداوند کریم کے عطا کردہ مقامات اور مراتب جو صریحاً نص قطعی سے ثابت ہیں سے انحراف کے مترادف ہے ۔ انبیاء کرامؑ اور اولیائے کرامؒ مادی و روحانی نعمتیں عطا کرنے والی جماعت ہے ۔ عطا کرنے والے اور جنہیں عطا کیا گیا ہے میں خالق و مخلوق کا فرق ہے ۔ روحانی و مادی نعمتوں کی تقسیم کیلئے ان نفوس قدسیہ کا چناؤ اور انتخاب رب تعالیٰ جل شانہ نے خود فرمایا ہے ۔

اگر اللہ تعالیٰ عطا نہیں کر سکتا تو اس سے یہی مراد لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا بند ہے ۔ یوں یہ اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی میں مسدود اور قید کرنے کی سازش ہے جو توحید کے عین خلاف ہے ۔ قرآن مجید نے "من دون اللہ" کو مکھی اور اس کے پر کے برابر بھی نہ سمجھنے کی ہدایت و عقیدہ دیا ہے اور ان کے ماننے والوں کے گھر کو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ترین گھر قرار دیا ہے ۔ افسوس ہے ان پر جو بڑی چابکدستی، چالاکی اور مکاری سے وہ آیات جو مشرکین اور کفار کیلئے نازل ہوئی ہیں ان آیات کا اطلاق

رسولوں، نبیوں، صحابہ کبارؓ، اہل بیت عظامؓ اور اولیائے کرامؒ جیسی مقدس ہستیوں پر کرتے ہیں۔ جو قرآن کے قانون کی روح کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو ایسی ناپاک جسارت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

رب تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ذیشان ہے

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ۝

"کیا یہ کافر لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا کارساز بنائیں گے تو ہم خفا نہیں ہوں گے۔ ہم نے ایسے کافروں کے لئے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔" (کہف، ۱۰۲)

آیت مبارکہ میں لفظ "ان یتخذوا عبادی" قابل غور ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہر وہ چیز جو اللہ رب العزت کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے ماسوا میں داخل ہے۔ لیکن عبد ماذون اور ہے۔ اس آیت مبارکہ سے عام فہم لوگوں کو بڑی چابک دستی سے دھوکہ دیا جاتا ہے۔ عبد ماذون کے اعمال اور افعال و کردار کو سنت رسول اللہ ﷺ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام نہیں ہیں ان کے اعمال کو مشرکانہ اور کافرانہ قرار دیا گیا۔ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا اور وہ اپنے اعمال و افعال اور کردار پر اتراتے پھرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں یقیناً خسارے میں ہیں۔ ان کافروں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں دھکیل دے گا۔ اور جو اذن یافتہ ہیں وہ "فریق فی الجنۃ" یعنی جنتی گروہ میں شامل ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ آج کل کچھ عقل کے اندھوں نے "عبد ماذون" اور "من دون اللہ" کے فرق کو ختم کر دیا ہے اور وہ "من دون اللہ" والی آیات "عبد ماذون" پر لگا کر اپنی دکانیں چمکا رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی جسارت کر کے وہ نہ صرف سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں بلکہ اپنی عاقبت بھی برباد کر رہے ہیں۔

اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"اے حبیبؐ! آپؐ فرمائیں کیا ہم تمہیں بتا دیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص (ہلکے) عمل کن کے ہیں۔"

آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے حبیبؐ ان کو باخبر کر دو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی باتیں مانتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ

نے اذن عطا نہیں فرمایا وہ گمراہ ہیں ۔ گمراہی کو وہ کامیابی قرار دے دہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ان کے یہ اعمال و افعال بہت اعلیٰ ہیں ۔ ان کی اس سمجھ کی وجہ سے اسی سورت کی آیت نمبر۱۰۵۔۱۰۶ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کرتے ہیں ۔ ان کا تمام کیا کرایا ضائع ہو گیا اور بروز قیامت ان کی چلت پھرت اور سکون سب کا میزان میں کوئی وزن نہیں ہو گا اور ان کے اعمال ہلکے ہوں گے بھاری نہیں ہوں گے ۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور اس کے رسولوں کے ساتھ مذاق کیا اور ان کو غیر اللہ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سمجھا ۔

آیت نمبر۱۰۷ میں رب العزت جل شانہ ارشاد فرماتا ہے

"بے شک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے جنت الفردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے"

آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل ایمان کو اور صالح اعمال کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ ان کا مقام جنت الفردوس ہے جہاں باغات سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی اور یہ ابدی زندگی ہو گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے ۔

مکرر عرض ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں صریحاً" واضح اور صاف حکم فرما دیا ہے کہ رسول اول و رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو کچھ عطا فرمائیں لے لو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ ۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور دین کو ہم تک پورا اور سالم پہنچایا ۔ نہ صرف مادی کائنات کے لئے بلکہ روحانی کائنات کے لئے بھی ۔ مادی کائنات دارالعمل ہے جب کہ روحانی کائنات دارالجزا ہے ۔ آپؐ "سرور کونین" ہیں ۔ آپؐ نے نماز کو مومن کی معراج قرار دیا ۔ نمازی کو معراج اس ساعت ملتی ہے جب اس کا رابطہ اور تعلق سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتا ہے اور اسے دو جہانوں کی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا ہے آپؐ کے نورانی ذریعے سے اسے رب تعالیٰ کا دیدار اور قرب حاصل ہوتا ہے ۔ اسے "لقا" کہتے ہیں ۔ عاشق صادق جب اس اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچتے ہیں تو اپنی سچی محبت کا اظہار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں کرتے ہیں ۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

جب یہ عاشق صادق اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت سے آشنا ہوتے ہیں تو بے اختیار ان کی زبان پر یہ دعا آتی ہے کہ اے خالق و مالک ! مجھے دو جہانوں کی ضرورت نہیں ۔ بس تیرا دیدار نصیب ہو اور

میں دیکھتا رہوں۔ قیامت تک کے اولیاء کرامؒ کو یہ مقام ملتا رہے گا۔

ان نفوس قدسیہ یعنی اولیائے کرامؒ میں تحمل ' برداشت ' صبرو استقامت ' بردباری اور عفو و درگزر کی اعلیٰ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ چاہے اپنے ہوں یا پرائے ان کا رویہ ' برتاؤ اور سلوک اعلیٰ خصوصیات سے مزین ہوتا ہے۔ رشتہ داروں اور دوستوں نے ان کے معاملے میں جو بھی فروگذاشتیں کی ہوتی ہیں یا ان سے جو بھی لغزشیں سرزد ہوئی ہوتی ہیں یہ پاک ہستیاں عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کردیتی ہیں۔ نتیجتاً وہ لوگ ان نفوس کے گرویدہ اور شیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف دشمن ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر اور انہیں ہدف بنا کر طرح طرح کے مظالم روا رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ ظالم ان کی زد میں آجاتے ہیں تو خوف کے مارے ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے اور انہیں اپنے کئے ہوئے مظالم یاد آنے لگتے ہیں۔ اس لئے کہ اب وہ خود اپنے ہدف میں آچکے ہوتے ہیں۔ انہیں خیال گزرتا ہے کہ اب ہماری زندگی تار تار ہو کر بکھر جائے گی۔

لیکن ان رحیم و کریم اور صبرو استقامت کی پیکر مقدس ہستیوں کی زبان سے ان دشمنوں کے لئے عام معافی کا اعلان ہوتا ہے جنھوں نے جان بوجھ کر اور ہدف بنا کر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہوتے ہیں۔ یہ بات ان کے عمل کے برخلاف ہوتی ہے۔ وہ اپنے عمل کے ردعمل اور نتیجے کا فیصلہ اپنے دل میں خود ہی کرچکے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا واسطہ اہل اللہ سے ہوتا ہے جو عبدماذون ہوتے ہیں من دون اللہ نہیں۔

اس سارے عمل کا تبادلہ غیر مرئی ہوتا ہے اور دل ہی دل میں رہتا ہے۔ مگراس کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں قسم کے گروہ یعنی رشتہ دار و دوست احباب اور دشمن جو طبعاً یا فطرتاً منیب اور سلیم الطبع ہوتے ہیں ان پاک ہستیوں سے ایسے جڑتے ہیں کہ جس طرح پانی کا قطرہ پانی میں شامل ہو کر حیات پالیتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہو کر توبہ کرتے ہیں اور ساری زندگی رب تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں۔ یوں ان کے مقامات و درجات بلند ہوتے جاتے ہیں اور وہ مقام ولایت تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔

اس کے برعکس جو طبعاً اور فطرتاً شقی القلب ہوتے ہیں ان کے متعلق قرآن مجید نے بہترین مثال دی ہے اور کہا ہے کہ ان کی مثال کتے کی طرح ہے۔ ان کو لادو یا نہ لادو ان کی زبان ہر وقت باہر نکلی رہتی ہے اور وہ ہانپتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی کیفیت ' حالت اور انجام سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ہمیں قرآن مجید کے نور سے استفادہ کرنا چاہیے اور اہل قرآن اور "من دون اللہ" کے فرق کو سمجھنا چاہیے۔ جن نفوس قدسیہ کو حضور کائنات ﷺ کی غلامی کا شرف ملا ان کے مقامات ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ اسی طرح لاکھوں لوگ صبح و شام آپؐ سے روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

اسکے برعکس مسلمانوں کی حالت زار پر رونا آتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف آپؐ کے دیئے ہوئے کامل و اکمل دین متین اور سنت مبارکہ کو ترک کیا بلکہ اولیائے کرامؒ جو اللہ تعالیٰ کے اذن یافتہ ہیں کے در کو بھی چھوڑ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی حالت سوکھے ہوئے پتوں کی طرح ہو گئی کہ ذرا سی ہوا کے جھونکے سے کبھی ادھر اڑ گئے کبھی ادھر۔ حضرت سلطان باہوؒ نے مسلمانوں کی اسی کیفیت کو کیا خوب بیان فرمایا ہے

تاڑی مار اڈا نہ ساکوں

اساں آپے اڈن ہارے ہو

ایسے وقت میں ان کا نہ قرآن پر یقین رہا ہے اور نہ ہی حدیث پر۔ امام کی تقلید تو پہلے ہی چھوڑی جا چکی ہے۔ اس پر ظلم یہ کہ ایسا طبقہ اولیائے کرامؒ جیسی مقدس ہستیوں پر قسما قسم کے اعتراضات اور فتوے لگانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ علامہ جی نے ہمیں یہ روشنی دی ہے کہ

"غلامی سے ہے بدتر بے یقینی"

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ناسمجھی اور بے یقینی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

"جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے کالے۔" (آل عمران، ۱۰۵)

حضرت ابن عباسؓ آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بروز قیامت دو قسم کے گروہ میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ ایک وہ جماعت ہو گی جن کے چہرے منور و تاباں ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنی زندگیوں میں نمونہ بنایا ہو گا اور آپؐ کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے تمام افعال اور احوال و کردار کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہو گا اور اپنی ہر ہر ادا کو سنت مصطفیٰؐ کے نور سے منور کیا ہو گا۔ جب کہ دوسری طرف ایسی

جماعت ہو گی جس نے آپؐ کی سنت مبارکہ کو اپنے لئے مشعل راہ نہیں بنایا ہو گا۔ اسی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں گے۔

بروز قیامت صرف توحید کے ماننے والوں کو فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ توحید توحید ہی نہیں جس میں سنت مصطفیٰؐ کو نظرانداز کیا جائے بلکہ یہ ابلیسی توحید بن جاتی ہے۔ اس گھڑی فائدہ صرف انہی نفوس قدسیہ کو ہو گا جنہوں نے اپنا رابطہ اور تعلق رسول ثقلین سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلبی محبت سے جوڑا ہو گا۔ اور قلبی محبت کا تقاضا، علامت یا نشانی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کرنے سے انسان کو راحت محسوس ہو نہ کہ گرانی۔

اپنے چہروں کو منور کرنے کے لئے اور سیاہ ہونے سے بچانے کے لئے ہم سرتاج عالمین ﷺ کی عنایت کردہ عظیم الشان نعمت یعنی سنت مبارکہ پر دل و جاں سے عمل کر کے اس مشکل گھڑی میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی امت کو یہی ہدایت فرمائی ہے

روز محشر کہ جاں گداز بود   اولین پرسش نماز بود

سارے کا سارا نظام نماز احادیث مبارکہ ہی سے تعبیر و تکمیل تک پہنچتا ہے یعنی وضو، نیت نماز، قیام، رکوع، سجود، قعدہ، سلام اور دعا یہ سب معلومات احادیث مبارکہ ہی کی مرہون منت ہیں ارشاد ربانی ہے۔

"جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے عطا کئے ہوئے نور پر ہے کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟ سو جن لوگوں کے دل اللہ رب العزت کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے سو ان کے لئے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔"

(الزمر، ۲۲)

آیت مبارکہ کی تفسیر ایک عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ آپؓ کی عظمت، فضیلت اور شان کی وجہ یہ ہے کہ آپؓ فقہ حنفیہ کے امام ہیں۔ آپؓ کی فقہ کا سلسلہ کچھ یوں ہے۔ حضور کائنات ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حماد سے حماد ون سے نعمان (امام ابو حنیفہؒ)

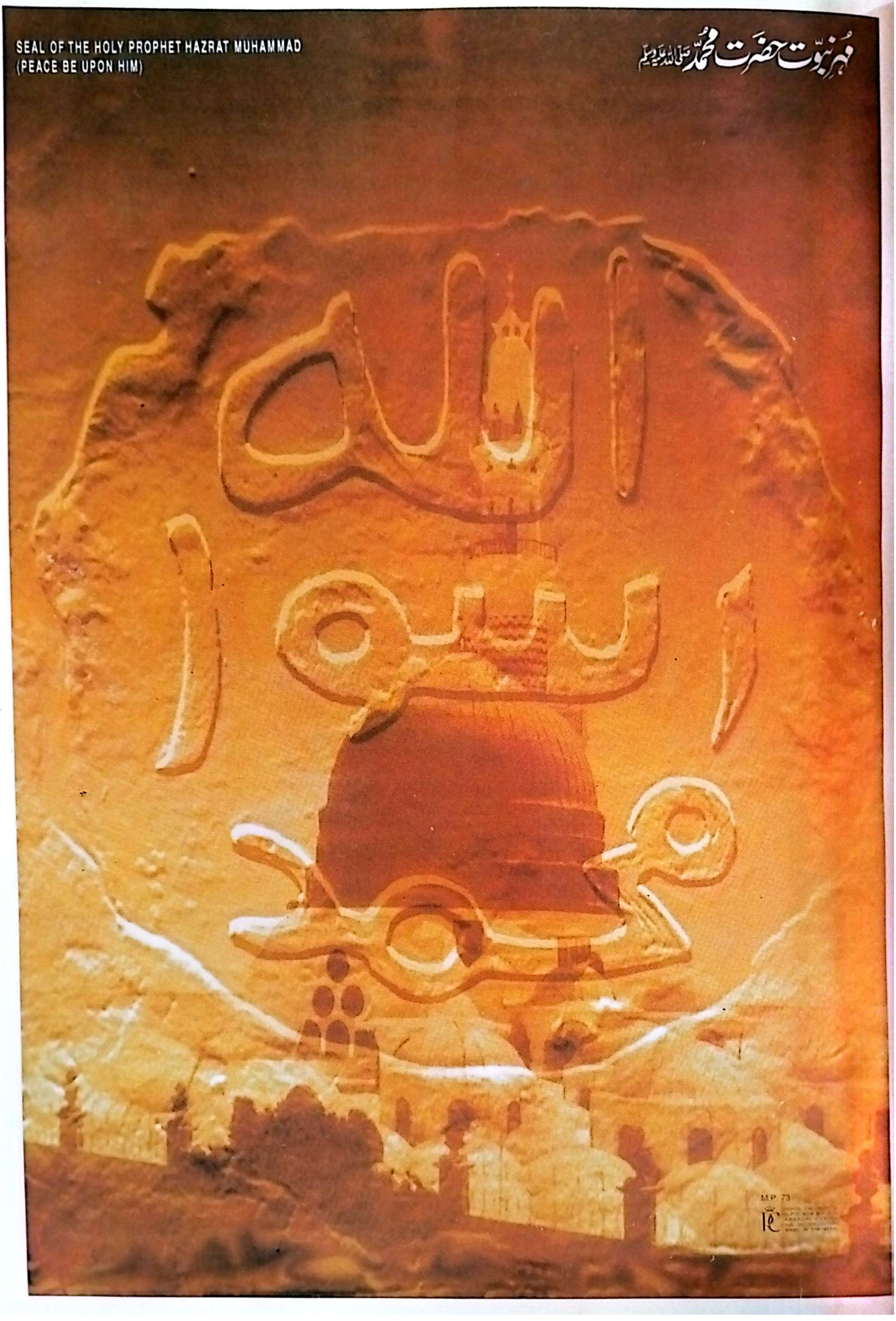
آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ جل شانہ نے جن لوگوں کا ذکر سوالیہ انداز میں فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینوں کو ازل سے اسلام کے نور سے جگمگا دیا گیا ہے۔

ان کے چہرے بروز قیامت حضور کائنات ﷺ کی اتباع اور آپ کی احادیث مبارکہ پر عمل کرنے کی وجہ سے روشن و درخشاں ہوں گے۔ ان کی حیات سرور کونین ﷺ کے وجود مسعود اور عمل و سکون میں ایسے ڈھل جائے گی کہ جس طرح پانی زرخیز زمین میں ضم ہو جاتا ہے اور مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ بس یہی لوگ حیات ابدی سے ہمکنار ہوں گے اور ان کا مقام بہشت بریں ہو گا۔ اور جن لوگوں کے دل سیاہ ہیں ان میں حضور ﷺ کی سیرت پاک کا نور ایسے نہیں پہنچے گا جس طرح پتھر میں پانی نہیں جاتا۔ یہی لوگ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا انکار کریں گے اور اس کو راحت اور کامیابی سمجھیں گے۔ حالانکہ وہ راہ مستقیم کی بجائے "فریق فی السعیر" کی راہ پر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جملہ عالم اسلام کو محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

شمع محفل ہو کے جب تو سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی لذت سے بیگانے رہے
رشتہ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تیری تسبیح کے دانے رہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا
حَيًّا قَيُّوْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا فِيْهِ كَمَا يَلِيْقُ
بِشَانِهِ الْجَلِيْلِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ خَاتِمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ وَاَرْسَلَهُ اِلَى النَّاسِ
كَآفَّةً بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ كَثِيْرًا كَثِيْرًا ط


SEAL OF THE HOLY PROPHET HAZRAT MUHAMMAD
(PEACE BE UPON HIM)
مُہرِ نبوّت حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ
رسول
محمد
M.P. 73

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر1

باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی صورت مقدس اور حلیہ پاک کے بیان میں ہے

(اس باب میں چودہ احادیث ہیں)

حدیث نمبر1

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو بے ڈول لمبے قد کے تھے اور نہ ہی ٹھگنے اور آپؐ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح سفید تھا اور نہ ہی ٹیالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک نہ تو پیچدار تھے اور نہ ہی سیدھے اکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو چالیس سال کی عمر شریف میں نبوت کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ دس برس مکہ مکرمہ اور دس برس مدینہ منورہ میں تبلیغ اسلام کیلئے قیام فرما رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تریسٹھ برس کی عمر میں وصال عطا فرمایا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال مبارک بھی سفید نہ تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر1

اللہ جل شانہ کی ذات مبارکہ خود حسین و جمیل ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کے سامنے اپنا معیار حسن و جمال رحمت للعالمین خاتم النبیینؐ ہی کو قرار دیا ہے۔ رنگت کی سفیدی میں، بالوں کے گھنگریالے پن میں اور چہرے کی تابانی میں حضور ﷺ ہی معیار حسن ہیں۔ جہاں درازی قد کے شروع ہونے کا عیب ہو اس عیب سے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قد مبارک کو رب تعالیٰ جل شانہ نے بے عیب رکھا۔ اور جہاں پستی قد کے عیب کا آغاز ہو اس عیب سے بھی رب

العزت جل شانہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد مبارک کو مبرا رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہر عیب سے منزہ و پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ واجب الوجود ہے۔ قد سے پاک ہے۔ لیکن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک حسن و جمال اور کمال کا بے مثل و بے مثیل معیار اور شاہکار ہے۔ آپؐ کے قد مبارک کے حسن و جمال اور بے عیب و بے مثال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ کا قد مبارک اللہ تعالیٰ کے قد کی مثال ہے

رنگوں میں آپؐ کی رنگت معیار حسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنگوں کے عیب یعنی رنگوں کی کمی بیشی سے نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ آپؐ کو ایسے رنگ و روپ سے سنوارا کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا رنگ و روپ نظر آئے اور آپؐ اللہ تعالیٰ کے رنگ و روپ میں جلوہ نما ہوں۔ چہرے کی تابانی میں حضور ﷺ ہی معیار حسن ہیں۔

حرف آخر یہ ہے کہ آپؐ کا وجود باسود ہی معیار حسن ہے اس سے آگے پیچھے جو کچھ ہے وہ سب عیب یا کمی بیشی ہے۔ آپؐ جمال اللہ ہیں۔ شاعر رسالتؐ حضرت حسانؓ بن ثابت نے آپؐ کے حسن تمام ہی کو معیار حسن اور آپؐ کی ذات اقدس کو بے عیب و بے ریب قرار دیا ہے۔

ے واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلدالنساء
خلقت مبرآء من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

حدیث نمبر ۲

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد درمیانہ تھا یعنی نہ تو دراز قامت تھے اور نہ ہی پست قد (ٹھنگنے)۔ جسم مبارک انتہائی خوبصورت تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک نہ بہت گھنگریالے تھے اور نہ ہی کھڑے، رنگ مبارک سنہری تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو بغیر رکاوٹ (آگے کو جھکے ہوئے) کے چلتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

یہ حدیث مبارکہ حضرت انسؓ سے روایت ہے جنھیں دس برس تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور چاکری کی سعادت نصیب رہی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنہری رنگت والے تھے۔ یعنی آپؓ ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ و روپ کو تکتے رہے اور اسے اپنے دل کی گہرائیوں میں نقش کرتے رہے۔ ہمیں انہوں نے یہ نعمت عطا فرمائی کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سنہری تھا۔ انہوں نے بہت ہی پیارا لفظ عطا فرمایا ہے۔ جب صوفیائے کرام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے قلوب پر ھلکے زرد رنگ کا نور وارد ہوتا ہے اور اس پر سنہری چمک ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ نور معرفت و ولایت سے معمور و منور تھے۔ اسی لئے انہوں نے معرفت و ولایت کے رنگ کو بیان فرمایا۔

آپؐ ایسے چلتے تھے جیسے بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔ جھک کر چلنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اکڑ کر چلنا غرور کی علامت ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ سنت ملی کہ ہمیں جھک کر اور دیکھ کر چلنا چاہیے۔ قرآن مجید میں عاجزی سے چلنا بندگان خدا کی صفت قرار دیا گیا ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

"اور اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو عاجزی سے چلتے ہیں" (فرقان، ۶۳)

حدیث نمبر۳

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ درمیانہ قد آدمی تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپؐ کے سراقدس کے بال مبارک دونوں کانوں کی لو تک لمبے تھے۔ آپؐ کا جوڑا سرخ رنگ کا تھا۔ میں نے آپؐ ہی کو ہر چیز سے بڑھ چڑھ کر حسین پایا۔

حدیث نمبر۴

براء بن عازبؓ نے فرمایا میں نے کسی کو سرخ جوڑے میں ملبوس اور کانوں کی لو تک

لٹکے ہوئے بالوں میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپؐ کے سر اقدس کے بال مبارک آپؐ کے شانوں کو چومتے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک نہ پست قامت تھا اور نہ دراز۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳۔ ۴

شانوں کے درمیان کا فاصلہ حضور ﷺ کے سینہ مبارک کی وسعت کی ذلالت کرتا ہے۔ سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک کو رب تعالیٰ جل شانہ نے ایسی وسعت عطا فرمائی کہ ارشاد ہوا

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ○

"کیا ہم نے آپؐ کیلئے آپؐ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا" (الم نشرح ۱)

صحابیؓ اسی وسعت کو بیان کر رہا ہے کہ آپؐ کے شانے مبارک کھلے اور کشادہ تھے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس کی وسعت میں یہ راز تھا کہ اس پر دو عظیم نعمتوں کا ظہور ہونے والا تھا۔ یعنی سینہ مبارک میں ایسا مطہر قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جو مہبط وحی تھا۔ رب تعالیٰ نے سینہ مبارک کو اس لئے کشادہ فرمایا تاکہ اس پر وہ قرآن نازل ہو سکے جس کے وزن سے پہاڑ و صحرا لرز اٹھے اور کائنات نے جس کے بوجھ کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ دوسرا آپؐ کی پشت مبارک پر ختم نبوت کی مہر ثبت تھی۔ اس حدیث مبارکہ سے ہمیں حضورؐ کے موئے مبارکہ کی لمبائی کا معیار بھی مل رہا ہے۔ بال تو ہر ایک رکھتا ہے لیکن سنت کا اہتمام کرنیوالا اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں "وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی" کہہ کر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زلفوں کی قسم کھائی ہے۔ بالوں کا معیار و انداز آپؐ کی سنت مبارکہ ہے۔

صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس مبارک کا رنگ بیان کر رہا ہے۔ رنگت اگر سنہری ہو اور اس پر سرخ اور سیاہ دھاریوں سے مزین لباس بدن منور پر ہو تو خود اندازہ لگائیں کہ حسن و

جمال مصطفیٰؐ پر لباس کیسے جچتا ہو گا۔ جس صحابیؓ نے حضورؐ کو اس رنگ و روپ میں دیکھا ہو گا وہ کیسا خوش نصیب ہو گا۔ سرخ رنگ کا لباس رنگت کی سفیدی کو اجاگر کرتا ہے اور سیاہ رنگ بھی حسن کو نمایاں کرتا ہے۔ اسی لئے صحابیؓ یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ ایسا حسین و جمیل وجود مقدس میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ ان خوبصورت مناظر کا مشاہدہ کرنا حضرت براء بن عازبؓ کی قسمت میں تھا۔ ایک اور منظر کو وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کی سیاہ گھنگریالی زلفیں شانوں مبارک کو چومتی ہوئی جمال مصطفیٰؐ کو ظاہر کر رہی ہیں۔ یہ ان کے عشق رسولؐ کی دلیل ہے کہ وہ حضورؐ کے لباس مبارک اور زلفوں کا ذکر کرتے ہوئے زبان حال سے کہہ رہے ہیں

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی ۔۔۔ جیسے مری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

درحقیقت صحابیؓ کی گفتگو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا پانی ہے۔ اگر دل کی زمین زرخیز ہو یعنی دل میں بغض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض نہ ہو تو اس ذکر پاک سے قاری کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورانی باغ لگ جاتا ہے اور اس کے رنگین و منور پھولوں کی خوشبو سے دل کی دنیا مہک جاتی ہے۔ یہی حسین خواب اور حسین نظارے لیکر جب کوئی عاشق صادق اپنی قبر میں جاتا ہے تو اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے باغ بن جاتی ہے اور دل کی آنکھ جنت کے نظاروں میں محو ہو جاتی ہے۔ دعا ہے خداوند کریم ایسے سچے عشاق کی جوتیوں کی خاک سے وابسطہ رکھے اور اپنے خاص فضل و کرم سے اس ذکر پاک کی نعمت عظمیٰ سے حصہ عطا فرمائے جو صحابی رسولؐ کو حاصل تھی۔ آمین

حدیث نمبر۵

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ دراز قد تھے اور نہ ہی پست قامت۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے۔ سر اقدس موزوں بڑا تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں ڈلدار تھیں۔ سینہ مبارک سے لے کر ناف تک ایک لمبی لکیر تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے تو بلا رکاوٹ آگے کو جھکے ہوئے چلتے تھے۔ گویا آپؐ نشیب کی

طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مثل حسن و خوبصورتی میں کسی ایک کو نہیں دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵

اس حدیث کے راوی باب العلم مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں جو حضور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حسن و جمال کو دیکھ کر اپنے تاثرات اور جذبات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ آپؓ کی نگاہیں کبھی تو سراپا حسن و جمال کے پاؤں مبارک کے تلوے چومتیں اور کبھی دست مبارک کو بوسے دیتیں۔ جوڑوں کی ہڈیاں ڈلدار کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے کرام وجود کے اعتبار سے بھی اپنی امت سے قوی ترین ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ تو امام الانبیاءؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام مقدس مضبوط ترین وجود پر نازل فرمایا۔ اس لئے ارشاد فرمایا

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا

"بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔" (مزمل ۵)

حدیث مبارکہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور ﷺ سے قرب بھی ظاہر ہو رہا ہے تبھی تو نگاہیں سینہ مبارک سے لیکر ناف مبارک تک دیکھ رہی ہیں جو حد ستر ہے۔ جب حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ۔" تو لوگوں نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دریافت کیا کہ آپؓ اپنے اندر کتنا علم محسوس کرتے ہیں۔ سرتاج ولایت نے فرمایا کہ "میرے سامنے از ابتدائے کائنات تا انتہائے کائنات کے سب حجابات کھل گئے ہیں۔"

اسی لئے آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور کائناتؐ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ کیونکہ کائنات کے آغاز سے انتہا تک کے تمام حجابات آپؓ کے سامنے کھلے تھے اور آپؓ دیکھ کر ارشاد فرما رہے تھے کہ آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل اور کوئی نہیں۔ گویا ساری کائنات سامنے تھی جس میں آپؓ کو صرف حضور ﷺ نظر آ رہے تھے۔ یعنی کوئی لاکھوں میں ایک کہہ سکتا ہے کوئی کروڑوں میں

ایک کہہ سکتا ہے لیکن پوری کائنات میں ایک کہنے کا حق صرف مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی حاصل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے

"اگر ساری کائنات کے حجابات میرے سامنے سے اٹھ جائیں میرے ایمان و علم میں نہ اضافہ ہو گا نہ کمی۔"

اسکی وجہ یہ ہے کہ جب آپؓ کعبۃ اللہ میں مولود ہوئے تو بینا نہ تھے۔ آنکھ مبارک نہیں کھولتے تھے۔ آپ کی چچی آپؓ کو باہر لائیں اور حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیٹا دیا ہے۔ جونہی آپؓ گود مصطفیٰ میں آئے آپؓ نے آنکھیں مبارک کھولیں اور رخ انور کی زیارت کی یعنی سب سے پہلے آنکھ مبارک نے حضور ﷺ کے چہرہ تاباں کو دیکھا۔ چونکہ ساری کائنات کو رب تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے پیدا فرمایا اور سرچشمہ ولایت نے وجہ تخلیق کائناتؐ کے دلربا چہرہ انور کی زیارت کر لی اس لئے فرمایا کہ اگر کائنات کے سارے پردے اٹھ جائیں تو مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ ایمان تو صرف حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کا نام ہے۔ ان کی نگاہوں نے اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میں سرکار دو جہاں ﷺ سے زیادہ کسی اور کو حسین نہ پایا اور نہ دیکھا۔

؎ رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حدیث نمبر۶

حضرت ابراہیم بن محمد (جو کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پوتے ہیں) جناب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت بھی مولائے کائنات رضی اللہ عنہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تھے تو ارشاد فرماتے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو بے ڈھب لمبے تھے اور نہ بد نما پست قد کہ ایک عضو دوسرے عضو میں گھسا ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مائل بہ درازی تھے۔ آپؐ کے بال مبارک نہ تو بہت

زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ ہی سیدھے کھڑے بلکہ خمیدہ (کنڈل) تھے۔ نہ تو آپؐ کا وجود اقدس موٹا تھا اور نہ ہی چہرہ انور بالکل گول (چپٹا) تھا بلکہ رخ تاباں کتابی تھا۔ آپؐ کے رنگ مبارک میں سفیدی اور سرخی کا امتزاج تھا۔ آنحضور ﷺ کی آنکھیں مبارک کشادہ خوب سیاہ تھیں۔ آپؐ کے ابرو مبارک لمبے لمبے اور انتہائی خوبصورت تھے۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں اور دونوں شانوں کا درمیانی حصہ بھی مضبوط تھا۔ وجود اقدس پر بال نہ تھے مگر سینہ مبارک سے لے کر ناف مبارک تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔ آپؐ کے ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے مبارک پر گوشت تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو ایسے مضبوط قدم اٹھاتے جیسے بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔ جس وقت آپؐ کسی ایک کی طرف متوجہ ہوتے تو اچھی طرح متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ ازروئے قلب آپؐ سب سے زیادہ فیاض تھے اور از روئے گفتار آپؐ سب سے زیادہ سچے تھے اور از روئے طبیعت مبارکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نرم تھے اور ازروئے قبیلہ آپؐ عرب کے قبیلوں میں سب سے زیادہ محترم و بزرگ تھے۔ جو شخص اچانک آپؐ کو دیکھتا تو ڈر جاتا اور جو شخص حصول معرفت کیلئے متواتر آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا محبوب بنالیتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے والا کہے گا کہ میں نے آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد آپؐ کی مثل حسن اور خوبصورتی میں کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حدیث مبارکہ میں حضور کائنات ﷺ کے اسوہ حسنہ کی بات کی گئی ہے۔ گفتگو میں پوری توجہ اسی پر مرکوز کرتے جس سے گفتگو فرماتے۔ اپنا چہرہ اسکی طرف پھیر لیتے اور اسکی بات پوری

توجہ سے سنتے۔

اس حدیث شریف سے ہمیں یہ درس ملا کہ دوران گفتگو کسی سے منہ نہ پھیرا جائے اور توجہ سے گفتگو کی جائے۔ حدیث پاک میں اس حد تک آتا ہے کہ راہ چلتے اگر کوئی بچہ بھی حضورؐ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیتا تو اس وقت تک اپنا ہاتھ مبارک نہ چھڑواتے جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دیتا۔ حدیث شریف میں راوی یہ بیان کر رہا ہے کہ جب کسی کی پہلی نگاہ چہرہ انور پر پڑتی تو اس کا دل دہل جاتا تھا اور دھک دھک کرنے لگتا تھا۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ جونہی کوئی کسی خوبرو چہرے کو دیکھتا ہے تو اس کے حسن کی جلوہ نمائی یہی اثر دکھاتی ہے اور وہ عالم سکوت میں چلا جاتا ہے۔ خوف اسے صرف یہ ہوتا ہے کہ اس پیکر حسن و جمال سے رابطہ کیسے ہو گا۔ اور دل میں موجیں مارتے، اچھلتے اور ابلتے ہوئے جذبات کے سمندر کا اظہار کیسے ہو گا۔

عاشق صادق کو خوف صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے کہ جس سے میرا محبوب مجھ سے ناراض ہو جائے یا روٹھ جائے۔ یہ چھوٹی سی مثال اس عاجز نے بحیثیت انسان کے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاثرات کے ضمن میں بیان کی ہے۔ جب کوئی جمال اللہ کو دیکھتا تو اس کے فیض سے مقام صحابیت اسے فوراً مل جاتا تھا۔ مگر یہ ساری بے تابیاں قرب حاصل کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ جب اسے قرب کی عظیم الشان نعمت میسر آ جاتی تو پھر جو کچھ اس کے دل میں آتا فوراً محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بلا رکاوٹ گوش گزار کر دیتا اور زبان رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی مشکل کشائی میں دیر نہ فرماتی تھی۔ جو سوال دل و زبان پر آتا تھا بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتا تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف و رحیم اور رحمت للعالمین ہیں۔ آپؐ کی زبان اقدس پر "لا" کبھی نہیں آیا ماسوائے "لا الہ الا اللہ" کے۔

ے واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت عظمیٰ اور نعمت بے پایاں ہی کا فیض ہے کہ کوئی غوث، قطب یا ولی صحابی رسولؐ کے پاؤں کی گرد کو بھی نہیں مل سکتا۔ یہ خوش قسمتی اور خوش بختی صرف انہی نفوس قدسیہ کے حصہ میں آئی۔ ہمیں تو ان کا ذکر پاک بھی عبادت معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ ترین کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی گلیوں کی خاک کو ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنائے۔ آمین ثم آمین

حدیث مبارکہ میں قد مبارک کا معجزہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس قدر بھی جم غفیر ہوتا حضورؐ سب سے دراز نظر آتے اور آپؐ کی پشت مبارک نمایاں نظر آتی۔ شانوں کے درمیان مہر نبوت کا ذکر کیا گیا ہے جو آپؐ کے نبی اول اور ختم المرسلین ہونے کی علامت ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مہر نبوت کی زیارت کا شوق صدیوں تک اپنے دل میں بسائے رکھا۔ انہوں نے علمائے سلف سے اس کا ذکر سنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ تورات، زبور اور انجیل میں بھی حضورؐ کی مہر نبوت کے تذکرے موجود تھے۔ آخر کار وہ ساعت ہمایوں بھی آن پہنچی جب حضرت سلمان فارسیؓ نے حضورؐ کی مہر نبوت کو چوما اور اپنے دل کی پیاس کو سیراب کیا۔

حدیث نمبر ۷

جناب امام حسن بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے پوچھا اور وہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت ہی زیادہ حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے بڑا شوق تھا کہ وہ میرے لئے سید پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کریں تاکہ میں ان کے ساتھ تعلق پیدا کروں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس عظیم بزرگ تھے اور دوسروں کی نظر میں بھی بڑے معظم و محترم تھے۔ چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپؐ درمیانہ قد سے ذرا بڑے تھے اور لمبے تڑنگے قد سے ذرا چھوٹے تھے۔ آپؐ کا سر اقدس موزوں بھاری تھا آپؐ کے بال مبارک کنڈل دار (خمیدہ) تھے۔ اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ نہیں۔ آپؐ کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے۔ آپؐ کا رنگ مبارک نہایت سفید اور چمکدار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔ آپؐ کے ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور نہایت باریک تھے جو کہ پورے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابروؤں کے

درمیان رگ تھی جو کہ غصہ کے وقت ابھر آتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور پھوٹ پھوٹ پڑتا تھا۔ جو شخص غور سے دیکھتا وہ آپؐ کو بلند بینی والا خیال کرتا حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپؐ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔ آپؐ کشادہ دہن تھے۔ آپؐ کے سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی۔ آپؐ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپؐ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اور چمکتی تھی جو کہ چاندی کی طرح صاف تھی۔ آپؐ کے وجود مبارک کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا۔ آپؐ کے اعضاء ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ (یہ نہیں کہ ڈھیلے اور لٹکے ہوئے تھے) آپؐ کا پیٹ اور سینہ بالکل برابر تھا۔ سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر "نور علیٰ نور" تھا۔ آپؐ کے حلقوم سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ سوائے اس لکیر کے دونوں پستانوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔ دونوں بازوؤں، دونوں مونڈھوں اور سینہ اقدس کے اوپر کے حصہ پر بال تھے۔ آپؐ کی کلائیاں لمبی تھیں۔ آپؐ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آپؐ کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے۔ آپؐ کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھی۔ پاؤں کے تلوے گہرے تھے۔ آپؐ کے قدم مبارک ہموار تھے۔ جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔ آپؐ مضبوط قدم اٹھاتے اور آہستہ آہستہ چلتے۔ آپؐ تیز رفتار بھی تھے۔ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ جب آپؐ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے۔ آپؐ نیچی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؐ کی نظر اکثر زمین کی طرف ہوتی کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ آپؐ گوشہ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ آپؐ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے۔ آپؐ جس سے بھی ملتے تو سلام میں پہل فرماتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ادب کی وجہ سے حضور ﷺ کے چہرہ انور پر نگاہیں تو نہیں جما سکتے تھے لیکن گردن مبارک کو دیکھتے دیکھتے سیر نہیں ہوتے تھے۔ گردن مبارک کیا تھی چاندی کی طرح صاف اور سفید تھی۔ چونکہ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک صحابہؓ کے پیش نظر رہتی اس لئے ارشاد فرمایا

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

"اور نہ ہی بنا لو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن کے اردگرد" (بنی اسرائیل ۲۹)

آیت مبارکہ میں رب العزت جل شانہ اپنے محبوب ﷺ سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھو یعنی دست رحمت کو کشادہ رکھو۔ اس سے ہمیں یہ لطیف نکتہ ملا کہ جب صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کو دیکھ نہیں سکتے تھے تو آپؐ کی گردن مبارک جو کہ حسین ترین اور جمیل ترین چاندی کی رنگت جیسی تھی پر اپنی نگاہیں جمائے رکھتے تھے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس دلی محبت اور قلبی چاہت کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گردن مبارک کو ہاتھوں سے ڈھانپنے سے منع فرمایا تاکہ صحابہ کبارؓ کیلئے حسین و جمیل نظاروں کا فیض عام ہو اور وہ اپنے دل کی سچی چاہت، تمنا اور خواہش و آرزو کو پورا کر سکیں اور سیر حاصل نظارہ کر سکیں۔ سیاق و سباق میں تو دست رحمت کو کشادہ رکھنے کا حکم ہے۔ اشارۃ النص میں فیض عام حضور ﷺ کی گردن کا نظارہ ہے۔ یہ بھی ایک سخاوت ہے تاکہ عشاق نظارے سے محروم نہ ہونے پائیں۔ اگر آپؐ گردن مبارک پر ہاتھ رکھ لیں گے تو صحابہؓ نظارے کی پیاس بجھانے سے محروم رہ جائیں گے۔

حدیث نمبر ۸

سماک بن حرب کہتا ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ضَلِيعُ الفَم"، "اشکل العین" اور "منہوس

العقب" تھے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سماک سے پوچھا "ضلیع الفم" کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا کشادہ دہن والے کو کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا "اشکل العین" کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا اس سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں لمبے سرخ ڈورے ہوں۔ میں (شعبہ) نے پوچھا "منھوس العقب" کسے کہتے ہیں اس (سماک) نے جواب دیا کہ کم گوشت والی ایڑی کو کہتے ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۸

اس حدیث میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی آنکھ مبارک کا ذکر ہے۔ صحابیؓ حضورؐ کی آنکھ کی تعریف کر رہا ہے۔ اسی لئے شعراء حضرات نعت خوانی میں حضور ﷺ کے نین مبارک کا ذکر بڑی شدومد کے ساتھ کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی آپؐ کی آنکھوں کا ذکر نہایت عظیم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نجم، ۱۷)

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوبؐ! تم نے میرا کامل و اکمل دیدار کیا اور صحیح کیا۔ آنکھ مبارک حد ادب سے آگے نہ بڑھی۔

حدیث نمبر۹

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے روشن ترین راتوں میں سے ایک رات حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن فرمائے دیکھا تو کبھی تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا حسن و جمال کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا۔ پس میرے نزدیک حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے بدرجہا زیادہ خوبصورت تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

اس حدیث مبارکہ میں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و وارفتگی اور شیفتگی کا اظہار ہے کیا یہ والہانہ عشق کا انداز نہیں کہ وہ کبھی چاند کو دیکھتے ہیں اور کبھی رخ انور کی طرف، کبھی لباس کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور کبھی چاند کا۔

سیل انوار رحمت رواں جو ہوا نور ہی نور تھا جس طرف دیکھئے
دیدہ و دل اجالوں میں ڈوبے ہوئے جلوہ طور تھا جس طرف دیکھئے

حدیث نمبر۱۰

ابو اسحاق نے کہا کہ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور تلوار کی طرح تھا انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۰

حضرت براء بن عازبؓ سے یہ تیسری حدیث روایت ہے۔ اس میں وہ چاند اور چاندنی کی حسین تمثیل دے رہے ہیں۔ وہ حضورؐ کے چہرہ تاباں کا چاند نہیں بلکہ چاندنی کے ہالے میں نظارہ کر رہے ہیں۔ اس حدیث پاک میں وہ تلوار کی نفی فرما رہے ہیں۔ تلوار میں کاٹ ہے اسکی تمثیل حضورؐ کے ساتھ مناسب نہیں۔ آپؐ نے جمال مصطفیٰؐ کو چاند کی چاندنی کے ہالے میں بیان کیا

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پہ ہیں چھائیاں حضرتؐ کا چہرہ صاف ہے

حدیث نمبر۱۱

ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

وجود مبارک اتنا حسین تھا جیسا کہ چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کنڈل دار (خمیدہ) تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

اس حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۲

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے روبرو انبیاء علیہم السلام کو پیش کیا گیا۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو وہ ایسے پتلے کم گوشت والے آدمی تھے جیسے شنواہ (قبیلہ) کے افراد ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان سب لوگوں میں جو میری نظر میں ہیں از روئے حلیہ کے عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ ہیں۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے ازروئے حلیہ کے تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں یعنی اپنے وجود مبارک کا ذکر کیا۔ اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو میرے نزدیک میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے ازروئے حلیہ کے حضرت دحیہ کلبیؓ کے مشابہ ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

یہ حدیث مبارکہ "کل انبیاء حیی" کی دلیل ہے۔ یعنی تمام انبیاء علیہم السلام مع الجسد زندہ ہیں۔ معراج کی شب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کی مع الجسد امامت فرمائی۔ لہٰذا یہ حدیث "کل انبیاء حیی" کا محکم ثبوت ہے کہ وہ مع الجسد زندہ ہیں۔ سیدنا ابراہیمؑ سے شبیہ مبارکہ میں مماثلت اس لئے بھی ہے کہ حضورؐ آل ابراہیمؑ

و آل اسماعیلؑ میں سے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

حدیث نمبر۱۳

سعید الجریری سے روایت ہے کہ میں نے ابوالطفیل سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت اچھی طرح سے دیکھا ہے اور اس وقت روئے زمین پر بغیر میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ میں نے ابوالطفیل سے عرض کیا کہ آپؐ کا کچھ حلیہ مبارک میرے سامنے بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملیح تھے میانہ قد تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۳

اس حدیث مبارکہ کے تاثرات واردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۱۴

ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے دونوں دانتوں کے درمیان کشادگی تھی۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامنے والے دانتوں سے نور دکھائی دیتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۴

دندان مبارک کی زیارت کا نظارہ حضرت ابن عباسؓ بیان فرما رہے ہیں۔ سامنے والے دانتوں میں کچھ کشادگی تھی اور دانتوں سے نور پھوٹتا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ چراغ کی روشنی میں کچھ سی رہی تھیں کہ اتنے میں سرکار ابد قرار صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لائے۔ اسی اثنا میں چراغ بجھ گیا اور سوئی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ہاتھ سے زمین پر جا گری۔ اس پر سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ تبسم فرمانے کی دیر تھی دندان مبارک سے ایسا نور پھوٹا کہ سارا کمرا منور ہو گیا۔ ام المومنینؓ نے اس نور کی روشنی میں گری ہوئی سوئی تلاش کر لی۔

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں کھلا دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر2

باب ما جاء فی خاتم النبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۵/۱

سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لے کر حاضر ہوئیں پس عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میری بہن کا بیٹا درد میں مبتلا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ میرے لئے برکت کی دعا کی پھر وضو فرمایا۔ آپؐ کے اس وضو کے پانی کو میں نے پیا اور آپؐ کی کمر مبارک کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو میں نے مہر نبوت کو جو کہ دونوں مونڈھوں کے درمیان تھی دیکھ لیا۔ پس وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح تھی۔

حدیث نمبر۱۶/۲

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں مبارک کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جو کہ سرخ گلٹی جیسی تھی جس کا حجم کبوتر کے انڈے جتنا تھا۔

حدیث نمبر۱۷/۳

رمیثہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات اس

وقت سنی جبکہ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ اگر میں چاہتی تو آپؐ کی مہر نبوت کو چوم لیتی اور وہ بات یہ تھی کہ جب سعد بن معاذؓ فوت ہوئے تو اس دن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "سعد بن معاذؓ کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش بھی حرکت میں آ گیا۔"

حدیث نمبر ۱۸/۴

ابراہیم بن محمد جو حضرت امیر المومنین مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پوتے ہیں فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی کل غالب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور فرمایا کہ دونوں شانوں مبارک کے درمیان مہر (مہر نبوت) تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹/۵

عمرو ابن اخطب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے زید کے والد میرے نزدیک ہو جا اور میری پیٹھ کو مل۔ پس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت مبارک کو ملنے لگا۔ پس اچانک میری انگلیاں مہر (مہر نبوت) پر لگ گئیں میں نے (یعنی علبا) نے کہا، مہر (مہر نبوت) کیا ہے۔ (ابو زید) نے کہا کہ بالوں کا مجموعہ۔

حدیث نمبر ۲۰/۶

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابی بریدہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو جناب سلمان فارسیؓ

ایک پتنوس لے کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جو کہ تازہ کھجوروں سے بھرا ہوا تھا۔ حضورؐ کی خدمت میں یہ پتنوس رکھ دیا گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلمان یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے صدقہ لایا ہوں۔ حضور نبی برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس پتنوس کو اٹھالے جا۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ راوی کہتا ہے پس وہ پتنوس اٹھا دیا گیا۔ پھر دوسرے دن سلمان فارسیؓ پہلے پتنوس کی طرح تازہ کھجوروں کا بھرا ہوا پتنوس لائے اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے سلمانؓ یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ آپؐ کیلئے تحفہ ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو ارشاد فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ پھر سید الکونین ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی اور ایمان لے آئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سلمانؓ کو اتنے اتنے درہموں میں خرید لیا (یعنی مکاتب بنا دیا) اور ساتھ ہی اس شرط پر کہ اس یہودی کیلئے کھجور کے درخت بوئے جائیں اور سلمانؓ ان درختوں کی نگرانی کریں۔ یہاں تک کہ وہ پھل لائیں اور پھل کھایا جائے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے وہ پودے بو دیئے۔ سوائے ایک پودے کے جسے جناب عمرؓ نے بویا تو تمام پودے ایک ہی سال میں پھل لے آئے سوائے اس ایک کے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس درخت کو کیا ہوا۔ جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کو میں نے بویا تھا۔ سید دو عالم ﷺ نے اس پودے کو اکھیڑ کر پھینک دیا اور پھر اپنے دست مبارک سے وہاں پودا لگا دیا۔ پس وہ اسی سال پھل لے آیا۔

حدیث نمبر ۲۱/۷

ابی نضرۃ العوفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے سرور دو عالم ﷺ کی مہر کے متعلق دریافت کیا یعنی مہر نبوت کے بارے میں اس نے جواب دیا کہ وہ (مہر نبوت) رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کمر مبارک میں ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

حدیث نمبر ۸/۲۲

عبداللہ بن سرجس ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نور مجسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہؓ کے درمیان رونق افروز تھے۔ پس میں ان کی پشت مبارکہ کی طرف سے گھوما۔ میں جو چاہتا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے اس ارادے کو پہچان گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی پشت مبارک سے چادر ہٹالی۔ پس میں نے آپؐ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی جگہ دیکھی جو کہ بند مٹھی کے برابر تھی اور اس کے چاروں طرف تل تھے گویا پتوڑی کی طرح۔ پھر میں لوٹ کر آپؐ کے سامنے کی طرف آیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! اللہ آپؐ کی مغفرت فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری بھی مغفرت ہو۔ حاضرین نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپؐ کو مغفرت عطا فرمائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اور تم سب کی بھی مغفرت فرمائے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات

تاثرات وواردات (باب مہر نبوتؐ)

ان تمام احادیث مبارکہ میں رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر ہے۔ کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ محکمات میں شامل ہے اور عقیدے کی اصل ہے اس لئے چند باتیں مقدم عرض ہیں۔

ختم نبوتؐ

علمائے لغات نے ختم کے تین معنی کیے ہیں۔

۱) **انتہاء کو پہنچنا :۔** حضور ﷺ سے نبوت کی ابتداء ہوئی اور آپؐ پر ہی انتہاء ہوئی۔ مہر کی شکل انڈے کی سی تھی۔ اگر انڈے کی بیضوی شکل بنائی جائے تو ایک نقطہ آغاز لگایا جائے گا اور دائرے کی تکمیل بھی اسی نقطے پر ہو گی۔ حضورؐ سے نبوت کی ابتداء ہوئی اور حضور ﷺ پر شکل مہر کا پورا خاکہ بنا۔ اس لحاظ سے بھی آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ مہر نبوت کی شکل چکور کے انڈے یعنی دائرہ کی طرح تھی۔ اگر نقطوں کو تسلسل کی شکل دی جائے اور ان میں فاصلہ نہ ہو تو ایک دائرہ بن جاتا ہے۔

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے نور وحدت کا
اسی کو ابتداء کہیے اسی کو انتہا کہیے

۲) **چھپانا :۔** جونہی حضور پرنور ﷺ آخری کلام لے کر تشریف لائے اور آپؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو قرآن مجید کے سامنے تورات ' زبور اور انجیل کے کلام ماند پڑ گئے۔ جس طرح سورج طلوع ہوتے ہی ستارے ماند پڑ جاتے ہیں اسی طرح امام الانبیاءؑ کے آفتاب نبوت کے طلوع ہوتے ہی باقی انبیاءؑ اور ان کی کتابیں چھپ گئیں۔ اس لئے کہ ختم کے معنی ہیں چھپانا۔

۳) **مہر :۔** جب مہر لگ جاتی ہے تو پھر نہ کوئی چیز اندر داخل ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز باہر نکالی جا سکتی ہے بس وہ چیز محفوظ ہو جاتی ہے اسی کو (Seal) کرنا کہتے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط

"محمدؐ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے"

(احزاب '۴۰)

صحابہؓ کی ساری جماعت میں بلا ریب حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک خاص تخصیص ہے۔ عالم شباب میں جب تورات ' زبور اور انجیل میں اپنے اساتذہ سے حضور سرور کائنات ﷺ کے حسن و

جمال اور جود و سخا کے متعلق پڑھا تو عشق پیدا ہو گیا۔

گہے عشق از گفتار می خیزد

کبھی کبھار حسن و جمال کا ذکر سن کر بھی عشق کی جوت بھڑک اٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے حضرت سلمان فارسیؓ کے دل کو شمع رسالتؐ کا پروانہ بنایا۔ شمع رسالتؐ کے اس پروانے کو تین علامتیں دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ ام القریٰ میں پیدا ہو گا۔ صدقہ قبول نہیں کرے گا لیکن نذرانہ اور تحفہ قبول فرمائے گا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی جس پر نورانی الفاظ میں لکھا ہو گا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت سلمان فارسیؓ تین نشانیاں لے کر محو پرواز ہوئے۔ بکتے بکاتے غلامی کے مصائب سہتے مدینہ منورہ کے ایک یہودی کے غلام بنے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کی اور آپؐ کی آمد کی خبریں مدینہ منورہ آنے لگی تھیں۔ ان کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی طرح برسنے لگیں۔ دل میں امید بندھ گئی کہ ام القریٰ کے قریب آ پہنچا ہوں۔ اب جلد ہی آنکھوں کے نور اور دل کی تمنا کو پالوں گا۔

آخر کار وہ روز سعید بھی آیا کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے یثرب کو مدینہ بنانے تشریف لا رہے تھے۔ یہ دن حضرت سلمان فارسیؓ کیلئے عید کا دن تھا۔ مرد و زن، چھوٹے بڑے تین روز تک حضورؐ کی آمد کے جلوس نکالتے رہے۔ محرابیں بناتے اور گھروں کو سجاتے رہے۔ معصوم بچیاں کوٹھے کی چھتوں پہ بیٹھی مسرت و شادمانی کے گیت گاتی رہیں۔

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا　　ما دعیٰ للہ داعی

ادھر خوشیوں کا یہ عالم دیدنی تھا تو دوسری طرف سلمان فارسیؓ تھے جو جابر و ظالم آقا کی مزدوری بھی کرتے رہے اور اونچی اونچی کھجوروں پر چڑھ کر حضورؐ کے نظارے کا بھی انتظار کرتے رہے۔ پرواز کیلئے پر مارتے لیکن غلامی حائل ہوتی۔ بالآخر چھپتے چھپاتے حضورؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ صدقہ پیش کیا مگر حضور ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔ جب پہلی نشانی اور علامت کی تصدیق ہو گئی تو انکی آنکھیں کھل گئیں اور دل کو قرار آ گیا۔

دوسری بار تحفہ پیش کیا تو حضور پر نور شافع یوم نشورؐ نے قبول فرمایا اور زبان رسالتؐ سے یہ

نوید ملی کہ مہر نبوت بھی دیکھ لو۔ شمع رسالت ﷺ کے اس پروانے کو اپنا مطلوب و مقصود مل گیا کیونکہ یہ مہر رسالت ؐ کے عاشق تھے ۔۔ یہ طویل داستان ان کے عشق رسول ؐ کا بین ثبوت ہے۔ سرکار ﷺ ان سے اتنے خوش ہوئے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا سلمان فارسی ؓ تو میری آل میں سے ہے۔ حضرت سلمان ؓ آل کے تاج کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔

ایک دن حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا علم دنیا سے اٹھ جائے گا۔ سلمان فارسی ؓ کی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا اس کے علاقے کے لوگ علم واپس لائیں گے۔ جتنے ممتاز آئمہ ،متکلمین اور محدثین اسلامی تاریخ میں ہیں ان کا تعلق فارس سے ہے۔ حضور ؐ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

مہر نبوت کے راویوں میں سے ایک نام حضرت یزید بن سائب ؓ کا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت حنظلہ ؓ کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ دونوں خوش قسمت صحابی ؓ حضور ؐ سے خصوصی طور پر فیضیاب ہوئے۔ آپ ؐ نے حضرت یزید بن سائب ؓ کو یہ دعا دی کہ "بارک اللہ فیک" اور حضرت حنظلہ ؓ کے حق میں "بورک فیک" کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ فیض اور اثر تھا کہ دونوں شفاء کا سرچشمہ ، مرض کی دوا او ہر درد کا درماں بن گئے۔ غرضیکہ حضور ؐ کے دست مبارک لگنے سے اور دعا کی برکت سے نکلی ہوئی آنکھ درست ہوئی۔ جیسا کہ حضرت قتادہ ؓ کی آنکھ پر لعاب دہن لگا تو وہ آنکھ بینا ہو گئی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ بینائی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ ؐ کے طفیل گنجوں کے بال اگ آئے ، ٹوٹی ہوئی ٹانگ جڑ گئی۔ دکھتی آنکھیں تندرست ہو گئیں۔ خشک سوتے چل پڑے اور سر کے جس حصہ پر ہاتھ مبارک پھیرا وہاں کے بال سفید نہیں ہوئے۔ حضرت حنظلہ ؓ بیماروں کے لئے دعا فرماتے۔ ان کے دم کا طریقہ یہ تھا

بسم اللہ علی اثر یدر سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس سے ہمیں یہ درس ملا کہ جن جن صحابہ ؓ نے جس انداز میں نبی کریم ؐ سے محبت کی سرکار دو عالم ؐ نے انہیں محروم نہیں فرمایا۔

مہر نبوت سے متعلق آٹھ احادیث روایت کی گئی ہیں گویا اس کے آٹھ راوی ہیں ۔ مہر نبوتؐ کی ہیئت اور کیفیت کے متعلق ہر ایک نے اپنا اپنا بیان دیا ہے ۔ ظاہری مشاہدہ کر کے ہر ایک اپنے خیال کے مطابق تفسیر کرتا ہے ۔

حضرت سلمان فارسیؓ کو اللہ تعالیٰ نے تین سو سال کی عمر عطا فرمائی ۔ آپؓ نے تقریباً ''ڈھائی سو سال کے طویل عرصہ تک حضورؐ کے عشق کی شمع کو دل میں روشن رکھا۔ ان کے اساتذہ نے انہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو تین نشانیاں بتائی تھیں ان میں مہر نبوتؐ بھی تھی ۔ یعنی مہر نبوتؐ کا ذکر تورات 'انجیل اور زبور میں بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

''اور یہ کہ انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش'' (نجم '۳۹)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جتنی سعی کی تھی اس کے نتیجہ میں آپؓ نے دل کی آنکھ سے کلمہ طیبہ پڑھا اور گواہی دی کہ

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں''

آپؓ نے مہر نبوتؐ کے بارے میں جو روایت بیان فرمائی ہے وہ اعلیٰ و ارفع ہے ۔ کیونکہ ظاہریت میں دیکھنا اور ہے اور ولایت و نور تقویٰ سے بیان کرنا اور ہے ۔ جس طرح مشرکین کے نزدیک آپؐ کا وجود اطہر ایک عام انسان کا وجود تھا جبکہ مومنین کے سامنے آپؐ کے جسم اقدس کی قدر و منزلت عرش بریں سے بھی کہیں زیادہ ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر3

باب ماجاء فی شعر رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے سراقدس کے بالوں کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۳/۱

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال آدھے کانوں تک لٹکتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حضرت انس بن مالکؓ وہ مشہور صحابی ہیں جنہیں دس برس تک حضور ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل رہا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک آدھے کانوں کی لو تک رہے ہیں لہٰذا جو لوگ اپنے بال اس حد تک رکھتے ہیں ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی اتباع کا ذوق موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۴/۲

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر بال ہوتے جو کندھوں کو چھوتے اور کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

اس حدیث مبارکہ میں ایک برتن سے نہانے کی بات کی گئی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ جب حضورؐ غسل فرما لیتے تو مابعد حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی اسی پانی سے غسل فرماتیں۔ یعنی باقی ماندہ پانی سے غسل فرماتیں اور وہی برتن استعمال کرتیں۔ چونکہ حضورؐ کے مستعملہ پانی میں بے پناہ برکتیں اور بے پایاں رحمتیں تھیں اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسی پانی سے غسل کی سعادت حاصل کرتی تھیں۔ یہی صحابہ کبارؓ کا معمول تھا کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استعمال شدہ پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ وہ اسے رحمت خداوندی جان کر اپنے جسم پر مل لیتے تھے۔ علاوہ ازیں ان دنوں پانی کی قلت کی وجہ سے اسے بہت احتیاط سے استعمال کیا جاتا تھا۔

موئے مبارک کا کندھوں تک لٹکنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ زلفیں مبارک خمدار اور پیچدار تھیں اس لئے بال کندھوں تک آ جاتے ہوں گے۔ جو لوگ سنت کی اتباع کرتے ہوئے اپنے بال اس حد تک بڑھا لیتے ہیں وہ نہایت ہی خوش قسمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر۲۵/۳

براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانہ قد تھے۔ آپؐ کے دونوں شانوں مبارک کے درمیان فاصلہ تھا اور آپؐ کی زلف مبارک آپؐ کے مبارک کانوں کی لو کو بوسے دیتی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

حدیث میں حضرت براء بن عازبؓ کا مشاہدہ یہ بتلا رہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کانوں کی لو تک تھے۔ ان کے نزدیک حضورؐ کی سنت پر عمل کرنا قرآن کے حکم پر عمل کے مترادف تھا۔ یہ ان کی قلبی محبت کی دلیل بھی ہے کہ انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذاتی محبت تھی۔ وہ حضورؐ کی زلف کو کھلا قرآن سمجھتے تھے اس لئے حضورؐ کے تصور اور ذات

اقدس کو ہمیشہ قلب و نگاہ میں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضورؐ کی محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۶/۴

قتادہؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب انسؓ سے پوچھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہ پیچدار تھے اور نہ ہی سیدھے اکڑے ہوئے۔ آپؐ کی مبارک زلفیں کانوں کی لو تک پہنچتی تھیں۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۴

حضرت قتادہؒ کی شان محبت دیکھئے کہ جن اوقات میں کسی وجہ سے وہ حضورؐ کی محفل سے غیر حاضر رہے انہوں نے حضرت انسؓ سے اس دوران حضورؐ کے موئے مبارک کے متعلق پوچھا۔ کیونکہ محبت کا یہ تقاضا تھا کہ اپنی غیر حاضری کے دوران محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تفصیلاً" پوچھا جاتا۔ گویا حضورؐ کی شکل مبارک ہمہ وقت ان کے تصور میں رہتی تھی۔ محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اہل محبت حضورؐ کی اتباع کریں۔

حدیث نمبر ۲۷/۵

جنابہ ام ہانیؓ بنت ابی طالب سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیلئے مکہ معظمہ قدم رنجہ فرمایا تو ہمارے ہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپؐ کے سر اقدس میں چار زلفیں تھیں۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۵

حضرت ام ہانیؓ کے کاشانہ اقدس کی شان اور قدر و منزلت بے مثال ہے۔ معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز اسی گھر سے ہوا' فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام معراج کی رات اسی در پر حاضر ہوئے' بہشتی سواری براق جو اسی سفر مبارک کے لئے مختص تھی اس در پر باندھی

گئی اور معراج سے واپسی پر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی گھر کو شرف قربت عطا فرمایا۔
یہ چار ایسی بلند اور انوکھی خصوصیات اور رفعتیں ہیں جنھوں نے در ام ہانیؓ کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت ام ہانیؓ کی خوش بختی کے کیا کہنے! صاحب معراجؐ نے ان مخصوص بلندیوں اور عظمتوں سے مزین چار مینار اس گھر کو عطا فرما کر رہتی دنیا تک اسے امر کر دیا ہے۔ ان کی عظمت و شان دنیوی میناروں سے بالکل نرالی ہے۔ یہ مینار گرنے کیلئے نہیں عطا کئے گئے بلکہ ان کی عظمت اور روشنی تاقیامت درخشندہ و تابندہ رہے گی۔

آپؓ نے حضورؐ کی چار زلفوں کا تذکرہ کیا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ دو زلفیں دائیں طرف سے آگے پیچھے اور دو بائیں جانب سے آگے پیچھے بل کھاتی اہل محبت کو دعوت نظارہ دیتی ہوں گی۔ قربان جایئے ان نفوس قدسیہ پر کہ جنھوں نے زلف عنبریں اور بل کھاتی کالی زلفوں کا مشاہدہ کیا ہو گا۔

ہمیں سنت کا یہ عمل ملا کہ زلفیں شانوں تک بھی بڑھائی جا سکتی ہیں۔ حضرت ابو مخدورہؓ کی زلفیں اس قدر طویل تھیں کہ جب بیٹھتے تو زلفیں زمین کو چھونے لگتیں۔ کسی نے زلفوں کی طوالت کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ سرکار ابد قرار رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنا دست رحمت میری زلفوں اور بالوں پر پھیرا۔ میں ادب کی وجہ سے زلفوں کو اس لئے نہیں کٹواتا کہ انہیں صاحب لولاکؐ کے دست مبارک نے چھوا تھا۔ ان کا یہ عمل عشق میں وارفتگی اور محبت و عقیدت ہے سنت نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۶/۲۸

جناب انسؓ سے روایت ہے یہ کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک آپؐ کے نصف کانوں (مبارک) تک ہوتے تھے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۶

اس حدیث مبارکہ کے تاثرات و واردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں

حدیث نمبر۲۹/۷

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے سراقدس کے بال مبارک یونہی چھوڑ دیتے تھے درآنحالیکہ مشرکین مکہ اپنے سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ نیز اہل کتاب بھی سر کے بال یونہی چھوڑ دیتے تھے اور جب تک اس بارے میں کوئی حکم نہیں ہوا آپؐ (مشرکین کے مقابلہ میں) اہل کتاب کی موافقت کو اچھا سمجھتے تھے۔ پھر آپؐ اپنے سراقدس کے بالوں میں مانگ نکالا کرتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

ابتداء میں نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ اہل کتاب جیسی زلفیں چھوڑ دیتے تھے۔ بعد میں آپؐ نے مانگ نکالنی شروع کردی۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں دو عمل ملے۔ پہلا یہ کہ آپؐ نے اہل کتاب کی موافقت فرمائی۔ اہل کتاب مشرک نہیں تھے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ نہیں بلکہ ابن مریم سمجھتے تھے۔ وہ توحید کے قائل تھے تاحال حضورؐ کی نبوت کا اقرار نہیں کیا تھا۔ دوسرا یہاں مانگ نکالنے کا عمل بھی ثابت ہے۔ مانگ نکالنا سنت متواترہ ہے۔ سراقدس پہ اتنے بال ہمیشہ رہے جس سے مانگ نکالی جا سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کی اس محبوب اور متواتر سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۳۰/۸

ام ہانیؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا جب آپؐ کے چار گیسو تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸

ایک بال ہوتا ہے دوسرے زلف۔ بالوں کے مجموعے کو زلف کہتے ہیں۔ سرائیکی زبان میں

زلف کو لٹ کہتے ہیں ۔ آپ ذرا ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیوانگی ' وارفتگی اور سچی محبت دیکھیے وہ محبوبؐ کے ایک موئے مبارک کے بارے میں کہتے ہیں کہ

"اگر کوئی مجھے یہ کہے کہ اپنے محبوبؐ کا ایک بال مبارک دکھاؤ اور اسکے بدلے میں دوجہان لے لو تو خدا کی قسم! میں اپنے محبوبؐ کا ایک بال بھی دکھانا گوارا نہیں کروں گا ۔ چہ جائیکہ مجھے دو جہانوں کو ٹھکرانا پڑے ۔"

عشاق کیلئے سرور کائناتؐ کے ایک موئے مبارک کی کیا قدر و منزلت اور اہمیت ہے صحابیؓ کے شعر کے ترجمہ سے کچھ اندازہ ہوتا ہے ۔ لیکن جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفوں کا ذکر ہو تو وہاں سوچ عاجز آ جاتی ہے کہ محبوب خدا ﷺ کی بے مثل زلفوں کی کیا تعریف کی جائے ۔

شعراء اپنے محبوب کی زلفوں کے تذکرے ہر دور میں بڑے دل نشیں انداز سے کرتے چلے آئے ہیں مگر اس محبوبؐ کی زلفوں کے کیا کہنے کہ جس کی زلفوں کی قسم خود رب تعالیٰ جل شانہ کھائے ۔

محبوبؐ خدا کی دل اسیر زلف مبارک کی خوبصورتی کیسے بیان ہو سکتی ہے ۔ان کالی زلفوں کے ایک بل میں سارے جہانوں کے عشاق بندھے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ آپؐ کی زلف مقدس عشاق کیلئے زنجیر ہے ۔ یہ پاک و مطہر زنجیر اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی زلفوں کے اسیر اسی میں اپنی آخرت کی نجات سمجھتے ہیں ۔ سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہے ۔ یہ بھی فطری تقاضا ہے کہ محبوب کو سارے جہان سے چھپایا جاتا ہے اور عاشق یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی میرے محبوب کے عشق میں شریک ہو ۔ ذرا عاشق صادق کی کیفیت دیکھئے کہ اسے دو جہانوں کے بدلے محبوبؐ کا ایک بال مبارک دکھانا بھی گوارا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ (وحدہ لاشریک) ہے ' رحیم و کریم ہے ۔

اس نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہان اور نمونہ بنا کر بھیجا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بطور خاص منت جتائی اور ارشاد فرمایا

"میں نے مومنوں پر بہت احسان کیا کہ اپنے محبوبؐ کو ان کے درمیان بھیجا" (آل عمران ' ۱۶۴)

واقعی یہ بہت بڑا احسان ہے کیونکہ ایک عام انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محبوب کو ہر ایک سے چھپاتا پھرتا ہے ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنا پیارا محبوب ﷺ ہمیں عطا فرمایا ۔ اس سے بڑی نعمت عظمیٰ اور کوئی نہیں ہو سکتی ۔ اسی لئے مومنین کے دل محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کالی زلفوں کے اسیر نظر آتے ہیں ۔ جبکہ عاصی و گناہگار آپؐ کی کالی کملی میں پناہ لیتے ہیں ۔

موئے مبارک کی عظمت برکات اور فیضان

"والضحٰی" سے مراد آپ کا چہرہ انور اور "والیل" سے مراد آپ کی زلف معنبر ہے۔ (روح البیان جلد چہارم ص ۴۶۲)

"والضحٰی" سے مراد آپ کا چہرہ اور اور "والیل" سے آپ کے موئے مبارک مراد ہیں۔ (زرقانی جلد نمبر۶ ص ۲۱۰)

کیا علمائے کرام میں سے کسی نے "ضحٰی" کی تفسیر حضور کے رخ انور اور "والیل" کی تفسیر آپ کی زلف عنبریں سے بھی کی ہے؟

الجواب :- کیوں نہیں "ضحٰی" سے رخ انور اور "والیل" سے زلف عنبریں مراد ہے۔ اس تفسیر میں کوئی اعتراض اور خدشہ نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے سنا حضور سے جبکہ آپ ایک بال مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے فرما رہے تھے۔ جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے۔ (کنزل العمال جلد دوئم، ص ۲۷۶ - جامع صغیر جلد سوئم، ص ۱۴۵)

محمد بن سیرین تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل حضرت انس سے ملے۔ یہ سن کر حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ (بخاری شریف ص ۲۹)

حضرت عثمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھے پانی کا ایک پیالہ دیکر ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کرتی تھیں کیونکہ ان کے پاس حضور کا موئے مبارک تھا۔ وہ آپ کے بال کو نکالتیں جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوتا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے وہ شفایاب ہو جاتا۔ (بخاری و مشکوۃ ص ۳۹۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جو بال بھی کٹے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ (مسلم شریف۔ کتاب الفضائل جلد دوئم ص ۲۵۶)

مقام حدیبیہ میں آنحضورؐ نے حجامت بنوا کر تمام بال درخت پہ محفوظ کر دیئے۔ تمام صحابہ کرامؓ اس درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے بال چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لئے۔ آنحضرتؐ کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں موئے مبارک پانی میں ڈال کر پانی مریض کو پلاتی۔ رب العزت اسے صحت عطا فرماتا۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۴۸)

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے رحمت عالمؐ کی مبارک پیشانی کے بال میری قسمت میں آ گئے۔ میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت سے عمر بھر ہر جنگ میں مجھے نصرت و فتح حاصل ہوتی رہی۔ (عکس التواریخ۔ اصابہ شریف)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ٹوپی کے اگلے اور سامنے والے حصے میں موئے مبارک کو اس لئے سی لیا کہ ان کے قلب مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کا ادب اور تعظیم کا جذبہ موجزن تھا۔ جو حضورؐ کے موئے مبارک کی اس قدر تعظیم کریں وہ رحمت للعالمین رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر احترام کرتے ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر4

باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے مبارک بالوں میں کنگھی کرنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۳۱/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اس حال میں کہ میں ایام ماہواری میں ہوتی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حضور رؤف و رحیم رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے ایام ماہواری کے دوران عورت کو دور کسی کونے کھدرے میں ڈال دیا جاتا۔ اسے نجس اور پلید سمجھا جاتا۔ جانوروں کی طرح کھانا پانی دیا جاتا۔ (پانی ٹھیکرے میں ڈال کر دیا جاتا اور کھانا کتیا کی طرح پھینک دیا جاتا۔) حوا کی بیٹی کو حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذلت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے اٹھا کر عزت سے نوازا۔

جن زلفوں کی خدا "وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى" کہہ کر قسمیں کھائے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے ہاتھوں سے ان مبارک زلفوں کو سنوارا کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اللہ تعالٰی کے کامل دین کو پھیلانے میں کسی قسم کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔ یہ آپؓ کی محنت کا ثمر ہے کہ دین متین ہم تک کامل پہنچا۔ انہوں نے دین کی تشریح اور تفسیر امت کی ماں

ہونے کی حیثیت سے کی ہے۔ اس تمام جدوجہد کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی رضا کا سچا جذبہ کار فرما تھا۔ یقیناً ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امت پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔ امت کو یہ احسان نہیں بھولنا چاہیے اور ان کی شان میں اونچ نیچ بات کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۲/۲

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کون و مکاں روح انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سر اقدس میں تیل ڈالا کرتے تھے اور بسا اوقات داڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے اور اکثر سربند باندھتے تھے۔ یہاں تک کہ سر مبارک کا کپڑا تیلی کے کپڑے کی طرح چکنا ہو جاتا تھا۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۲

انسانی جسم میں دماغ کو بڑی فضیلت حاصل ہے کیونکہ انسان کی فضیلت اور فوقیت عقل کی وجہ سے ہے۔ قویٰ عقلیہ کی حفاظت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں ہے اور یہ ایک بہت بڑی نعمت کی حفاظت ہے۔ بر پر تیل لگانا اور پھر حفاظتی کپڑا باندھنا اس لئے تھا تاکہ عمامہ مبارک کو داغ نہ لگے اور تکیے کا غلاف بھی محفوظ رہے۔ صفائی کا اہتمام، سر اور داڑھی کے بالوں کو کنگھی سے سنوارنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۳۳/۳

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے وقت داہنی جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح جب کنگھی کرتے تو دائیں طرف سے نیز جب جوتی مبارک پہنتے تو دائیں طرف سے پہنتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بالوں میں کنگھی کرنے، وضو کرنے اور جوتا پہننے میں ابتداء دائیں طرف سے فرماتے۔ لہٰذا کوئی بھی نیک کام کرنا ہو تو اسے داہنی طرف سے شروع کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جسے سنت یاد ہو گی اس میں طہارت و پاکیزگی کا نور آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے شرف قبولیت حاصل ہو گا۔

یاد رہے کہ نعلین مقدس، مطہر، منور، مبارک جو پازیب تھا اس قدر عظیم ہے کہ شب معراج حضور پاک ﷺ کے تلوے مبارک کے طفیل لامکاں میں ساتھ گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے۔ انہیں کوہ طور پر جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا لیکن نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ محبوب خدا ہیں اس لیے شان محبوبی دیکھیے کہ حبیب لبیبؐ کو نعلین مقدس پازیب کیے لامکاں میں بلا کر کلام سے نوازا۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (نجم، ۱۰)

حدیث نمبر۳۴/۴

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کنگھی کرنے سے منع فرماتے تھے مگر ایک دن چھوڑ کر۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

دور حاضر کے مرد و زن ہر وقت آئینے کے روبرو کنگھی کرتے بال سنوارتے نظر آتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ خود پرستی کی بجائے خدا پرستی اختیار کریں۔ خدا پرستی حضورؐ کی سنت مبارکہ کے بغیر ناممکن و محال ہے۔ کنگھی کرنے سے بال گرتے ہیں۔ بالوں کا گرنا حسن میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ آج مختلف اقسام اور سائز کی کنگھیاں رکھنے کا رجحان عام ہے۔ ساری اقوام عالم میں یہ قدر مشترک ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اقتصادی مفادات کو پیش نظر رکھ کر اس رجحان میں کمی کی جائے تاکہ اسراف

سے بچا جا سکے۔ حدیث مبارکہ پر اگر پورا دھیان دیا جائے تو اس کے مضر اثرات سے انسانیت کو بچایا جا سکتا ہے۔

ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنی چاہیے تا کہ سرکار دو عالمؐ کے عمل مبارک کی اتباع ہو جائے۔

حدیث نمبر۳۵/۵

حمید بن عبدالرحمٰن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

اسی موضوع کی حدیث مبارکہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ مزید گزارش یہ ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اور جو مشہور صوفی بزرگ ہیں سے ایک روایت یوں بھی ملتی ہے کہ حضورؐ ہفتے میں ایک بار کنگھی کیا کرتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں ہمارے لئے دعوت فکر ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ بالوں کو سنوارنے سجانے اور ان کی زیبائش کے لئے اور کنگھیوں کے سامان پر کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ ان کی میڈیا پر تشہیر کر کے خریدنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ آج ہماری تمام تر توجہ اپنی ذات کی خود نمائی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے جسے خود پرستی کا نام دیا جائے تو بجا ہو گا۔ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنا بہت عظیم نعمت ہے۔ اس سے نہ صرف دنیوی فائدہ ہے بلکہ آخرت میں بھی کامیابی ہے۔ اگر ہم سنت مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کریں اور زیبائش گیسو کے سامان کا استعمال ترک کر دیں تو ملک کو کتنی بچت ہو گی اس کا اندازہ ماہر اقتصادیات بخوبی لگا سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر5

باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضورؐ کے سراقدس اور ریش مبارک میں سفید بالوں کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱/۳۶

جناب قتادہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس حد تک پہنچی ہی نہیں تھی کہ انہیں خضاب کی ضرورت پڑتی صرف آپؐ کی کنپٹیوں پر چند بال سفید تھے مگر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حنا اور کتم سے خضاب کیا کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ا

اس حدیث مبارکہ سے ایک تو یہ روشنی ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خضاب کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ دوسرا یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب کیا کرتے تھے۔ یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضورؐ نے خضاب کرنے کی ممانعت نہیں فرمائی لہٰذا اس مسئلہ میں قیل و قال نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا خضاب کہ جس کے استعمال سے بالوں کا ظاہری حصہ چھپ جائے اور وہاں تک پانی نہ پہنچ سکے لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر بالوں کے نچلے حصے تک پانی نہ پہنچے تو غسل اور وضو نہیں ہوتا۔ بالوں کو آخر تک گیلا کرنا ضروری ہے۔

مسلمان صنعتکار اگر اس قسم کا خضاب تیار کرتے ہوں جو بطور علاج استعمال ہو لیکن اس سے

بال چھپتے ہوں تو انہیں چاہیے کہ اس کے اوپر ہدایات ضرور لکھیں تاکہ مسلمانوں کو آگاہی ہو۔

حدیث نمبر ۳۷/۲

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں گنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس اور ریش مبارک میں مگر چودہ سفید بال۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے ساتھ موئے مبارک کی سفیدی میں اضافہ ہوتا رہا۔

حدیث نمبر ۳۸/۳

سماک بن حرب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہؓ سے سنا۔ ان سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں میں تیل لگاتے تھے تو سفید بال نظر نہیں آتے تھے اور جب تیل نہیں لگاتے تھے تو بعض بال سفید دکھائی دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹/۴

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک تقریباً بیس ہی سفید تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حضور ﷺ کے غلاموں میں ممتاز مقام عطا فرمایا! تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر اقدس کے سفید بالوں کی تعداد بیان کرنا ان کے والہانہ عشق کی خبر دیتا ہے۔ سرکار دو جہاں راحت انس و جاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دیدار ہی صحابہؓ کا مقصد حیات تھا۔ سرکار کائنات ﷺ کے رخ تاباں اور چہرہ انور کو دیکھ کر ان کے سب دکھ درد کافور ہو جاتے تھے۔ آپؐ کو بھی اپنے غلاموں سے بہت محبت تھی۔ جو لوگ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۵/۴۰

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپؐ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا مجھے ہود' واقعہ' مرسلات' عم یتساءلون اور اذالشمس کورت کی سورتوں کی تلاوت۔نے بوڑھا کردیا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

سیدنا صدیق اکبرؓ کو حضور سرور کائناتؐ سے والہانہ اور مثالی عشق تھا۔ تبھی تو انہیں حضورؐ کے بالوں کی سفیدی اور حضورؐ کی جسمانی کمزوری نے پریشان کر دیا۔ نبی کریم رؤف و رحیمؐ نے بھی انہیں عظیم جواب دیا۔ سورۃ مرسلات' واقعہ' عم یتسالون' اذالشمس کورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا ہے۔ حضورؐ کو اپنی امت کی فکر ہروقت دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں بداعمالیوں' سیاہ کاریوں اور برائیوں کی وجہ سے زیر عذاب نہ ہو۔ حضورؐ نے امت کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنی آخرت کی فکر کریں اور اسکی تیاری کریں۔ حضورؐ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے محبوبؐ کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ امت کو سوچنا چاہیے کہ کہیں ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے حضورؐ کو روز محشر پریشان نہ ہونا پڑے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر حسابم راتو بینی ناگزیر　　از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے اللہ تعالیٰ تو ہر دو عالم سے بے نیاز ہے اور میں محتاج و فقیر اور پر تقصیر ہوں۔ قیامت کے دن میرا نامہ اعمال تیرے سامنے پیش کیا جائے گا اگر میرے اعمال کا حساب از حد ضروری ہو تو نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھپا کر لینا۔

میں ان کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا　　اے کاش فرد جرم نہ پہنچے حضورؐ تک

علامہ جی کا انداز محبت نرالا اور اچھوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو گنہگار اور سیاہ کار سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا و التجا کر رہے ہیں کہ اے بار الٰہ قیامت کے روز میرا حساب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو نہ لینا۔ انہیں اتنا بھی گوارا نہیں کہ میری وجہ سے سرکار دو عالمؐ پریشان ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ انداز فکر ان کی بخشش کا سامان بن جائے اور رب تعالیٰ ان پر اپنا کرم کر دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت عنایت فرمائے تاکہ ہماری آخرت سنور جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں واضح ارشاد فرمایا ہے کہ

"موت سے پہلے تم مسلمان ہو جاؤ" (آل عمران ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ برے انجام سے بچائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

جسے عشق شاہ رسولاں نہیں ہے　　مسلماں نہیں ہے مسلماں نہیں ہے

حدیث نمبر ۴۱/۶

جناب ابی حجیفہؓ نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آنجناب بوڑھے نظر آ رہے ہیں۔ جناب سرور دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا مجھے سورۃ ھود اور اسی طرح کی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۲/۷

ابی رمثہ تیمیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور میرا لڑکا بھی میرے ساتھ تھا۔ ابی رمثہ نے کہا کہ مجھے حضور پاکؐ کی

شناخت کروائی گئی۔ پس جس وقت میں نے حضور پاکؐ کو دیکھا تو فوراً" کہہ اٹھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبیؐ ہیں۔ آنجناب ﷺ نے اس وقت دو سبز رنگ کے کپڑے زیب تن فرمائے تھے۔ آپؐ کے چند موئے مبارک پر بڑھاپے کے آثار کا غلبہ تھا اور بڑھاپے کی علامت سرخ بال مبارک تھے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۷

رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سبز رنگ کے کپڑے بھی زیب تن فرمائے۔ لہٰذا سبز رنگ کا لباس پہننا بھی حضورؐ کی سنت ہے۔ مُوئے مبارک کا ذکر تو مسلسل بیان ہو رہا ہے لیکن اس شخص کی خوش قسمتی کہ حضورؐ کو دیکھتے ہی آپؐ کی نبوت کی گواہی دی۔ شارح شمائل شریف علامہ قاضی محمد عاقل شرح شمائل شریف میں فرماتے ہیں

"حضورؐ کے سفید بال کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورتیں سفید بالوں کو ناپسند کرتی ہیں اور اگر حضور پاک ﷺ کی کسی چیز کو ناپسندیدگی سے دیکھا جائے تو کفر ہے۔ لہٰذا آنجنابؐ کی ازواج مطہرات کی محافظت کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو زیادہ سفید نہیں ہونے دیا۔"

حدیث نمبر ۴۳/۸

سماک بن حرب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جابر بن سمرہؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول کریمؐ کے سر اقدس میں سفید بال تھے۔ جابر بن سمرہؓ نے فرمایا جناب رسول اکرمؐ کے سر مبارک میں سفید بال نہیں تھے بجز چند بالوں کے جو کہ مانگ میں تھے۔ جب آنجنابؐ سر اقدس پر تیل لگاتے تھے تو وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۸

تاثرات و واردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں



MASJID-E-NABAVI, MEDINAH MUNAWARA
M.P. 99

ROYAL CALENDARS
G.P.O. BOX NO. 570
KARACHI - 74200
TEL. 2627338-2627339
MADE IN PAKISTAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر6

باب ماجاء فی خضاب رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کرنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۴۴/۱

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کے ہمراہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "یہ تیرا بیٹا ہے" میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے گواہ رہیں۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تیرے بیٹے کے قصور کا تجھ سے اور تیرے قصور کا تیرے بیٹے سے مواخذہ نہ ہو گا۔ ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بالوں کو مائل بسرخ دیکھا۔ ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ اس باب میں یہ سب سے صحیح روایت کی گئی اور واضح ہے۔ روایات صحیحہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھاپے کو نہیں پہنچے تھے اور ابو رمثہ کا نام رفاعۃ بن یثربی التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

دور جاہلیت میں عربوں کا عام طریقہ تھا کہ اگر باپ کسی جرم کا مرتکب ہوتا تو اس کا بیٹا اس کے بدلے میں پکڑ لیا جاتا۔ لہٰذا ابو رمثہؓ نے اسی نقطہ نظر سے عرض کیا کہ یہ میرا صلبی بیٹا ہے 'اگر مجھ سے

کوئی جرم یا قصور ہو جائے تو عربوں کے عام طریقہ کے مطابق میرے اس لڑکے سے ہی بدلہ لیا جائے۔
سید المرسلین، شفیق امت، صاحب عدل و انصاف نبی مکرم ﷺ نے عربوں کے اس طریق جاہلیت کو کلیتاً" رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

"تیرے بیٹے کے قصور کا تجھ سے اور تیرے قصور کا تیرے بیٹے سے مواخذہ نہ ہو گا۔"

یعنی دین اسلام جو کہ دین فطرت ہے اب اس میں دور جاہلیت کا کوئی ظلم یا کسی قسم کی زیادتی کا طریقہ جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ نہیں کہ قصور یا جرم تو ایک شخص کرے اور سزا دوسرا بھگتے۔ بلکہ جو جرم یا قصور کرے گا وہی قابل سزا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵/۲

عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ جناب ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا تھا تو ابو ھریرہؓ نے کہا کہ ہاں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

اس حدیث مبارکہ میں صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب لگانے کا ذکر کر رہا ہے۔
جو لوگ خضاب کرتے ہیں وہ اسی سے دلیل قائم کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶/۳

جھذمہ جو کہ بشیر بن الخصاصیہ کی بیوی ہے روایت کرتی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر (مبارک) سے تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ سراقدس جھاڑ رہے تھے اور غسل کیا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر حنا کا داغ تھا۔ صاحب ترمذی کے شیخ ابراہیم بن ہارون نے ردع کہا یا ردغ کہا اس میں صاحب ترمذی کو شک ہے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۳

محدثین کو اس کے بارے میں تردد ہے کہ محترمہ نے کیا کہا۔

حدیث نمبر ۷ / ۴ / ۴

جناب انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک خضاب کئے ہوئے دیکھے۔ نیز حماد نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب انسؓ بن مالک کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خضاب شدہ بال مبارک دیکھا۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۴

کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی سے ملا کر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر مائل بہ سیاہی ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں صورتوں میں جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر7

باب ماجاء فی کحل رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے آنکھوں مبارک میں سرمہ لگانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

سلف صالحین میں سے ایک محقق حضرت علامہ ابراہیم بن محمد البیجوری المتوفی ۱۲۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں۔

حضور پاک ﷺ کے پاس اسکندرانیہ کی ایک ڈبیہ تھی جس میں شیشہ، کنگھی، سرمہ دانی، قینچی اور مسواک ہوتی۔ حضورؐ کا جو شیشہ تھا اس کا نام المدلہ تھا۔

موجودہ دور کا انسان بلا تفریق مرد و زن اپنی زیبائش و نمائش اور آرائش میں مصروف کار ہے۔ ہر تہذیب اور ہر قوم تن پرستی کے سیلاب میں ایسے ڈوب چکی ہے کہ جسکی مثال سابقہ تاریخ میں ملنی ناممکن ہے۔ لاکھوں کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کھربوں روپے صرف تن بدن کے سنوارنے پر خرچ کئے جا رہے ہیں بیوٹی پارلر اور ہیئر ڈریسر تن و جاں سنوارنے کا کام کر رہے ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے لئے یہ عالم رنگ و بو بنایا اور سجایا گیا اور جو وجہ تخلیق کائنات ہیں کی کل کائنات شیشہ، سرمہ دانی، قینچی، مسواک اور کنگھی تک محدود ہے۔ جبکہ امت کی عیش پسندی، فضول خرچی، بے راہ روی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے اعراض نے اسے اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ اسکی معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ قرآن مجید میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

آج کی نام نہاد ترقی یافتہ تہذیبیں جو انسان دوستی کا دم بھرتی ہیں مذہب سے یکسر پیٹھ پھیر چکی ہیں۔ ان لوگوں کو انسان دوستی کا دعویٰ ہے جو شب و روز بیکسی و بے بسی اور غربت و افلاس سے دم توڑتے انسانوں کے لاشے دیکھتے ہیں لیکن ان کی رگ غیرت پھر بھی نہیں پھڑکتی۔

شہر کے فٹ پاتھ پر سب دیکھتے ہیں ایک لاش
کون تھا کیسے مرا یہ پوچھتا کوئی نہیں

ایک طرف دم توڑتی، سسکتی بلکتی اور تڑپتی انسانیت ہے تو دوسری طرف اعلیٰ شان محلات اور کوٹھیاں ہیں۔ ایک طرف غریب الحال لوگوں کو نان جویں نہیں ملتی جبکہ دوسری طرف عیاش دنیاداروں کے عشرت کدے آباد ہیں۔ ایک طرف غربت و مفلسی سے تار تار اور پابہ زنجیر انسان ہیں تو دوسری طرف تن سنوارنے پر لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ اگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق سادہ زندگی گزاری جاتی تو یہ معاشرتی تفاوت نہ ہوتا اور انسانیت زبوں حالی سے بچ جاتی۔ اسلام میں رہبانیت کی تعلیم بھی نہیں۔ دوسرے تمام مذاہب و ادیان میں افراط و تفریط نظر آئے گی جبکہ اسلام میں اعتدال دکھائی دے گا۔ اسلام نے حقوق الابدان عطا کئے ہیں۔ زیب و زینت کو بھی حرام قرار نہیں دیا بشرطیکہ شریعت مصطفویؐ کے دائرہ کے اندر ہو۔ جسم و روح کی اصلاح، فلاح اور حفاظت صرف اور صرف نظام اسلام میں ہے۔ اور نظام اسلام سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسوہ حسنہ میں موجود ہے۔ غربت و افلاس اور معاشی و معاشرتی بدحالی کے خلاف جہاد سنت رسول مقبولؐ کے بغیر ناممکن و محال ہے۔

بمصطفیٰؐ بہ رساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حدیث نمبر ۱/۴۸

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اثمد کا سرمہ ڈالا کرو کیونکہ وہ بینائی کو جلا دیتا ہے۔ اور پلکیں اگاتا ہے۔ جناب ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ کے پاس سرمہ دانی تھی جس سے ہر رات تین سلائی ایک آنکھ مبارک میں اور تین سلائی دوسری آنکھ میں ڈالتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ا

اس حدیث مبارکہ میں سرمے کے فوائد اور آنکھوں اور پلکوں کی حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے۔

آنکھیں اور پلکیں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ پلکوں کے بغیر آنکھیں محفوظ نہیں رہ سکتیں اس لئے محبوب رب کریم رحمت للعالمین ﷺ نے ہماری آنکھوں کی حفاظت کے لئے سنت مبارکہ قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سنت رسول مقبولؐ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۲/۴۹

جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند فرمانے سے پہلے ہر ایک آنکھ مبارک میں اثمد کے سرمہ کی تین سلائی لگایا کرتے تھے اور یزید بن ہارون نے فرمایا کہ ایک حدیث کے مطابق حضورؐ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے نیند فرمانے کے وقت حضور پاک ﷺ ہر آنکھ مبارک میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

اگرچہ سرمہ کی سیاہی آنکھوں کے حسن و جمال کو چار چاند لگا دیتی ہے جنہیں دیکھ کر عشاق جان تک نثار کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سنت مبارکہ میں حضورؐ کی کیا حکمت تھی۔ دن بھر کی آلائشیں اور آلودگیاں جو آنکھ کے نرم و نازک پردے میں جمع ہو جاتی ہیں سرمہ لگا کر سو جانے سے ختم ہو جاتی ہیں۔ آنکھ میں مرہم لگانے کے بعد ڈاکٹر بھی سو جانے کو کہتے ہیں۔ یہ سرمہ لگانا دوائی کے طور پر ہے۔ عشاق نظروں کے حسن کو عشق بازی اور دید بازی کا ذریعہ بناتے ہیں اور شعراء عشق پرستی کے جنوں میں آنکھوں کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف میں قلم توڑ دیتے ہیں لیکن اس طرف توجہ نہیں دی گئی کہ یہ خالق کائنات کے آثار رحمت دیکھنے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ والے جہاں کہیں حسن و جمال دیکھتے ہیں پکار اٹھتے ہیں۔

دیکھتے ہیں صانع قدرت کی ہم کاریگری
ہم کو کچھ مطلب نہیں ہے تیرے خد و خال سے

"سیرو فی الارض" کے لئے آنکھوں اور مژگاں کی حفاظت ضروری تھی اس لئے سرکار دو عالم ﷺ سرمہ لگا کر سو جاتے تاکہ امت آنکھوں کی حفاظت کا درس لے اور یہ سمجھے کہ

آنکھوں کی حفاظت مطلوب ہے نہ کہ عشق بازی کی دعوت دینا۔ سوتے وقت آنکھوں میں سرمہ لگانا دوائی کے لئے تھا یہ وجہ نہ تھی کہ آنکھ میں حسن و جمال پیدا ہو۔ آپؐ کی آنکھ مبارک حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ آنکھ مبارک کو سرمہ لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کی خوبصورت آنکھوں میں ایسا سرمہ لگایا تھا جو انمٹ تھا۔ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مبارک امت کی بھلائی اور بہتری کے لئے تھا۔ اگر ہم نے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک کی طرف کماحقہ دھیان نہ دیا تو ہم مزید دلدل میں پھنستے جائیں گے اور نیچے سے نیچے اتر جائیں گے۔ اب بھی وقت ہے ہم اپنے آپ کو سنبھالیں اور ملک و ملت اور کائنات کی حفاظت کریں اور اس کا راز قرآن و سنت پر عمل کرنے میں ہے۔

حدیث نمبر۵۰/۳

جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے وقت اثمد کا سرمہ ضرور آنکھوں میں ڈال لیا کرو پس بے شک یہ آنکھوں کی بینائی کو جلا دیتا ہے۔ اور بالوں کو اگاتا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثمد کا سرمہ لگانے کا حکم دیا ہے۔ سرکار ابد قرار ﷺ کے اس فرمان سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ پردوں کی حفاظت ہوتی ہے اور نور کی نکیا اور اسکی بینائی کو جلا ملتی ہے۔ حضور ﷺ جو قلب و فکر و نگاہ کی حفاظت کے لئے آئے ہیں خود ارشاد فرما رہے ہیں کہ اثمد کا سرمہ لگاؤ اس سے پردوں کی حفاظت، بالوں کی نمو اور آنکھوں کے نور کو جلا ملتی ہے۔

حدیث نمبر۵۱/۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے

سب سرموں سے اچھا سرمہ اثمد کا سرمہ ہے۔ بینائی کو جلا دیتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۴

موجودہ دور تحقیق و تجربات کا دور ہے۔ آئے دن نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں اور نئی نئی اشیاء منظر عام پر آ رہی ہیں۔ احادیث مبارکہ میں تواتر کے ساتھ اثمد کا سرمہ استعمال کرنے کے فوائد بیان ہوئے ہیں۔ آج کے ماہرین چشم، ڈاکٹر اور محققین کو چاہیے کہ وہ سرکار دو جہاں ﷺ کے فرمان کی روشنی میں اثمد کے پتھر پر جدید لیبارٹریوں میں تحقیق کریں۔ انہیں ضرور آنکھوں کی حفاظت کا ایسا راز مل جائے گا جو اپنی خصوصیت کے اعتبار سے انوکھا ہو گا۔ اور جو آنکھوں کی بینائی، پلکوں کی افزائش اور ہمہ گیر صحت کیلئے لازمی جزو ثابت ہو گا۔

حدیث نمبر۵۲/۵

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم و عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا اثمد کا سرمہ ڈالا کرو یہ آنکھوں کی بینائی کو جلا دیتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے راوی ہیں جن کی عظمت مسلم ہے۔ محدثین نے اثمد کے سرمے کو افضل تسلیم کیا ہے۔ حضورؐ کا ہر رات سرمہ لگانا اور تین تین سلائیاں لگانا سنت متواترہ ہے۔ حدیث کے اندر جو بہت بڑی نعمت اور حکمت چھپی ہے اللہ تعالیٰ ماہرین چشم کی توجہ اس طرف مبذول فرمائے اس سے نہ صرف کامل آنکھ کا علاج مل سکتا ہے بلکہ انسانیت کو بھاری اخراجات سے بھی بچایا جا سکتا ہے۔ یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہو گی کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ زبان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلا ہوا ہر لفظ اپنی سچائی، حقانیت اور منفعت کو ثابت کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر8

باب ماجاء فی لباس رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے لباس مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں سولہ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱/۵۳

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو قمیص (کرتہ) بہت زیادہ پسند تھی۔

حدیث نمبر ۲/۵۴

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو قمیص (کرتہ) بہت پسند تھی۔

حدیث نمبر ۳/۵۵

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور عالم و عالمیان ﷺ پہننے کے کپڑوں میں قمیص (کرتہ) کے پہننے کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱'۲'۳

کپڑوں کی پسند و ناپسند کے متعلق بیوی خوب جانتی ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام ازواج مطہرات میں اپنی جگہ پر ممتاز ہے۔ واقعات کربلا سے متعلق احادیث ان سے روایت ہیں۔ وہ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو کرتہ پسند تھا۔ شکل و صورت

اور لباس کے بارے میں بیوی کی پسند کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ قمیص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پسند تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۵۶/۴

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید الانس والجان پیغمبر اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

اس حدیث مبارکہ میں آستین کی لمبائی کا معیار بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ لباس کی تیاری میں آستین کا خاص خیال رکھیں۔ ہماری تمام تر کوشش اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہونی چاہیے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور شمائل شریف کے محدثین اور شارحین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس پاک کا ذکر کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع عبادت کی قبولیت کی شرط اولیں ہے۔

حدیث نمبر۵۷/۵

قرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تاکہ ہم سب آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کریں۔ اس وقت حضورؐ کے کرتہ مبارک کا (گریبان) کھلا ہوا تھا یا (قرۃ) نے یہ فرمایا کہ آنحضرتؐ کی قمیص مبارک کا تکمہ (بٹن) کھلا ہوا تھا۔ (قرۃ) نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ حضورؐ کے کرتہ مبارک کے گریبان کے اندر داخل کر کے مہر نبوت کو چھوا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

اس حدیث مبارکہ میں کرتے کے گلے کو کھلا رکھنا حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک بتلایا گیا ہے۔ راوی اگرچہ ایک ہے لیکن سبق یہ ملا کہ اگر روایت ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہو تب بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ یہ باعث سعادت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی جستجو کا ایک طرز اور قرینہ ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی کا صرف ایک بال تھا جسے اس نے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جتنی بھی کوشش کی جائے اس کا رخ اتباع رسول مقبول ﷺ کی طرف ہو۔

من قبلہ راست کردم در سمت کج کلاہی

حدیث نمبر۶/۵۸

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے (کاشانہ اقدس) سے تشریف لائے اس حالت میں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یمنی چادر تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لپٹے ہوئے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اسی حالت) میں صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی اور عبد بن حمید نے کہا محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے میرے پاس بیٹھتے ہی مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ میں نے اس طریق سے حدیث بیان کرنی شروع کر دی کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد بن سلمہ نے تو اس (یحییٰ بن معین) نے کہا کہ اگر تو اپنی کتاب سے یہ حدیث پڑھتا تو بہتر تھا میں (محمد بن فضل) کتاب لانے کے لئے اٹھا تو انہوں نے (یحییٰ بن معین) نے میرا دامن پکڑ لیا اور فرمایا مجھے لکھا دے مجھے ڈر ہے کہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے۔ (محمد بن فضل) نے کہا میں نے اس (یحییٰ بن معین) کو زبانی (یہ حدیث) لکھا دی پھر میں وہ کتاب لے کر آیا اور ۲ سے پڑھ کر (یہ حدیث) سنائی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حدیث مبارکہ سے صحابہ کبارؓ کے ذوق و شوق اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں حدیث حاصل کرنے کی کتنی جستجو و تڑپ تھی ۔ بے قراری کا اندازہ لگایئے کہ اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ صحابیؓ گھر سے کتاب لا سکے ۔ ان کا عمل یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہماری تمام تر توجہ علم حدیث کے حصول کے لئے مرکوز ہونی چاہیے ۔ حدیث مبارکہ میں چادر پاک کا ذکر ہے ۔ حضرت انسؓ نے جو منظر بیان کیا ہے اسکے مطابق رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زیدؓ کا سہارا لے کر چل رہے تھے گویا آپ ؐ علیل تھے ۔

اگرچہ ابتداء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو احادیث مبارکہ کے لکھنے سے روک دیا تھا تاکہ قرآنی آیات اور احادیث ایک دوسرے سے مل نہ جائیں ۔ تاہم جب یہ خطرہ جاتا رہا اور خدشہ نہ رہا تو آپ ؐ نے صحابہ کرامؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت عطا فرما دی اور اپنی زبان مبارک پکڑ کر ارشاد فرمایا ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے اس زبان سے حق کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتا ۔ صحابہ کرامؓ نے احادیث مبارکہ لکھ کر محفوظ کر لیں ۔ اور کیوں نہ کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی کمال عبادت کا ذریعہ ، جلال عبادت کا قرینہ اور رضا الٰہی کی شرط اولیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث مبارکہ سننے سنانے اور لکھنے لکھانے کا ذوق و شوق اور جذبہ عطا فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہی اخلاق جلیلہ و جمیلہ ہے ۔

حدیث نمبر۵۹/۷

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کو اس نام سے موسوم فرماتے جیسے عمامہ یا کرتہ یا چادر ۔ پھر فرماتے اے اللہ تبارک و تعالیٰ ہر قسم کی تعریف ہر زمانے میں ، ہر طریقہ پر ، ہر ایک سے ، خاص تیرے ہی لئے ہے جیسے کہ تو نے یہ

کپڑا مجھے پہنایا اس پر میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اے اللہ ! تجھ سے ہی اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس کام کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اس کے لئے بھی بھلائی چاہتا ہوں اس کپڑے کے شر سے تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں اور جس شرارت والے کام کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

اس حدیث مبارکہ میں حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں لباس پہننے کی دعا تعلیم فرمائی ہے۔ یہ دعا زبانی یاد کر لینی چاہیے۔ لباس نعمت خداوندی ہے۔ اس کا شکر ادا کرنے کا ڈھنگ سکھایا گیا ہے۔ لباس کے پہننے سے نفس کی جو حالت ہوتی ہے اس کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ اعلیٰ اور قیمتی لباس کے پہننے سے ریا، غرور اور حسد جیسی اسفل اور گھٹیا خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہی وہ شر ہے کہ جس میں انسان اکثر و بیشتر مبتلا رہتے ہیں۔ عورتوں میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس قسم کے لباس سے تقویٰ باقی نہیں رہتا جو دین اسلام کا مقصد اولین و آخرین ہے۔ مرد و زن کو حکم ہے کہ وہ لباس التقویٰ حاصل کریں۔ ریا اور دکھاوا تقویٰ کے منافی ہیں۔ ان صفات کا نتیجہ لباس الخوف کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ تکبر اور ریا کا بنیادی مقصد اپنا مورال اونچا ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اس میں یہ خوف پنہاں ہوتا ہے کہ کہیں میرا مدمقابل مجھ سے سبقت نہ لے جائے۔ تحت الشعور میں ایسا شخص خوفزدہ ہوتا ہے اور وہ اپنا خوف لباس فاخرہ سے دور کرنا چاہتا ہے۔ اگر لباس لباس التقویٰ ہے تو نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کبیر کا شکر ادا کرنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا ہے۔ لباس زیب تن کرنیکا مقصد ستر کی حفاظت ہے۔ جن جن اعضاء کو کھلا رکھنا چاہیے انہیں کھلا رکھا جائے یعنی موسمی اثرات سے جسم کی حفاظت کی جائے۔ لباس کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کا شکر، اسکی رضا اور اسکے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا" (حج ۷۸)

اولیائے کرام نفس کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ لباس تزکیہ نفس کے لئے پہلا قدم بھی ہے اور

آخری بھی۔ جس قدر لباس جسم کے قریب ہے شر نفس بھی قریب ہے۔ لباس پہننے کے بعد دل کی کیفیت بدلنے سے انسان شر کے حوالے ہو جاتا ہے اور خناس کی اتباع کرتا ہے۔ جو نفس کے اندر بیٹھ کر حکمرانی کرتا ہے اور انسان کی زندگی کا سارا عمل شیطانی بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث مبارکہ سے خالص عبادت کا ذوق عطا فرمائے اور نفس کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۶۰/۸

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب کپڑوں میں پہننے کے لئے یمن کی سبز رنگ کی چادر بہت پسند تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸

حدیث مبارکہ میں یمنی چادر کا ذکر ہے جو رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم استعمال فرماتے تھے۔ یہ چادریں رنگ، کشیدہ کاری اور نقش کاری کے اعتبار سے بہت عمدہ سمجھی جاتی تھیں۔ جو لوگ صاحب ثروت ہوں اور جنہیں رب تعالیٰ نے دھن دولت سے نوازا ہو وہ تحدیث نعمت کے طور پر قیمتی سے قیمتی چادر اور ملبوس زیب تن کر سکتے ہیں۔ مقصد ریاکاری اور غرور نہ ہو بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہو۔ رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک صاحب ثروت کو عام لباس میں اور پراگندہ حال دیکھا تو پوچھا کیا یہی تیری حیثیت ہے۔ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اپنی حیثیت کا لباس پہن کر خدا کا شکر ادا کرو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

"آپ فرمائیں کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لئے" (اعراف، ۳۲)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو حسن بخشا ہے تو اس حسن کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سجانا حرام نہیں ہے۔ روکا صرف غرور و ریا سے گیا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو حیثیت کے مطابق اچھے سے اچھا لباس پہننے میں کوئی مذائقہ نہیں۔ مسکینی صورت بنا کر اظہار عجز بھی مکرو فریب اور ریاکاری کی ایک

صورت ہے۔ لباس کے استعمال کی تین شکلیں اور شرائط ہیں۔

☆ اپنی حیثیت کے مطابق لباس پہنا جائے تاکہ اظہار اور شکر نعمت ہو۔

☆ ریا کاری اور بخل سے بچا جائے۔

☆ اسراف سے بھی گریز کیا جائے بلکہ حد اعتدال میں رہنا چاہیے۔

لباس ایک فطری عمل ہے۔ جس طرح رنگ و روپ اور شکل و صورت میں فرق ہے اسی طرح تفاوت رزق بھی فطری عمل ہے۔ چنانچہ فطرت کے عین مطابق لباس کے سلسلہ میں اس عمل کو روا رکھا گیا ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن

لباس فرد اور جماعت کے اندر حسن و نکھار کا فطری عمل ہے۔ لباس سے انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ چنانچہ اس باریک تر مسئلے کو حضورؐ نے عین فطری طریقے سے نبھانے اور عمل کرنے کا ڈھب سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین متین کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ غرور، ریا، بخل اور اسراف سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۱۶/۹

ابی حجیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آنجنابؐ سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے گویا اس وقت آنحضور ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان فرماتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ وہ حلہ حمرا بردیمانی تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یمن سے دو قیمتی اور اعلیٰ چادریں بارگاہ نبوت میں آئی تھیں۔ حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں یعنی ایک چادر اور دوسرا لنگی۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ سنت جمیلہ و جلیلہ ملتی ہے کہ حضورؐ نے لباس پنڈلی مبارک تک رکھا۔ ٹخنوں تک لٹکانا غرور کی علامت ہے جو

حرام ہے۔ اگر غرور نہ ہو تو مکروہ ہے۔ جہاں گناہ کا خدشہ ہو وہاں سے رکنا ضروری ہے۔ لباس کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو تہبند پنڈلی تک رہے۔

حدیث نمبر ۶۲/۱۰

براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی سرخ جوڑے میں ملبوس حضور پاک ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آنجناب ﷺ کی زلف مبارک کندھوں کے قریب تھیں یعنی کندھوں کو چومتی تھیں۔

حدیث نمبر ۶۳/۱۱

ابی رمثہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آنجناب دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔

حدیث نمبر ۶۴/۱۲

قیلہ بنت مخرمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پاکؐ کو دیکھا کہ آنجنابؐ دو پرانی چادریں جن میں زعفران لگائی گئی تھی اور زعفران کو جھاڑ چکی تھیں زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۰۔۱۱۔۱۲

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے جسد اطہر پر دو چادریں لپیٹ رکھی تھیں جن پر زعفران لگا ہوا تھا۔ زیادہ استعمال کی وجہ سے یہ چادریں پرانی ہو چکی تھیں اور زعفران کے نشان مدھم پڑ گئے تھے۔ زندگی کے مختلف رنگ و روپ ہیں۔ ہر رنگ و روپ میں اور زندگی کے ہر گام پر حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عمل مبارک ہی معیار اور دلیل ہے۔

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ درس ملا کہ حضور کائنات ﷺ پرانے کپڑے استعمال فرماتے

تھے ۔ آپؐ کی سنت کی اتباع کرتے ہوئے صوفیائے کرام پرانے کپڑے استعمال کرتے ہیں ۔ انہیں پرانے کپڑوں میں دیکھ کر ان پر کسی قسم کا اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ۔ ہو سکتا ہے ان کے دل میں سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرنے کی تڑپ و جستجو ہو ۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے نیک گمان کیا جائے تو بہتر ہے ۔ شیخ سعدیؒ نے بھی ہمیں یہی درس تعلیم فرمایا ہے کہ

"اگر کوئی فاخرانہ لباس یا بوسیدہ لباس میں ہو اور لوگ اسے اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ اور ولی گمان کرتے ہوں تو اس کے متعلق بدگمانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے نیک اور صالح آدمی سمجھنا چاہیے ۔"

اسی طرح ہم پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی نے لباس خضر پہن کر مکرو فریب کا سامان جمع کر رکھا ہے تو اسکی حقیقت سے بھی لوگوں کو آگاہ کریں ۔ تاکہ اسکے مکرو فریب سے لوگوں کو کسی ممکنہ نقصان سے بچایا جا سکے ۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جاہ و جلال کو دیکھ کر صحابہؓ ہیبت سے سہم گئی ۔ نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے صحابہؓ کی اس کیفیت پر نگاہ رحمت فرمائی اور اس کے خوف کے بوجھ کو اٹھا لیا ۔ انبیاؑ اور اولیاءؒ کو پہلی نگاہ میں دیکھتے ہی رعب و دبدبہ اور ہیبت طاری ہوتی ہے ۔ لیکن جب ان کا قرب نصیب ہوتا ہے تو وہ شفیق و رحیم نظر آتے ہیں ۔ اس کرم نوازی 'شفقت و رحمت کے طفیل بھٹکی انسانیت راہ حق پر آ جاتی ہے ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

کا حکم ہماری رہنمائی کر رہا ہے کہ منعم علیہ یعنی انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلیں اور ان کا قرب حاصل کریں ۔ فقر کی انتہا رضائے الٰہی اور دیدار الٰہی کے سوا کچھ نہیں ۔ یہ دونوں مقصد عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مضمر ہیں ۔ عشق رسول ﷺ کی علامت اتباع رسولؐ ہے ۔

حدیث نمبر ۶۵/ ۱۳

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چاہیے کہ تم سفید لباس پہنو ۔ تمہارے زندہ لوگ سفید کپڑے پہنیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑے ہی کا کفن دو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہترین (عمدہ) کپڑا ہے ۔

حدیث نمبر۶۶/۱۴

سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ ستھرے اور پاک رہتے ہیں اور اسی سے اپنے مردوں کو کفن پہنایا کرو۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۳۔۱۴

اختلاف رنگ کے حسین مناظر کے بعد اپنی امت کو مرکزی یک رنگی کا درس دیا ۔ لباس کی معراج سفید کپڑوں میں ہے ۔ رنگوں کی بوقلمونی اور رنگا رنگی سے استغنا فرما کر یک رنگی کا درس دیا ۔ جب دم واپسیں ہو اور موت کا سفر درپیش ہو تو اس لمحے سفید رنگ کا کفن پہنانے کا حکم دیا گیا۔ خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دعا اور استدعا ہے کہ وہ ہمیں زندگی کے ہر ہر گام پر سنت رسول مقبول ﷺ کی جستجو کا جذبہ' ولولہ اور شوق عطا فرمائے۔ ہر اس اختلاف سے محفوظ رکھے جو امت مسلمہ کی تفریق کا باعث بنے۔ یہ اختلاف زحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اختلاف زحمت اور اختلاف رحمت کی سمجھ عطا فرمائے۔

حدیث نمبر۶۷/۱۵

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سید عالم و عالمیان ﷺ ایک دن صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے اور آنحضورؐ سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۵

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کائنات ﷺ کو بہت محبوب اور پیاری تھیں۔ امت تک انہوں نے آدھا دین پہنچایا۔

حدیث مبارکہ میں انہوں نے "کالی کملی" کا ذکر فرما کر عاشقاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا عظیم المرتبت اور من پسند لفظ عنایت فرمایا ہے کہ جس کا سارا جگ اسیر ہو کر رہ گیا ہے۔ اس لفظ کو ایسا بے مثل شرف قبولیت ملا کہ ہر مکتب فکر کے اہل دانش خواہ نثر نگار ہوں یا نظم نگار نے اسے متواتر اپنے گلہائے عقیدت میں خاص مقام دیا ہے۔ عاشقان رسولؐ، علماء کرام، فقہا، محدثین و مفسرین، چھوٹے بڑے، عام و خاص سب کے لئے یہ مبارک لفظ نہ صرف اظہار عشق و محبت اور عقیدت کا ذریعہ ہے بلکہ حقیقت میں نصاب عشق بھی ہے۔ محبت و عشق مصطفیٰ ﷺ کے داعی اس منظور نظر لفظ کے ایسے محصور ہوئے ہیں کہ وہ قیامت تک اپنی داستان عشق اسی پاک لفظ "کالی کملی" کے ذریعے بیان کرتے رہیں گے اور اپنے دل کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

کالی کملی والے تم پہ لاکھوں سلام
تم ہو اللہ والے تم پہ لاکھوں سلام

گو کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر رنگ کو شان بخشی ہے لیکن کالی کملی کی عظمت اور شان کے کیا کہنے! ذرا اس کی نسبت ملاحظہ ہو۔ خانہ کعبہ کے غلاف کا رنگ کالا، قرآن کے الفاظ کالے، علمائے کرام کے جبوں کا رنگ کالا، اللہ تعالیٰ کے نور کا رنگ کالا اور علم کا رنگ بھی کالا۔

عوام و خواص "کالی کملی" کے عظیم لفظ سے اچھی طرح متعارف ہیں اور یہ تعارف جذبہ عشق کی وجہ ہے۔ حرف آخر یہ ہے کہ "کالی کملی" کا لفظ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے استعمال فرمایا۔

ان کے در چومنے کا صلہ مل گیا
سر اٹھایا تو مجھ کو خدا مل گیا
کچھ نہ پوچھو کہ میں کیسے بیکل ہوا
مجھ کو کملی میں نور خدا مل گیا

حدیث نمبر ۶۸/۱۶

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ (یعنی کہنیوں سے اوپر تک آستینیں تھیں)

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۶

علماء ، خطیب ، واعظین اور مفسرین حضور ﷺ کی اتباع میں جب زیب تن کر کے لوگوں کے دلوں میں حضورؐ کی محبت اور سنت کی عظمت راسخ کرتے ہیں۔ فرمان ذیشان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھاتے ہیں ۔ حضورؐ کی سنت مبارکہ پر عمل کی بدولت انہیں بھی تعظیم و توقیر حاصل ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر9

باب ماجاء فی عیش رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے زندگی بسر کرنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر۶۹/۱

محمد بن سیرین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان پر دو گیروے رنگ کے پھولدار کپڑے تھے۔ یہ دونوں کپڑے کتان یعنی سلکی تھے۔ انہوں نے ان کپڑوں میں سے ایک کے ساتھ اپنے ناک کو صاف کیا۔ پس فرمایا زہے زہے ابو ھریرہؓ آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے۔ البتہ قسم ہے کہ مجھ پر ایسی حالت گزری ہے کہ میں منبر رسول ﷺ اور حجرہ عائشہ صدیقہؓ کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا۔ پس جب گزرنے والا مجھ پر گزرتا تو یہ سمجھ کر کہ میں مجنون ہوں میری گردن دباتا حالانکہ مجھے کسی قسم کا جنون نہ تھا بلکہ میری یہ کیفیت تو انتہائی بھوک کی وجہ سے ہو گئی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

زندگی کے دور میں سب سے خطرناک وقت بھوک اور افلاس کا ہوتا ہے۔ کیونکہ غربت و افلاس کی حالت میں انسان سب کچھ کر گزرتا ہے۔ حضرت ابو ھریرہؓ نے جو دکھ بھری زندگی جھیلی اس حدیث پاک میں اس کا تذکرہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ کی اسلام سے پہلے کی زندگی بڑے ناز و نعم میں گزری۔ آپؓ کا رئیس چچا آپؓ کا کفیل تھا۔ آپؓ حسن و جمال کے پیکر تھے۔ آپؓ کی زیبائی و رعنائی دیکھ کر ہر ایک دیدہ و دل فرش راہ

کرتا۔ اس لئے چچا نے آپؓ کی منگنی اپنی بیٹی سے کر دی۔ وہ دوشیزہ بھی حسن و جمال میں لاثانی اور بے مثال تھی۔ یہ جوڑا اپنی محبت اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ ایک طرف فارغ البالی اور خوشحالی کی زندگی تھی تو دوسری طرف اسلام کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے عبارت زندگی۔ ایک طرف آپؓ کے چچا کا فیصلہ تھا تو دوسری طرف وہ پیکر حسن و ناز کہ جس پر خود حسن کو ناز ہو۔ ابوھریرہؓ کا انتخاب حضور کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ تھی جو آپؓ کے دل میں نقش ہو چکی تھی اور جسے اللہ تعالیٰ، آپؓ خود اور آپؓ کی چچی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ یعنی آپؓ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اس کا اظہار مدینہ منورہ میں ہوا۔ یہ معاملہ ازل سے طے پا چکا تھا۔

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

سیدنا ابوھریرہؓ کو رب تعالیٰ جل شانہ نے اسلام کی دولت لازوال سے نوازا۔ آپؓ کو اسلام قبول کرنے کے ناقابل معافی جرم میں منگیتر سے ہاتھ دھونے پڑے۔ جائیداد سے محروم کیا گیا۔ حتیٰ کہ گھر سے نکال باہر کیا گیا۔ آپؓ نے مکہ مکرمہ ایسی بیکسی کی حالت میں چھوڑا کہ جسم پر سوائے ایک کمبل کے جو چچی نے ترس کھا کر پھینکا تھا کچھ بھی نہیں تھا۔ پا پیادہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی لیکن ان کی عظمتوں کو سلام کہ رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل کر استقبال کیا اور فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ جل شانہ کا مہمان آ رہا ہے۔ مدینہ منورہ تشریف لا کر مسجد نبویؐ کا ایک چبوترہ سنبھالا۔ یہ چبوترہ علم و عرفان کا ایسا گہوارہ تھا کہ جسکی بنیاد خود نبی کریمؐ نے رکھی تھی۔ حضرت ابوھریرہؓ نے یہاں داخلہ لینا پسند فرمایا۔ ان کا کام دیدار مصطفیٰ ﷺ اور دین الٰہی کے حصول کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری زندگی دین کے حصول میں صرف کر دی۔ غربت کی انتہا یہ تھی کہ بھوک کی وجہ سے غشی طاری ہو جاتی تھی اور آپؓ منبر رسولؐ اور حجرہ عائشہ صدیقہؓ جسے دنیا "روضة من رياض الجنة" کے نام سے جانتی ہے کے درمیان بیہوش پڑے ہوتے یا نقاہت کی وجہ سے اتنی سکت بھی نہ ہوتی کہ آسانی سے چل پھر سکیں۔ لیکن غیرت و خوداری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سامنے کبھی بھی دست سوال دراز نہ کیا۔ آپؓ اصحاب صفہ اور قیامت تک آنے والے صوفیاء، اتقیاء اور اولیاء کے امام ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث مبارکہ کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کئی مرتبہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھے اپنا نفس شادی کرنے پر اس حد تک مجبور کرتا ہے کہ مجھے خوف ہونے لگتا ہے کہ کہیں مجھ سے گناہ سرزد نہ ہو جائے لیکن آپؐ خاموش رہتے۔ ایک موقع پر جب سیدنا ابوہریرہؓ نے یہی درخواست بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "اگر تیری قوت سلب بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا ویسا ہی ہوگا۔" عاشق صادقؓ نے بھانپ لیا کہ یہ بات حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر گراں گزری ہے لہٰذا آپؐ کے وصال مبارک تک یہ بات دوبارہ عرض نہ کی۔ اس سے یہ روشنی ملی کہ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک تک مجرد ہی رہے۔ حضور کائناتؐ کے وصال مبارک کے بعد سیدنا ابوہریرہؓ نے شادی کی اور اس سے آپؓ کے بچے بھی ہوئے۔ جو آپؓ کے ساتھ جہاد میں بھی حصہ لیتے رہے۔ آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی جنہیں میں ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

☆ ہرماہ تین روزے رکھنا۔
☆ سونے سے پہلے وتر ادا کرنا۔
☆ جمعہ کے روز غسل کرنا۔

الصحابۃ کلھم عدول

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ وہ قد آور اور ممتاز شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ کا نور امت تک پہنچایا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو لوگ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول آخر ہونے کا محکم عقیدہ رکھتے ہیں ممدوح صحابیؓ کے احسانات کا اعتراف کرتے لیکن آپؓ کی ذات مقدسہ کو اعتراضات کے ذریعے ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ ان معترض فرقوں کی نشاندہی کرنا ضروری ہے۔

○ پہلا وہ فرقہ ہے جو سرے سے احادیث کا قائل ہی نہیں اور صرف قرآن کو مانتا ہے لیکن جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل قرآن اور تشریح قرآن کے حق کو تسلیم نہیں کرتا۔

○ دوسرا وہ فرقہ ہے جو احادیث کے ماننے کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے اجتماعی

عقائد سے یکسر منقلب ہو گیا ہے اور احادیث مبارکہ کو اپنی من مانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی جسارت کرتا ہے اور اپنے من گھڑت عقائد کو امت مسلمہ کے اجتماعی عقائد سے پھیرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ امام کی تقلید سے بھی منکر ہو گیا ہے۔

○ تیسرے وہ لوگ ہیں جو مغربی افکار اور نظریات سے بری طرح متاثر ہو کر عقلی ایجادات سے شکست خوردہ ہیں وہ بھی احادیث مبارکہ پر قسما قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ ان میں دونوں قسم کے لوگ یعنی تعلیم یافتہ اور ان پڑھ شامل ہیں۔ یہ بھی سیدنا ابوہریرہؓ پر استہزا (مذاق) کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں کھانے پینے کے تمام ذرائع پر سامراجیت قابض ہے۔ سرمایہ داری کا بت ہو یا اشتراکیت کا دونوں کا ردعمل اور شکلیں ایک ہیں۔ ان کا مقصد مخلوق خدا کو خداوند تعالیٰ کی غلامی سے نکال کر اپنی غلامی میں جکڑنا ہے۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ کیسے ابھر سکتا ہے۔

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

حیرت ہے کہ تمام عالم اسلام میں جتنی تحریکیں اٹھتی ہیں ان کی اٹھان سامراجیت اور اشتراکیت کی تقلید سے ہوتی ہے۔ اس پرفتن دور میں گویا مسلمان بھی نظام باطل کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں ممدومعاون ثابت ہو رہے ہیں۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

اس وقت سارا عالم اسلام یہودیت، سامراجیت اور اشتراکیت کے پنجہ استبداد میں جکڑا جا چکا ہے۔ ایسے حالات میں شمائل نبویؐ لکھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ

بمصطفیٰؐ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ زبان رسالتؐ نے ارشاد فرمایا

الصحابی کالنجوم اقتدیتم اھتدیتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 10

باب ماجاء فی خف رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے موزہ کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

چند فقہی مسائل ابتدائی طور پر بیان کئے جا رہے ہیں تاکہ موزوں کے استعمال کے وقت پیش نظر رہیں۔ تقریباً تمام صحابہ کرامؓ سے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث روایت ہیں۔ آئمہ اربعہ یعنی امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو یہ علامت اہلسنّت ہے۔ فرماتے ہیں "اور ہم تو موزوں پر سفروقیام میں مسح کرتے ہیں۔" مقیم کے لئے مسح کی مدت حدث کے وقت سے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن اور تین رات۔ یعنی اگر ایک شخص نے ظہر کو وضو کر کے موزے پہنے اس کے بعد اس کو عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدت مسح عصر کے وقت سے لی جائے گی۔ جو چیز وضو کو توڑنے کا باعث ہے وہی مسح کو بھی توڑتی ہے۔ نیز موزے سے ایک پیر کا نکال لینا بھی وضو کو توڑ دیتا ہے۔ ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر موزے پر مسح کرنا فرض ہے۔ اس سے زیادہ فرض نہیں۔ مسح میں نیت وغیرہ نہیں ہے۔

اگر موزہ چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹ جائے اور چلتے وقت یہ تین انگلیاں موزہ سے باہر نکل آئیں تو مسح جائز نہیں۔ سوت وغیرہ کی جراب پر مسح جائز نہیں۔ جانوروں کی کھالوں سے موزے تیار کئے جاتے ہیں۔ بعض کھالیں مردہ جانوروں کی بھی ہوتی ہیں اور زیادہ تر مذبح جانوروں کی۔ دونوں قسم کی کھالوں کے بنے ہوئے موزے پہننا جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱/۷۱

بریدہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں تحفتہ" دو موزے سیاہ رنگ کے بھیجے تھے جو کہ صرف سیاہ رنگ کے

ہی تھے۔ ان دونوں کو پیغمبر اسلامؐ نے پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا۔

حدیث نمبر۲۷/۲

مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبیؓ نے دو موزے حضور ﷺ کی نذر کئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا ذکر بھی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے انکو پہنا۔ یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ حضور اقدسؐ نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۔۲

احادیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ سرکار کائنات ﷺ نے موزے استعمال فرمائے اور ان پر مسح کیا لہٰذا ایسا کرنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ۱۱

باب ماجاء فی نعل رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے پاپوش مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں گیارہ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۷۳/۱

قتادہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا پاپوش مبارک کیسے تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک کفش مبارک میں دو تسمے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱

حضرت قتادہؓ کا حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کے نعلین مبارک کی ساخت اور نمونہ پوچھنے سے یہ نور ملتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضور ﷺ سے کس قدر پیار تھا۔ یہ ان کی محبت و عقیدت کا بین ثبوت ہے۔ نعلین پاک کا ذکر کرنا بھی سنت مبارکہ کی اتباع کا ذوق ہے۔

حدیث نمبر ۷۴/۲

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے کفش مبارک کے وہ تسمے جو پشت قدم پر پڑتے تھے دہرے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

تلاش حق یہ ہے کہ رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے نعلین پاک کی اتباع میں

جوتے بنائے جائیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اتباع سنت دونوں مضمر ہیں۔ صراط مستقیم کے راہی سر سے پاؤں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کا رنگ ہے جسے صبغۃ اللہ کہتے ہیں۔

حدیث نمبر۷۵/۳

عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پاپوش مبارک جن پر بال نہ تھے ہمارے لئے نکالے۔ ہر ایک پر دو دو تسمے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں نعلین پاک حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

اس حدیث پاک میں ہمیں مزید عشق و محبت کا انداز' قرینہ اور اسلوب ملتا ہے کہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک محفوظ کر رکھے تھے۔ اب سوچئے کہ کیا ان کے دل و نگاہ محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کو بوسے نہیں دیتے ہوں گے 'کیا وہ ان نعلین مقدس کو سر آنکھوں پر نہیں رکھتے ہوں گے ؟

ایک صحابیؓ نعلین پاک کو اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے ہے تو دوسرا صحابیؓ ان کی زیارت کا شوق دل میں بسائے صحابیؓ کے در دولت پہ حاضر ہوتا ہے۔ اس کی نگاہوں نے جی بھر کر پاپوش مقدس کی زیارت کی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعلق اور طرز عمل عشق پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے محبوبؐ کے عشاق نے عشق و محبت کی داستانیں رقم کیں اور اپنے اپنے رنگ و انداز میں محبت کی کہکشائیں بکھیریں جس سے تاقیامت عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق و محبت کی خیرات حاصل کرتے رہیں گے اور فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرد راہ کا کروڑواں ذرہ عطا فرمائے۔

حدیث نمبر۷۶/۴

عبید بن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ گائے کے چمڑے کا وہ جوتا پہنتے ہیں جو کہ دباغت شدہ یعنی بالوں کے بغیر ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یقیناً میں نے حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے جوتے پہنے دیکھا ہے جس پر بال نہ تھے اور ان میں وضو فرماتے۔ لہٰذا میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ اس طرح کے جوتے پہنوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نامور اور مقتدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پرہیز گاری اور ذوق عبادت آپؓ کا تشخص اور مخصوص پہچان ہے۔ اسی لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ابن عمرؓ تمہاری راہ میں نہیں آئیں گے کیونکہ انہیں عبادت نے تھکا دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا حسن اور اسکی ساخت بیان کر رہے ہیں کہ ان کا چمڑا بے بال تھا۔ آپؐ اس قسم کے جوتے بنایا اور پہنا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۷۷/۵

ابی ھریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ایک کفش مبارک میں دو تسمے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۸۷/۶

عمرو بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آنجنابؐ ایسی جوتیوں میں نماز پڑھ رہے تھے جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

اس حدیث مبارکہ کے مطابق سرور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ والہ وسلم پیوند شدہ جوتے پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ جوتی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مقام نجاست پر نہیں لے جاتے تھے۔ اگر جوتے پرانے ہو جائیں اور ان پر پیوند بھی لگ جائیں تو نہ صرف انہیں استعمال کیا جائے بلکہ نجاست سے بچا کر ان کے ساتھ نماز پڑھنا بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت ہے۔ آج امت اسراف کے سمندر میں ڈوب رہی ہے۔ جوتیوں پر اتنا زیادہ خرچ ہو رہا ہے کہ ہر گھر جوتیوں کی دکان لگتا ہے۔ اس لئے حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہمیں ایک بار پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور مبارک کی طرف لوٹنا ہو گا۔ کیونکہ اسی میں ہماری تمام تر روحانی' اخلاقی اور معاشی بدحالی کا حل ہے۔

حدیث نمبر۹۷/۷

ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ پھرے چاہیے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۷

ایک جوتا پہننے سے ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص ذہنی توازن کھو چکا ہے یا یہ علامت

غرور کی بھی ہو سکتی ہے اس لئے یہ ایک غیر فطری عمل لگتا ہے ۔ جس طرح عینک کے دو شیشے ہوتے ہیں ایک شیشہ کا استعمال مضحکہ خیز لگتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان ذیشان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

حدیث نمبر ۸۰/۸

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید کائناتؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتا پہن کر چلے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸

حدیث مبارکہ میں بائیں ہاتھ سے کھانے اور صرف ایک جوتا پہننے سے منع فرمایا جا رہا ہے ۔ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر پھرنا وقار کے منافی ہے اور ایک قسم کی بدتمیزی ہے ۔ دونوں پاؤں کے حقوق برابر ہیں ۔ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا ' داہنے ہاتھ سے کھا ۔ اس نے یونہی کہہ دیا کہ "میں طاقت نہیں رکھتا" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو طاقت نہ رکھ ۔ پھر کیا تھا اس کا داہنا ہاتھ اس کے بعد منہ تک نہ پہنچ سکا اور بے کار و شل ہوگیا۔

حدیث نمبر ۸۱/۹

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک جوتا پہنے تو چاہیے کہ داہنے جانب سے پہلے جوتا پہنے ۔ اور جب کوئی جوتا اتارے تو بائیں جانب سے اتارنا چاہیے ۔ دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہو اور اتارنے میں موخر۔

حدیث نمبر ۸۲/۱۰

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سید

عالم و عالمیان ﷺ حتی المقدور کنگھی فرمانے ' جوتا پہننے میں اور وضو کرنے میں داہنی طرف سے شروع کرنے کو بہت پسند رکھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹ '۱۰

احادیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ جوتا پہنتے ' کنگھی کرتے اور وضو کرتے وقت داہنی جانب سے شروع کرنا چاہیے۔ اس میں برکت بھی ہے اور اتباع سنت بھی ہے۔ علامہ البیجوریؒ ارشاد فرماتے ہیں

"ان تین امور کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر ایک امر تکریم کے بارے میں یہی حکم ہے"

حدیث نمبر۸۳/۱۱

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ہر ایک کفش مبارک کے دو تسمے تھے ' اور جناب ابوبکر صدیق و جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کفش بھی۔ اور حضرت عثمانؓ پہلے صاحب ہیں جنھوں نے ایک تسمے والی جوتی پہنی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۱

حدیث مبارکہ میں ایک تسمے کا جوتا پہننے کا جواز ہے۔

فقط اتنی سی رحمت ہاتھ رکھ دے میری آنکھوں پر
میرے آقاؐ میرے ہونے کی ہی مجھ کو نشانی دے
مجھے نعلین سے اپنے لپٹ جانے دے اے آقاؐ
زمیں کے ایک ذرے کو بلندی آسمانی دے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر12

باب ماجاء فی ذکر خاتم رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی انگشتری (انگوٹھی) کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ۸ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۸۴/۱

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ حبش کا تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

اس حدیث مبارکہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ استعمال کیا گیا لہٰذا ایسا کرنا جائز ہوا۔

حدیث نمبر۸۵/۲

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انگشتری چاندی کی بنوائی تھی جس کے ساتھ مہر لگاتے اور اسے پہنتے نہیں تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

مرد کیلئے سونا، لوہا اور پیتل وغیرہ کے زیورات استعمال کرنا منع اور ناجائز ہیں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود جو انگوٹھی پہنتے تھے اس پر آپؐ کا اسم گرامی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نام مبارک لکھا ہوا تھا۔

سلاطین، متولی اور عہدیداروں کو ایسی انگوٹھی جو مہر کے طور پر استعمال ہو پہننے کی اجازت ہے۔

صحابہ کرامؓ نے نگینہ کی انگوٹھی بھی حضورؐ کی موجودگی میں پہنی اور آپؐ نے منع نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر۸۶/۳

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

چاندی کی انگوٹھی میں چاندی کے نگینہ کا ذکر ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ خلاف سنت نہیں بشرطیکہ ان حدود و قیود میں رہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جمع الوسائل میں مولانا ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔ "اور جو روایت کیا گیا ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہننے سے غریبی جاتی رہتی ہے اور اسکی انگوٹھی مبارک ہے اور جو یہ انگوٹھی پہنتا ہے وہ ہمیشہ بھلائی پاتا ہے وغیرہ وغیرہ پس اس طرح کی تمام روایات ثابت نہیں ہیں جیسا کہ حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے۔"

حدیث نمبر۸۷/۴

جناب انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امرائے عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ امرائے عجم ان خطوط کو قبول نہیں کرتے جن پر مہر لگی ہوئی نہ ہو۔ تو سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی گویا کہ اس کی سفیدی کو حضورؐ کی ہتھیلی مبارک میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے اصولوں کی خاطر ایک بہت بڑا راستہ رکھا ہے اور ان کی رعایت فرمائی ہے کیونکہ مہر کا رکھنا ظاہرا" تو امرائے عجم کی رعایت تھی مگر حقیقی مرکز

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر تھی کیونکہ مہر ختم نبوت کی برہان اور دلیل ہے جو قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ کفار کی مہروں میں بتوں کی تصاویر ہوتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر کی رعایت میں اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ مہر پر اسلامی نقوش ثبت ہوں یا پاک نام درج ہوں۔ مثلاً" اللہ' محمد' چاند' تیر' تلوار' مسجد کے مینار یا گنبد۔ یہ تمام اسلام کے آئینہ دار ہیں۔ بتوں کو مہروں پر کندہ کرنا مسلمانوں کے لئے ممنوع اور خلاف سنت ہے۔ جبکہ ایسی رعایت کا خیال کرنا جس کی اصل قرآن اور احادیث میں ہو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۵/۸۸

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش تین سطر میں تھا ایک سطر میں محمد' دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ تھا۔

حدیث نمبر ۶/۸۹

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ' قیصر اور نجاشی کی طرف خطوط تحریر فرمائے تو صحابہ کرامؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ بلاریب وہ لوگ بغیر مہر شدہ خطوط قبول نہیں کرتے۔ نتیجتاً" رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵'۶

محققین کی رائے کے مطابق پہلی سطر میں محمد' دوسری سطر میں رسول اور آخر میں نیچے اللہ کا نام تھا۔ قرآن پاک میں الفاظ کی ترتیب بھی اسی طرح ہے۔ "محمد رسول اللہ"

حدیث نمبر ۷/۹۰

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء

میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۷

کیونکہ انگوٹھی پر قرآنی الفاظ نقش تھے اس لئے سرکار دوعالم ﷺ انگوٹھی اتار کر کسی خادم کو دیتے پھر بیت الخلا میں داخل ہوتے۔ ہمارے دور میں قرآنی آیات گندگی کے ڈھیروں پر بکھری نظر آتی ہیں۔ اخبارات و رسائل خرید کر ہم بھی اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ جبکہ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملتی ہے کہ آیات مقدسہ کی تعظیم اور احترام و خیال ازحد ضروری ہے۔ انہیں ہر قسم کی بیرونی آلودگیوں سے بچا کر رکھنا چاہیے کہ یہی حضور کائنات مغفر موجودات ﷺ کا عمل مبارک ہے۔ کلام اللہ کی عظمت و شان اگر دل میں ہو تو آیات مبارکہ کو بیرونی آلودگی سے بچایا جا سکتا ہے۔ لیکن جس دور میں ہم ہیں اس میں کچھ کہنا محال ہے سوائے حسرت و تعجب کے۔ حسرت و تعجب اس لئے کہ قرآن مجید کے متن مبارک کا جو حشر ہم نے کیا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ مسلمانوں کی اس نااہلی اور بدبختی پر غیر بھی دم بخود ہیں۔ جس طرح آیات مقدسہ جا بجا کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر بکھری نظر آتی ہیں اسی طرح انسان کا جسم بھی ذرات میں بکھرا نظر آتا ہے اور اس کے جسمانی اعضاء بھی گندگیوں کے ڈھیروں میں پڑے ملتے ہیں۔ انسانی تضحیک کی ایسی مثال تاریخ میں ملنا محال ہے۔ حالانکہ انسان کا وجود بھی آیت اللہ ہے۔ انسان کو مکرم اور اشرف المخلوقات کہا گیا۔ جس طرح آیات مقدسہ کی پامالی اور بے حرمتی کی ممانعت ہے اسی طرح انسان کے جسم کو بے عزت اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کا اپنے خالق حقیقی سے محبت و عبادت کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ جس کا رد عمل قرآنی آیات مقدسہ اور انسانیت کی پامالی اور بے حرمتی کی شکل میں ہمارے سامنے آچکا ہے۔ ہمارے دکھ درد کا علاج و درماں اسی میں ہے کہ ہم اپنے خالق حقیقی کی محبت و عبادت میں فنا ہو جائیں مگر صراط مستقیم پر چلنے کے لئے سنت مصطفیؐ کی روشنی کو اپنے سامنے رکھنا ہو گا۔ جوں جوں یہ راستہ طے ہوتا جائے گا قرآنی آیات کی تعظیم اور انسانیت کی تقدیس و توقیر خود بخود پیدا ہوتی جائے گی۔ یہی وہ راز ہے جو سنت رسول مقبول ﷺ کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔ حضورؐ کے پیش نظر مستقبل کے حالات تھے اور آپؐ مشاہدہ فرما رہے تھے کہ لوگ تعظیم قرآن کا خیال نہیں رکھیں گے اسی لئے سرکار دو جہاں

ﷺ نے اپنے عمل پاک سے عظمت قرآن اور توقیر و تعظیم قرآن کا درس دیا ہے۔ جو لوگ اخبارات و رسائل کی فروخت اور اپنے نظریئے کے پرچار کیلئے مقدس الفاظ کی توہین کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

"عبرت حاصل کرو اے نگاہ والو" (حشر:۲)

حدیث نمبر ۹۱/۸

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ یہ آنجنابؐ کے ہاتھ مبارک میں تھی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اریس کے کنویں میں گر گئی۔ اس کا نگینہ "محمد رسول اللہ" کے نقش کا تھا۔

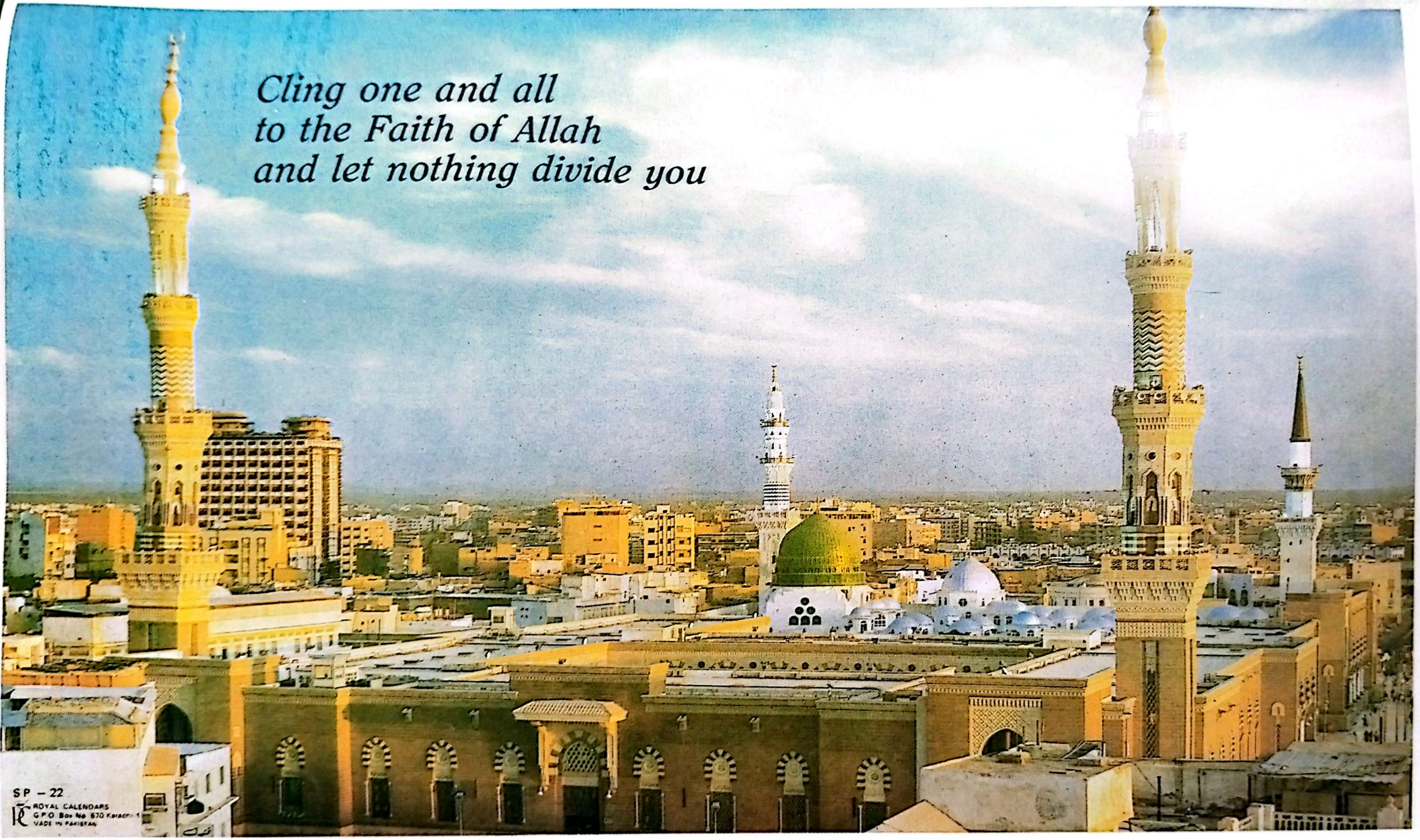
تاثرات و واردات حدیث نمبر ۸

امام نوویؒ فرماتے ہیں ارشاد ہے "یہاں تک کہ اریس کے کنویں میں گر گئی۔" مسجد قبا کے نزدیک اریس کا کنواں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کو چھ برس گزرے تھے کہ یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے گر گئی۔ امیر المومنینؓ نے تین دنوں تک اس کنویں سے پانی نکلوایا اور بالکل تہہ تک صاف کروایا مگر انگوٹھی نہ ملی۔ حضرت علامہ یوسف نبھانیؒ وسائل الوصول میں تحریر فرماتے ہیں "باجوری کہتے ہیں کہ اس انگوٹھی کے کنویں میں گرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زوال کا آغاز ہونے والا ہے اور فتنوں کا دروازہ کھلا چاہتا ہے۔" چنانچہ اس انگوٹھی کے کنویں میں گرنے کے بعد مسلمانوں میں باہمی اختلاف شروع ہو گیا۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی بے دردی سے شہید کئے گئے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں میں جو اتحاد و یکجہتی قائم کی تھی وہ پارہ پارہ ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی بھی حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی طرح پراسرار تھی کہ جیسے

ان کی انگوٹھی کی گمشدگی کے ساتھ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا ایسے ہی حضورؐ کی انگوٹھی کے گم ہونے سے نااتفاقی اور فساد کا دروازہ کھل گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے دوران وہ تھیلا اور جھولا بھی گم ہو گیا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ معجزہ یہ تھا کہ اس کی کھجوریں کبھی بھی ختم نہیں ہوتی تھیں۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یہ برکت بھی جاتی رہی۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو چیزوں کو رو رہے تھے ایک عثمان غنیؓ کی شہادت اور دوسرے حضورؐ کے عطا کردہ جھولے کی برکات ناپید ہو جانے پر۔

"خیرالقرون قرنی" کی برکات و انوار کے گھٹنے کا عمل شروع ہوا۔ کائنات سفر قیامت کی طرف رواں دواں ہے۔ سابقہ دور کو آنے والا دور نہیں مل سکتا۔ لمحہ فکریہ ہے کہ ہم قرآن مجید فرقان حمید اور حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت مبارکہ سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔ اسی غفلت کی وجہ سے طاغوتی طاقتیں پوری قوت سے ہمیں پامال کر رہی ہیں مگر ہمیں احساس تک نہیں۔ ہمیں اتنی بھی سمجھ بوجھ نہیں کہ ہم کس راہ کی طرف گامزن ہیں۔ دین متین تو محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا لیکن جیسے جیسے ہم اس سے دور ہوں گے خود ہی غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔


Cling one and all
to the Faith of Allah
and let nothing divide you
SP – 22
ROYAL CALENDARS
G.P.O. Box No. 670 Karachi
MADE IN PAKISTAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر13

باب ماجاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینہ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہننے کے بیان میں ہے

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱/۹۲

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگوٹھی داہنے ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے۔

حدیث نمبر ۲/۹۳

حماد بن سلمہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابی رافعؓ کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا تو اس سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے عبداللہ بن جعفرؓ کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا تھا اور عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث نمبر ۳/۹۴

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث نمبر ۴/۹۵

جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اپنے دائیں ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۹۶/۵

صلت بن عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب ابن عباسؓ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ فرماتے کہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی انگوٹھی اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱ تا ۵

احادیث مبارکہ میں اشارہ ہے کہ جو انگوٹھی زیب انگشت رہتی تھی اور اس پر قرآنی آیت نقش اور منور تھی اسے حضورؐ نے ہمیشہ دائیں ہاتھ میں زیب انگشت رکھا۔ پتھر کی انگوٹھی کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۹۷/۶

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انگوٹھی چاندی کی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا ہوا تھا اور اس میں کندہ تھا "محمد رسول اللہ" اور اس نام پاک کو انگوٹھی پر کندہ کرنے سے ہر ایک شخص کو منع فرما دیا تھا۔ یہ انگوٹھی معیقیب سے اریس کے کنویں میں گر گئی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

اس حدیث سے یہ عظیم ہدایت ملتی ہے کہ آنحضور ﷺ انگوٹھی کی وہ سمت ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے جس میں قرآنی آیت نقش تھی۔ اس سے عظمت، فضیلت اور احترام قرآن کا درس ملتا ہے۔ صد حیف ہے اس دور پر کہ جس میں قرآنی آیات کی سرعام توہین اور بے ادبی ہوتی ہے اور گلہ یہ ہے کہ ہم پر رحمتیں نازل نہیں ہوتیں۔

حدیث نمبر ۹۸/۷

حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ انگوٹھیاں اپنے بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

محدث جلیل صاحبزادہ الحافظ علی احمد جان نے فرمایا کہ اس حدیث شریف کے یہاں پر لانے سے امام ترمذیؒ کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ وہ احادیث جو بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے ضمن میں ہیں یا تو منقطع ہیں جیسا کہ یہ حدیث ہے کہ محمد الباقر علیہ السلام نے حضرات حسنین کریمین کو نہیں دیکھا تھا یا ضعیف۔ نیز دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی افضیلت قائم رہے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا استعمال جواز کیلئے قائم رہے۔

بعض بزرگان دین کے کچھ عمل ظاہری طور پر شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ ان کے یہ عمل مباح ہوتے ہیں۔ وہ قرآن و احادیث اور اجماع کے عمل کے خلاف نہیں کرتے لیکن وقتی ضرورت کے پیش نظر ایسے عمل کر گزرتے ہیں جن میں کسی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ ان کی اپنی ذاتی حکمت عملی ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۹۹/۸

انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۰/۹

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے صحابہ کرامؓ نے بھی سونے کی

انگوٹھیاں بنوالیں۔ آنحضورؐ نے وہ انگوٹھی اتار دی اور فرمایا میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا پس صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی کا استعمال فرمایا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں اور پہننا شروع کر دیں۔ نبی کریمؐ نے اپنا یہ عمل چھوڑ دیا جس طرح بعض قرانی آیات نے دوسری آیات کو منسوخ کر دیا۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَاتٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ط

"جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔" (بقرہ، ۱۰۶)

سونا اور ریشم احادیث مبارکہ کی رو سے مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے حلال قرار دیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں مرد و زن ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ بال سنوارنے، لباس پہننے اور شکل و صورت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

ایں تفاوت از کجا تا بہ کجا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر14

باب ماجاء فی صفة سیف رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی تلوار کے بیان میں ہے

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۰۱/۱

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی تلوار کے قبضہ پر چاندی کی گرہ تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

علماء نے تلوار کے قبضہ کی ٹوپی پر چاندی لگانے کو جائز بتایا ہے۔ اسلحہ کو سنوارنے اور چمک دمک پیدا کرنے کا مقصد دشمنان دین پر رعب و دبدبہ ڈالنا ہے تاکہ ان کے دل مرعوب ہو جائیں۔

حدیث نمبر۱۰۲/۲

سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی تلوار کی گرہ چاندی کی تھی۔

حدیث نمبر۱۰۳/۳

ہود کا نانا مزیدة بن مالک انعصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت رسول کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنجناب ﷺ کے پاس جو تلوار تھی اس پر سونا

اور چاندی جڑی ہوئی تھی۔ طالب بن حجیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا چاندی کے بارے میں تو انہوں نے کہا کہ تلوار کی گرہ چاندی کی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲-۳

بعض فقہاء نے سونے اور ریشم کو ملاوٹ کے ساتھ پہننا جائز قرار دیا ہے۔ کسی کی ظاہری سج دھج دیکھ کر اس پر کفرو شرک کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے کیونکہ دل کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے دل میں یہ مقصد ہو کہ دین کے مخالفین پر رعب و دبدبہ پڑے۔ اس لئے ظاہری صورت دیکھ کر کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیے۔ کسی کا دل دکھانا دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونا ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے

"اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے"

اگر بظاہر کسی کے اعمال ایک دوسرے کے برعکس ہوں لیکن نیت صاف ہو تو وہ متضاد اعمال بھی بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ایک صحابیؓ صحرا میں کنویں کے پاس پیاس بجھانے کے لئے رکا' پانی پینے کے بعد اسے خیال آیا کہ کنویں کے نزدیک ایک کلا گاڑھ دوں تاکہ کوئی دوسرا مسافر یہاں اپنا جانور باندھ سکے۔ صحابیؓ وہاں کلا گاڑھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایک اور صحابیؓ پانی پینے کی غرض سے وہاں آیا' کلا کو دیکھ کر اس نے سوچا رات کے اندھیرے میں اگر اس سے کسی مسافر کو ٹھوکر لگ گئی تو اس کے پاؤں میں چوٹ لگنے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس نے وہ کلا اکھاڑ دیا۔ دونوں صحابیؓ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ہر ایک نے اپنا اپنا احوال سنایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "تم دونوں کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔" صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم دونوں کا عمل ایک دوسرے کے خلاف تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں کی نیت ٹھیک تھی۔ تم دونوں نے کسی دوسرے مسلمان کی بھلائی اور اسے تکلیف سے بچانے کی کوشش کی لہٰذا تم دونوں ثواب کے مستحق ہو۔

معلوم ہوا کسی مسلمان بھائی کے لئے دل میں نیک خیال کرنا بھی نیکی اور ثواب ہے۔ دونوں صحابہ کرامؓ کا عمل ایک دوسرے کی ضد تھا لیکن ان کی نیت نیک تھی۔ اس لئے دونوں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرخرو ہوئے۔ لہٰذا ہمیں بھی کسی کے ظاہری عمل کو دیکھ کر اسے تنقید کا نشانہ

نہیں بنانا چاہیے ہو سکتا ہے اسکی نیت ٹھیک ہو اور اس کے دل میں بھلائی کا جذبہ کار فرما ہو۔

"اعمال کی بنیاد پر نیتوں ہے۔" اس حدیث مبارکہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ کی وجہ تسمیہ خواہ کچھ بھی ہو اصل مقصد متن حدیث ہوتا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ مرفوع ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں

"علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ وہ ایک نور ہے جس کو رب تعالیٰ دلوں میں ڈال دیتا ہے۔"

(ترجمان السنہ' جلد اول)

امام مالکؒ کے قول مبارک سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ علم کی روح کثرت روایات کا نقل کرنا' اسے صرف اور صرف زبانی یاد کرنا یا رٹی رٹائی چیزوں کو بیان کرنا نہیں ہے۔ اگر اسی پر اکتفا کیا جائے اور کہا جائے کہ بس میں نے علم حاصل کر لیا ہے یقیناً یہ مادی علم کا عروج تو ضرور ہو گا لیکن حقیقی نور علم سے تعلق و رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ جس طرح رب العزت جل شانہ نے ارشاد فرمایا

"اللہ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔" (بقرہ' ۲۵۷)

حدیث نمبر ۱۰۴/۴

ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سمرہ بن جندبؓ کی تلوار کی طرح میں نے اپنی تلوار بنوائی اور جناب سمرہؓ کہتے ہیں کہ ان کی تلوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کی طرح بنائی گئی تھی اور یہ تلوار بنی حنفیہ کے قبیلے کی تلوار کی طرح تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

حدیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ دوسری اقوام کی طرح آلات حرب بنانا جائز ہے۔ ہمارے دین میں لچک ہے۔ اگر دین کا ارتقا اور بلندی مقصود ہو تو ترقی یافتہ اقوام جو کہ جدید اسلحہ کی دوڑ میں بہت آگے جا چکی ہیں ان کی طرح آلات جنگ یعنی اسلحہ وغیرہ بنانا نہ صرف جائز ہے بلکہ اسلام کی خدمت بھی ہے۔ اس سے کیونکہ اسلام و دین کا دفاع مقصود ہوتا ہے لہٰذا یہ کام لائق تحسین ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر15

باب ماجاء فی درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی زرہ کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱/۱۰۵

زبیر بن عوامؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چٹان پر کھڑا ہونے کا قصد فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چٹان پر نہ چڑھ سکے۔ پس جناب طلحہؓ کو نیچے بٹھایا ان پر کھڑے ہو کر اس چٹان پر اچھی طرح چڑھ گئے یہاں تک کہ ٹھہر گئے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ طلحہؓ نے واجب کرلی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ روشنی ملتی ہے کہ دفاع کے لئے جتنا ممکن ہو سکے اہتمام کیا جائے اور جہاں ٹھہرنا مناسب ہو اس جگہ کو بھی استعمال کیا جائے خواہ بلندی کتنی ہی کیوں نہ ہو اور اسکے لئے جو طریقہ بھی بن پڑے اس کو اختیار کیا جائے۔ موجودہ دور میں اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے دہرا انتظام کرنا چاہیے۔ دشمن پر نگاہ رکھنے کے لئے اور اپنی حفاظت کے لئے بلندیوں تک پہنچنا انتہائی ضروری ہے۔ دین ہمیں رہبانیت نہیں سکھاتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے کا فرض ہم پر عائد کرتا ہے۔ دین ہمیں جہد مسلسل اور عمل پیہم کا درس دیتا ہے۔ راہبوں کی طرح دنیا سے دستبردار ہونے اور الگ

تھلگ رہنے کا سبق ہمارے دین میں نہیں ۔ دین ہمیں یہ راستہ بتا رہا ہے کہ دشمن اگر مادی ارتقا حاصل کر لے تو تمہیں اس سے مرعوب ہونے کی بجائے اسکاؤٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور کسی طرح بھی مادیت میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے ۔

سرکار کائنات رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت جنگ میں دو زرہیں زیب تن فرمائیں اور ان کے بوجھ کی وجہ سے بلندی پر چڑھنے کیلئے آپ نے صحابیؓ کی پیٹھ استعمال فرمائی ۔ دین کے سپاہی کے لئے کتنا عظیم درس ہے کہ جانی حفاظت اور دشمن پر نظر رکھنے کے لئے ہر طرح کا انتظام و انصرام کیا جائے ۔ امت کو یہ طریقہ سکھلایا جا رہا ہے کہ اگر تم بلند سے بلند مقام تک رسائی حاصل کرلو تو آنے والا وقت تمہارا ہے ۔ آج جنگی اعتبار سے وہی قوم مضبوط تصور کی جاتی ہے جو بلندیوں کو تسخیر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ۔ اقوام غیر آج مریخ کو فتح کر چکے ہیں اور تسخیر کائنات کے لئے ان کا سفر جاری ہے ۔ خلا میں مصنوعی سیاروں نے اپنے سٹیشن قائم کر رکھے ہیں جن کا کام دشمن کی تمام نقل و حرکت اور سرگرمیوں کی رپورٹ حاصل کرنا ہے ۔ اقوام غیر اس حد تک ترقی کر چکی ہیں جبکہ دوسری طرف مسلمان مسلمان کا گلہ کاٹ رہا ہے اور دوسروں کا آلہ کار بن کر اپنی ہی طاقت کو پامال کر رہا ہے ۔

احساس کے افق پر جمی ہے بے حسی کی دھول
جذبے جو جانگداز تھے برفاب ہو چلے

اس کی دو وجوہات ہیں ایک تفرقہ دوسرا ترک سنت ۔ جب تک ہم اتحاد و اتفاق سے نہیں رہیں گے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو اپنے اوپر لازم نہیں کریں گے اس وقت تک امن و سکون اور راحت و آرام سے محروم ہی رہیں گے اور دشمن یونہی ہم پر سوار رہے گا ۔ یہ ہمارا اپنا قصور ہے ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم دشمن کا گلہ کریں ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ۔ آپؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے ۔ آپؓ کو دوسری مرتبہ جنت کی بشارت دینا ان کی فضیلت و مرتبہ میں ایک اور مقام ہے ۔ حضرت طلحہؓ نے اس دن شجاعت ، دلیری ، جوانمردی اور بہادری کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا کہ آپؓ ڈھال بن کر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برسنے والے تیر اپنے اوپر روکتے رہے اور مدافعت میں تیر اندازی بھی کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ آپؓ کا ایک ہاتھ شل ہو گیا ۔ اس

دوران آپؓ کو کوئی ۸۰ سے اوپر زخم آئے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا

"بہترین شہید وہ ہے جو زمین پر پھر رہا ہے"

اس موقع پر آپؓ کی ہمت ، عزم و استقامت اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثاری کی سچی تڑپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا

"آج کا دن تو تمام کا تمام طلحہؓ کے لئے ہے"

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی محبت تھی کی صحابیؓ کو ڈھال بنا دیکھ کر اور تیر اندازی کے جوہر دکھاتے دیکھ کر فرمایا کہ آج کا دن طلحہؓ کے لئے ہے۔ یعنی آپؓ کی نظر اپنے محبوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی۔ اس لئے فرمایا کہ آج کے دن کا سارا اجروثواب طلحہؓ تیرے لئے ہے۔ ایک صحابیؓ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثار کر رہا ہے تو دوسرا آپؐ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محبوب کبریا رحمت دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانے کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور سنت پر عمل کا صحیح اور سچا جذبہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲/۱۰۶

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن دو زرہیں پہنی تھیں جو کہ اوپر نیچے تھیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

زرہ لوہے سے بنتی ہے اور گرمیوں کے موسم میں تپ جاتی ہے۔ لیکن قربان جائیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا مبارک پر کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے ایسی ایسی تکالیف اور سختیاں برداشت فرمائیں کہ جن کا تصور بھی محال ہے۔ شان اقدس یہ ہے کہ انگلی مبارک کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹ آیا لیکن

امت وسطیٰ کے درس اور کامل نمونہ قائم کرنے کے لئے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوہا زیب تن فرما کر اور پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھ کر دہری تکلیف برداشت فرمائی۔ جبکہ امت کی حالت دیکھ کر رونا آتا ہے جو فرائض سے منہ موڑ کر حصول دنیا کے لئے غلطاں ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو دین متین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر16

باب ماجاء فی صفة مغفر رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے خود (جنگی ٹوپی) کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۰۷/۱

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر خود تھی۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا یہ ابن خطل ہے جو کہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہے ارشاد فرمایا اسکو قتل کر دو۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۱

ابن خطل بدترین، بدطینت اور بدخصلت انسان تھا۔ مدینہ منورہ حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور عبداللہ نام رکھا گیا۔ حضور ﷺ نے کسی قبیلہ سے زکوٰۃ لینے کے لئے اسے بھیجا۔ ایک غلام کو اس جرم میں مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کر دی تھی۔ اس خوف سے کہ مدینہ منورہ گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو شروع کر دی۔ گانے والی دو باندیاں خرید لیں جو ہجویہ اشعار کے ذریعے اس کو خوش کیا کرتی تھیں۔ اس جرم کی وجہ سے غلاف کعبہ کو تھامنے کے باوجود اس کی معافی نہ ہوئی اور قتل کر کے جہنم رسید کیا گیا۔

حدیث نمبر۱۰۸/۲

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سراقدس پر خود تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس خود کو سراقدس سے اتار لیا تو ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کے ساتھ لپٹا ہوا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس دن محرم نہیں تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ سے دو باتیں ملیں۔ پہلی یہ کہ ابن خطل بری نیت سے چھپا ہوا تھا جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مل چکی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ حرم کعبہ میں قتل سے منع کیا گیا ہے تو حضورؐ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ دوسرا یہ کہ بعض ناگزیر حالات میں دشمنان دین کو حرم کعبہ میں بھی قتل کیا جا سکتا ہے جس کا ثبوت نص قطعی سے ملتا ہے

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ

"اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کر دو" (بقرہ، ۱۹۱)

اس وقت جتنے بھی آلات حرب تھے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ سب استعمال فرمائے۔ شارحین نے ان سب کو احادیث کی کتب میں رقم کیا ہے ان میں ایک نام مغفر یعنی جنگی ٹوپی یا خود کا بھی ہے۔ آپؐ جنگوں میں مغفر کا استعمال فرماتے تھے۔

انسان کی فضیلت اور برتری کھوپڑی کی وجہ سے ہے جس میں دماغ محفوظ ہے۔ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ کیونکہ حالت جنگ میں اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود پہننے کی سنت مبارکہ چھوڑ کر حفاظت دماغ کا سامان مرحمت فرما دیا ہے۔ اگرچہ پرانے زمانے کے تمام جنگی آلات ناپید ہو چکے ہیں لیکن صدیاں گزر جانے کے باوجود خود کا استعمال آج بھی رائج ہے اور دنیا کی تمام افواج میں سر کی حفاظت کے لئے خود ایک لازمی پہناوا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت بیان سے باہر ہے۔ ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اس اعلیٰ ترین نظام کو پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم میں احساس ذمہ داری نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہماری اعلیٰ دینی اقدار ہمیں دعوت فکر دے رہی ہیں لیکن ہم آرام پرستی اور حصول زر کی فکر میں غلطاں و پریشاں نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔" (الرعد'۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر17

باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی دستار (پگڑی) مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۰۹/۱

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ پگڑی تھی۔

حدیث نمبر۱۱۰/۲

عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ (پگڑی) دیکھا ہے۔

حدیث نمبر۱۱۱/۳

عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱،۲،۳

پگڑی یا عمامہ باندھنا سنت متواترہ ہے۔ اس کی فضیلت میں کافی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

خصوصاً" نماز کے لئے اور خوبصورتی کے لئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا بغیر پگڑی کے ۷۰ رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ آئمہ کو چاہیے کہ وہ پگڑی بمع ٹوپی کے امامت کرائیں۔ کیونکہ اس بارے میں مسلسل احادیث آئی ہیں۔ مگرافسوس آج کل ننگے سر نماز پڑھنا اور ظاہری عزت و وقار کے لئے (قراقلی ٹوپی) پہننا عام ہے۔ حتیٰ کہ بعض آئمہ بھی مساجد میں صرف ٹوپی سے نماز پڑھا کر افضلیت کے اجر سے محروم ہوتے ہیں اور ترک سنت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ اس وقت تک کسی کو شہر کا حاکم مقرر نہیں فرماتے تھے جب تک کہ اس کے سر پر عمامہ نہ بندھوا دیں۔ خداوند کریم مسلمانوں پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت جابرؓ کی فضیلت و عظمت معروف ہے۔ فتح مکہ کے دن غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمع رسالتؐ کے گرد پروانوں کی شکل میں ہمرکاب تھے۔ تاریخ اسلام میں اس فتح کو "فتح مبین" قرار دیا گیا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (فتح ۱)

تاریخ اسلام میں اس سے زیادہ فرحت و انبساط کا موقع اور کیا ہو سکتا تھا کہ دس سال بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ سرکار ابد قرار ﷺ اس وقت سیاہ رنگ کا عمامہ مبارک اپنے سراقدس پر سجائے ہوئے تھے۔ شکر کے موقع پر اپنی جبین نیاز کو خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ تشکر میں رکھنا اور عمامہ باندھنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ خوشی پر موقع کی مناسبت سے سیاہ عمامہ باندھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک ہے ورنہ حضورؐ نے اور رنگوں کے عمامے بھی استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر ۱۱۲/۴

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پگڑی مبارک باندھتے تھے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے۔ جناب نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے اور عبیداللہ فرماتے

ہیں کہ قاسم بن محمد و سالم کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۴/۵

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے، سراقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴، ۵

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شملہ مبارک اپنی گردن شریف کے پیچھے دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ اسکے بعد صحابہ کرامؓ کا بھی یہی معمول رہا کہ شملہ عین پیٹھ کے درمیان گردن کو چھپاتے ہوئے لٹکا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

پانچویں حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عمامہ اور اسکی سیاہ رنگت کا ذکر آیا ہے۔

غلاف کعبہ کی رنگت کالی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ کے انوار بھی کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔

آنکھوں کے اندر نور کی پتلی چھپی ہے اسکے اردگرد کا رنگ بھی کالا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی یہ رنگ محبوب تھا۔ اس وقت تک علماء جبہ اور عمامہ باندھتے ہیں اسکی رنگت سیاہ ہوتی ہے۔ کالا رنگ عظمت اور علم کی علامت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ "کافر اور مومن کے درمیان فرق یہ ہے کہ کافرو مشرک صرف ٹوپی پہنتے ہیں جبکہ مومن عمامہ بھی ساتھ باندھتے ہیں۔" عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ فرق قائم رہے اور دوسرا عمامہ تیل کے داغوں سے محفوظ رہے۔ عمامہ کی حفاظت بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت عظیمہ میں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

"عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے۔" (فتح الباری)

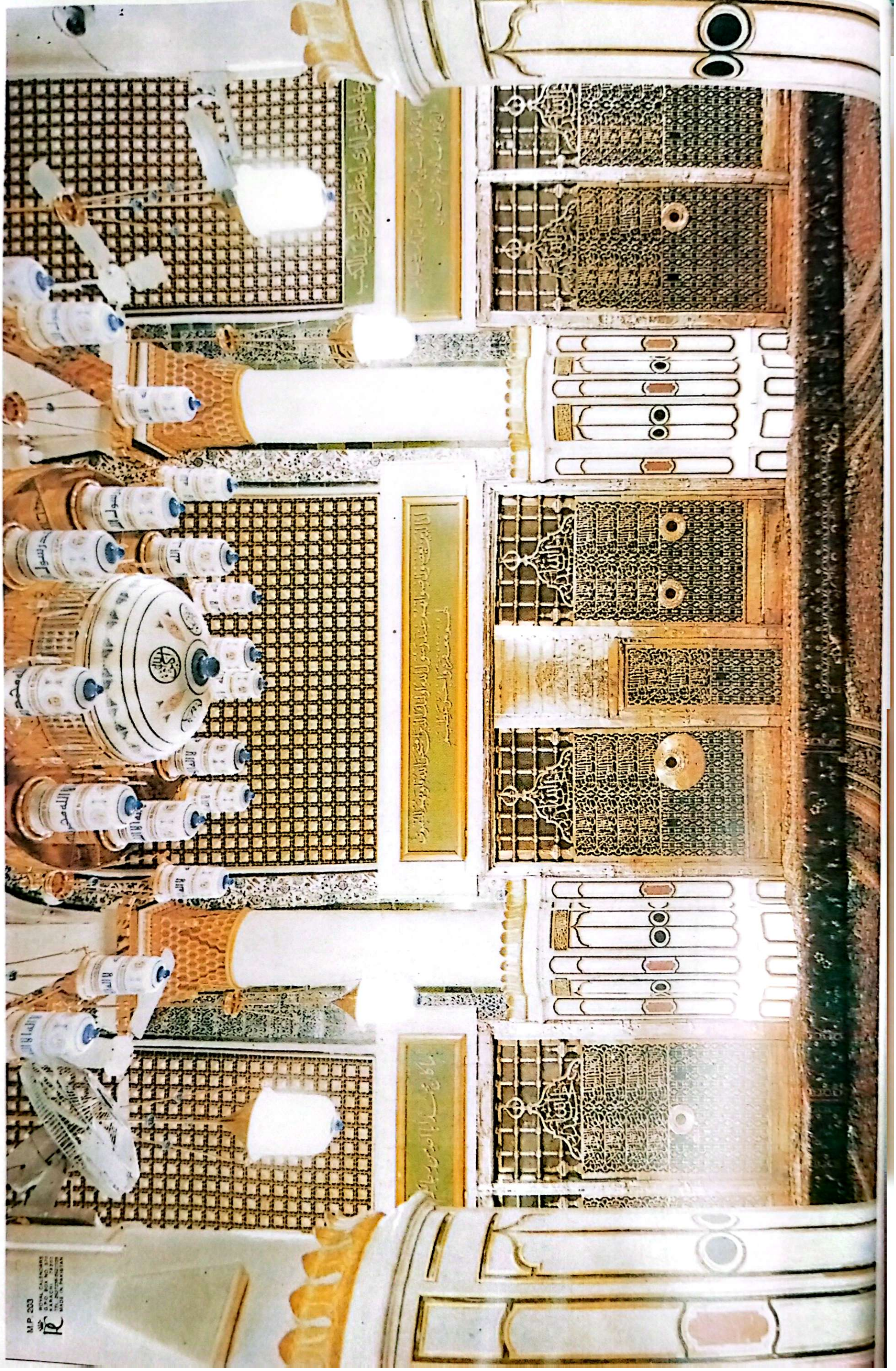
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا عمامہ باندھنا سنت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں

سنت ہے۔ (عینی) ایک حدیث میں آتا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ (عینی)

علامہ البیجوری فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی اور پگڑی باندھنا فرق واضح کرتا ہے اور یہ کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا لباس ہے۔ ملا علی قاریؒ مشکوۃ شریف کی شرح میں فرماتے ہیں

"اصلا" مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو۔ متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔"

عمامہ شریف کا شملہ گردن اور ریڑھ کی ہڈی پر رکھنے میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ ایسا کرنے سے گردن چھپ جاتی ہے اور گرمیوں کی انتہائی تیز دھوپ میں لُو "Sun Stroke" کے حملے سے بچا جا سکتا ہے۔ یعنی سنت مبارکہ کی اتباع سے نہ صرف روحانی انوار حاصل ہوتے ہیں بلکہ جسمانی حفاظت بھی میسر آتی ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 18

باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی تہمد (لنگی) کے بیان میں ہے

(اس باب میں چار احادیث ہیں)

"ازار" کو لغت میں پشتہ اور دیوار بھی کہا جاتا ہے۔ بعض احادیث میں ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہاں مراد تہمد ہے۔ یعنی وہ چیز جو چھپا لے یا ستر کی حفاظت کرے۔ یہ دل سے تعلق رکھتی ہے اور اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لباس خواہ جس قسم کا بھی ہو قرآن حکیم دل کی طہارت و پاکیزگی کے لئے ہے۔ حقیقی لباس وہی ہے کہ جس سے شرم گاہوں کی حفاظت کی جائے۔ یہ انتہائی باریک و لطیف معاملہ ہے۔ مثلاً" اگر انڈا ٹوٹ جائے تو اس میں جو نعمت ہوتی ہے وہ بہہ جاتی ہے۔ اسی لئے حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ جلیلہ میں ایک صفت یہ بھی ملتی ہے کہ آپؐ کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے کیونکہ آپؐ پیکر شرم و حیا تھے۔ حضرت امام فخرالدین رازیؒ نے حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ

"آپؐ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی مچھر نے آپؐ کو کبھی کاٹا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اقدس کو پلید مکھی اور مضر مچھر سے بھی محفوظ فرمایا۔ دودھ کو مکھی، چھپکلی یا کسی اور موذی چیز سے ڈھانپ کر رکھنا فطری عمل ہے۔ لیکن انبیاء کرامؑ کے وجود مسعود کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ فطرت کا درس انسان و حیوان کی حفاظت ہے۔ ہمارا دین دین فطرت ہے۔ جبکہ انبیاءؑ کے اجسام کی حفاظت اور انہیں ابدی حیات بخشنا قدرت اللہ ہے۔ ہمارے آقا و مولا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہیں۔ آپؐ کی حیات ساری نسل انسانی سے افضل ترین ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴/۱

ابی بردہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

ہمیں ایک چادر پیوند لگی اور تہد موٹی (درشت) دکھائی۔ پھر فرمایا کہ یہ وہ کپڑے تھے جس میں حضورﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا۔''

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے جو تہد زیب بدن تھا اسی میں سرکار ابد قرارؐ نے وصال فرمایا۔ یہ لباس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبوب تھا کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے غریبوں کا پہناوا ہے۔ پیوند شدہ کپڑوں کے استعمال کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

موجودہ دور میں خال خال لوگ ایسے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کا اتباع کرتے ہیں۔ جو صوفی پیوند شدہ لباس میں نظر آئے سنت کی وجہ سے اس کا احترام کیا جائے کیونکہ وہ حضورؐ کی سنت مبارکہ سے آراستہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے حقیر نظروں سے نہ دیکھا جائے۔ اور جس کے سر پر عمامہ ہو تو سنت کی وجہ سے اسکا بھی احترام کیا جائے۔ اگر ہم خود سنت پر عمل نہیں کرتے تو کم از کم سنت کا احترام تو ملحوظ خاطر رکھیں۔ حیرت ہے کہ ہم کسی کا احترام لباس فاخرہ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ پیوند شدہ لباس میں ملبوس شخص ہماری پذیرائی کا مستحق نہیں ٹھہرتا اور ہم اس کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انحراف سنت سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

حدیث شریف کے متن مقدسہ سے یہ روشنی ملی کہ اگر کوئی مسلمان غربت و افلاس کی وجہ سے اس قسم کا لباس پہننے پر مجبور ہو جائے تو اس کے دل میں رنج و ملال یا احساس کہتری ہرگز نہ آنے پائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر رہا ہے۔ یوں وہ ادنیٰ اور پیوند لگے لباس میں بھی راحت محسوس کرے گا۔ اس کے برعکس موجودہ دور کے انسانوں نے لباس کو تکلفات، کبر اور غرور کا امتیازی نشان بنا دیا ہے۔ لباس کے قومی، علاقائی، جغرافیائی اور لسانی امتیاز نے آپس میں تفریق اور تفرقے کو جنم دیا ہے۔ حالانکہ سارے انسان اولاد آدم ہیں۔

اس مرض کا سدباب یوں ہو سکتا ہے کہ لباس کے استعمال میں سنت مصطفیٰؐ کی پیروی کی جائے تاکہ دل میں محبت رسول ﷺ کی شمع جل سکے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی

ایک کرن بھی دل میں آ گئی تو تمام پریشانیاں اس طرح کافور ہو جائیں گی جس طرح روشنی سے اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر۱۱۵/۲

عبید بن خالدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک دن میں مدینہ منورہ جا رہا تھا کہ ایک شخص مجھے پیچھے سے کہہ رہا تھا کہ اپنے تہمد کو اونچا کرو یہ بچاؤ ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ جب میں نے اس آواز دینے والے پر توجہ کی تو وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سوائے اسکے نہیں کہ یہ تو ایک چادر ہے سفید و سیاہ دھاری دار۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میرے طرز عمل میں تیرے لئے نمونہ نہیں ہے؟ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپؐ کی تہمد نصف پنڈلی تک تھی۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۲

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تہمد کے رنگ یا ساخت کے متعلق ارشاد نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد ہوا کہ تہمد کو اوپر کرلو۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ لٹکنے سے ایک تو کپڑا پھٹ جاتا ہے اور دوسرا کپڑے کو نجاست لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے جس سے نماز نہیں ہوتی۔ ارشاد ہوا میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہوں میری تہمد نصف پنڈلی تک ہے للذا تو بھی ایسا کر۔ ایسا کرنا سنت موکدہ ہے۔

حدیث نمبر۱۱۶/۳

سلمٰی بن الاکوعؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عثمانؓ کی تہمد نصف پنڈلی تک ہوتی تھی اور فرمایا کہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد بھی اسی طرح ہوتی۔ صاحب کے معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سخاوت انکے غنی لقب ہونے کا سبب بنی ۔ آپؓ کا شمار امیر و کبیر اشخاص میں ہوتا تھا مگر قربان جائیں آپؓ کی عظمت و شان پر کہ کثرت مال و زر ہونے کے باوجود بھی آپؓ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہی کو اپنے لئے سارے جہاں سے افضل سمجھا۔ کیونکہ جو جس سے محبت کرتا ہے اسی کے رنگ ڈھنگ میں ڈھلنے اور ویسا ہی لباس پہننے کی تڑپ و تمنا رکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے جبکہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود اور اس سے متعلق جو کچھ ہے وہ سب قرآن مجید کے احکامات کا عملی نمونہ ہے ۔ یہ ساری بات محبت کے بغیر ناممکن ہے ۔

حدیث نمبر ۱۱/۴

حزیفہ بن الیمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یا اپنی پنڈلی کا گوشت پکڑا اور فرمایا یہ تہد کی جگہ ہے اگر اسی پر تجھے صبر نہیں تو اس سے کچھ نیچے کرلے اور اگر تو اس پر بھی صبر نہیں کرتا تو تہد کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

حدیث مبارکہ سے مزید یہ روشنی ملی کہ آپؐ نے تہد کے متعلق زبان سے بھی ارشاد فرمایا اور ہاتھ مبارک سے پکڑ کر بھی سکھایا کہ تہد ٹخنوں سے نیچے نہ آئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر19

باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی رفتار مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۱۸/۱

ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ خوب صورت اور بہتر کسی کو نہیں دیکھا گویا کہ سورج کی شعائیں آنجنابؐ کے روئے انور سے پھوٹ رہی ہیں اور میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کبھی نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپؐ کے لئے لپیٹی جا رہی تھی۔ ہم اپنی طرف سے پوری طاقت صرف کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رفتار میں کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام مسلمہ ہے۔ ان کے قلب منیب میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت ایسے جلوہ فگن تھی کہ ساری زندگی شمع رسالتؐ کا یہ پروانہ شمع کے گرد طواف کرتا نظر آتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں انہوں نے حضور، رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چہرہ تاباں اور رخ انور کے جمال و جلال اور ضیا پاشی و ضوفشانی کا ذکر کیا ہے اور آفتاب و مہتاب کی روشنی کو رسول کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درخشنداں اور نیرو تاباں چہرہ اطہر کے نور کے فیض کا مرہون منت قرار دیا ہے۔ شبنم کی بوندیں جب سبزے پر پڑتی ہیں تو اس کا نظارہ ایسے ہوتا

ہے جیسے زمین پر موتیوں کی چادر جھلمل جھلمل کر رہی ہو۔ شبنم کی ایک بوند میں سورج کے ساتوں رنگ جمع ہوتے ہیں۔ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ تاباں پر قرآن مجید فرقان حمید کے ساتوں نورانی رنگ شمس و قمر کو شرماتے تھے اور آپؐ کے نور کی چمک سب پر غالب تھی۔

صحابیؓ رسول ﷺ کے جملے پر غور و فکر کریں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک جملہ نہیں بلکہ مدحت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گجرا ہے جو عشق کے موتیوں سے پرویا گیا ہے۔ جہاں عشق کی اتنی فراوانی ہو اور دل محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان اور فدا ہونے کے لئے بے تاب ہو وہاں دنیا کی بڑی سے بڑی مشکل، مشکل نظر نہیں آتی بلکہ ہر غم اور رنج و الم دل کا سکون و قرار بن جاتا ہے۔ ایسے عاشق صادق جب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو اپنے ذکر میں بے مثال ہو جاتے ہیں۔

نکتہ فکر یہ ہے کہ اگر ہمارے دلوں میں سچی محبت موجزن ہوتی تو ہم اقوام غیر کی نقالی کرنے پر یوں فریفتہ نہ ہوتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دین پیچھے ہے۔ دین پیچھے بھی ہے اور آگے بھی۔ اوپر بھی ہے اور نیچے بھی۔ پروانوں کو شمع سے کام ہوتا ہے خواہ شمع گھریلو زندگی میں جل رہی ہو یا سماجی زندگی میں، عسکری زندگی میں یا ثقافتی زندگی میں۔ شمع جہاں کہیں بھی فروزاں ہو، پروانے وہاں تک پہنچتے ہیں۔ شمع رسالتؐ کے پروانے زندگی کے ہر ہر موڑ پر حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ ہی کو اپنے لئے کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے نظر آتے ہیں کہ یہی وہ نظام امن ہے جس میں نہ صرف انسانیت کی بھلائی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے۔

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی بھی ملتی ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے ہمیں پیدل چل کر کام کرنا چاہیے۔ اسی میں ہماری صحت کی حفاظت کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر ہم سنت رسول مقبول ﷺ پر صدق دل سے عمل کریں گے تو ان مصنوعی واک (Walk) سے بھی چھٹکارا مل جائے گا اور اس ضمن میں بھاری اخراجات جو بینرز، اشتہارات، افتتاحی و اختتامی تقاریب وغیرہ پر اٹھتے ہیں ان کی بھی بچت ہوگی۔ اہتمام سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی ہماری دینی و دنیوی بہتری ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹/۲

ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں کہ جس وقت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نبی کریم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر مبارک بیان فرماتے تو فرماتے کہ جب چلتے تو زمین پر سے پاؤں زور کے ساتھ اٹھاتے گویا کہ آپؐ اوپر سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۰/۳

امام الاولیاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب چلتے تھے تو بلا رکاوٹ آگے کو جھکے ہوئے چلتے تھے گویا نشیب کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲'۳

ایک راستہ ہے ' دوسرا راستے پر نگاہ رکھنا ہے ' تیسری رفتار اور چوتھی منزل ہے۔ صراط مستقیم کا راہی حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رفتار کو پوری طرح اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ قدم اس وقت اٹھاتا ہے جب ساری منزل کو سمجھ لیتا ہے۔ کیونکہ قدم قدم پر منزل ہے۔ جس طرح سانس سانس کے ساتھ زندگی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن و احادیث کی رو سے سرولایت ' سرچشمہ ولایت اور تاجدار ولایت ہیں۔ آپؓ جس نگاہ سے رسول کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھ ' پڑھ اور سوچ رہے تھے وہ آپؓ ہی کی شان ہے۔ آپؓ کی سوچ بہت اعلیٰ و ارفع ہے کیونکہ "علی" کے لغوی معنی بلندی ' وقار اور عظمت کے ہیں۔ مومن اسلام کی بلندی و وقار اور عزت و پہچان ہے۔ اس لئے اسلام کی بلندی اور وقار کو قائم و دائم کرنے کے لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امت کے لئے اپنی رفتار مبارک کے بھرپور نقوش چھوڑے ہیں۔ آپؐ ایک قدم میں ان چاروں عوامل (ایک راستہ ' راستے پر نگاہ رکھنا ' رفتار ' منزل) کا بیک وقت خیال و دھیان رکھتے تھے۔ تاکہ صراط مستقیم کا راہی ایسا بھرپور قدم اٹھائے جو نقش ہو جائے۔ اس لئے ارشاد فرمایا "ایسے چلتے جیسے نشیب کی طرف قدم بڑھا رہے ہوں" شیخ سعدیؒ نے قرآن مجید کی حکمت کا ایک موتی دیا ہے فرماتے ہیں

"عقل مند ایسا کام نہیں کرتا جس سے اسے بعد میں پچھتانا پڑے"

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار مبارک کی سنت پر عمل کرنے سے زندگی میں ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ کسی مسلمان کو پچھتانا پڑے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپؐ بھرپور قدم اٹھاتے تھے۔ قدم مبارک ایسے جما کر رکھتے تھے گویا زمین کو پھاڑ دیں۔ قدوم میمنت لزوم اٹھاتے اور رکھتے وقت ہمیشہ یہ خیال رہتا کہ قدم صحیح جگہ پر پڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک عمل سے یہ روشنی ملتی ہے کہ مومن مسلمان جب قدم اٹھاتا ہے تو بھرپور قدم اٹھاتا ہے اور جب رکھتا ہے تو پوری طرح خیال کر کے اور دیکھ کر رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ زندگی بھی ایسے بھرپور طریقے سے گزارتا ہے کہ اس کی شخصیت نقش ہو جاتی ہے۔ مومن مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ سوچے سمجھے بغیر چلے اور زندگی کو ادھورا چھوڑ دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر20

باب ماجاء فی تقنع رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے اس کپڑے کے بیان میں ہے جسے آپؐ سراقدس پر تیل لگانے کے بعد باندھتے تھے

(اس باب میں ایک حدیث ہے)

حدیث نمبر۱۲۱/۱

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ القناع کو اکثر استعمال فرماتے تھے۔ یہ کپڑا گویا تیل میں نچڑا ہوا ہوتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

سر پر تیل لگانا سنت موکدہ ہے۔ انسان کی فضیلت اور فوقیت دماغ کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ انسانی کھوپڑی میں تسخیر کائنات کا گودا بھرا ہوا ہے۔ اس لئے اس کے صحیح طور پر کام کرنے اور تندرست رہنے کے لئے تیل کا استعمال اشد ضروری ہے۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیل کا استعمال فرمایا۔ آج اکثر نوجوانوں کو یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ان کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بالوں کو بنانے سنوارنے کی تمام جدید اور مہنگی اشیاء استعمال کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ اس پریشانی سے دوچار ہیں۔ تیل (لگانے والا) چاہے جس قسم کا بھی ہو وہ نہ صرف دماغ کے لئے مفید ہے بلکہ بالوں کی لمبی عمر کا بھی ضامن ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور کے مرد و زن زیبائش گیسو کے لئے کروڑوں روپے خرچ کر کے بھی وہ کچھ حاصل نہیں کر سکے جو سنت رسول مقبول ﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر21

باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے بیٹھنے کی ہیئت کے بیان میں ہے

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۲۲/۱

قیلہ بنت مخرمہؓ سے روایت ہے یہ کہ اس نے حضور کائنات ﷺ کو مسجد میں قرفصاء بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ فرماتی ہیں سو جس وقت میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا تو وہ بڑے خشوع کے ساتھ تشریف فرما تھے میں ڈر کے مارے کانپنے لگی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

آغاز میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بیٹھنے کو عربی زبان میں "جلسہ" کہتے ہیں۔ یعنی ج کے نیچے زیر ہے۔ عام طور پر اسے جلسہ (زبر کے ساتھ) پڑھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ حدیث مبارکہ میں بیٹھنے کی جو کیفیت یا حالت بیان کی گئی ہے ایسی حالت کو عرف عام میں اکڑوں بیٹھنا یا گوٹ مار کے بیٹھنا کہتے ہیں۔ یعنی دونوں سرین پر بیٹھنا اور دونوں رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملا دینا اور دونوں ہاتھوں سے دونوں پنڈلیوں کو مضبوط رکھنا تاکہ وہ کھڑی رہیں۔ ایسے انداز میں بیٹھنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لیکن جس کا پیٹ بڑھا ہوا ہو وہ اس حالت میں نہیں بیٹھ سکتا۔

صحابیہؓ ایک وقت کی کیفیت بیان کر رہی ہے۔ بیٹھنے کی مزید سنن مبارکہ بھی ہیں۔ انسان جس حالت و انداز میں آرام اور راحت محسوس کرے اسی طرح بیٹھے۔ المختصر ہر اس طریقہ پر بیٹھنا جس سے شرعی حصہ ستر ظاہر نہ ہو جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے بیٹھنے کے انداز کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۱۲۳/۲

عباد بن تمیم اپنے چچا یعنی عبداللہ بن زید بن عاصمؓ سے روایت کرتے ہیں یہ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹا ہوا دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چت سویا کرتے تھے اور پاؤں مبارک ایک دوسرے کے اوپر رکھتے تھے۔ آجکل اکثر لوگوں کو کمر کے درد کی بڑی شکایت رہتی ہے۔ اگر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی جائے اور آپؐ کی طرح سویا جائے تو کمر کے درد سے نجات مل سکتی ہے۔ ڈاکٹر حضرات بھی مریضوں کے لئے یہی علاج تجویز کرتے ہیں کہ وہ فرش پر سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

"جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔" (بقرہ، ۲۲)

سب سے اعلیٰ بچھونا زمین ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہوا

"کیا ہم نے زمین کو پنگھوڑا نہ کیا" (النباء، ٦)

یہ دونوں پیارے لفظ ہیں۔ جب ہم سونے سے متعلق قرآن مجید سے روشنی حاصل کرتے ہیں تو ہمیں وہی کچھ ملتا ہے جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اگر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح سونے کی عادت بنائی جائے تو زندگی کے مشکل سے مشکل اور انتہائی کٹھن دور میں بھی گزارہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا موقع میسر آجائے تو اس رحمت خداوندی پر اپنے رب کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

آج کے انسانوں کی حالت زار پہ رونا آتا ہے کہ صرف بستروں کی آرائش و زیبائش پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کے باوجود بھی نیند میسر نہیں اور انہیں خواب آور گولیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ آج

سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا تو ترک کر دیا گیا ہے یا پھر سرے سے معلوم ہی نہیں۔ انسان کا اصل بستر تو زمین ہے۔ یہ تمام چیزیں جو انسان نے اپنے اوپر لاد دی ہیں وہ خود ان کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہے۔ یہ سنت نبیؐ کی خلاف ورزی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس کی زندگی درد و کرب اور خوف و پریشانی کی زندہ تصویر بن گئی ہے۔ ہمارے عمل کا یہ ردعمل ہے کہ زندگی ہم پر بوجھ اور اجیرن بن گئی ہے۔ انسان اور خصوصاً" مسلمان کی فلاح سنت محبوب کبریا ﷺ میں پوشیدہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۴/۳

ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں بیٹھتے تو گوٹ مار کر تشریف فرما ہوتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

تاثرات وواردات آغاز میں بیان ہو چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر22

باب ماجاء فی تکاءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے تکیہ سے ٹیک لگانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۲۵/۱

جناب جابر بن ثمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

حدیث مبارکہ سے حضورؐ کا یہ عمل مبارک ملا کہ آپؐ تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ بائیں جانب ٹیک لگا کر بیٹھنا آپؐ کا معمول نہیں تھا بلکہ اتفاقاً" تھا۔ آپؐ دونوں جانب ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے تھے۔ حدیث مبارک سے یہ معلوم ہوا کہ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت رسول مقبولؐ ہے۔

حدیث نمبر۱۲۶/۲

ابی بکرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آیا تمہیں گناہ کبیرہ میں سے کچھ کبیرہ گناہوں کا بیان نہ کروں۔ صحابہؓ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ابی بکرہؓ فرماتے ہیں (اس وقت) حضورؐ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔ راوی کہتا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جملہ کا بار بار تکرار فرمایا یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش حضورؐ اب خاموش ہو جائیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا

"کچھ گناہ کبیرہ کا بیان نہ کروں"

لفظ کچھ سے یہ روشنی ملی کہ مذکورہ گناہوں کے علاوہ بھی کئی گناہ کبیرہ ہیں۔ پہلے دو بڑے گناہوں کے متعلق درس دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ پھر دو مزید کبیرہ گناہوں (یعنی جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا) کے متعلق بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کو آپؐ کے مسلسل تکرار کی وجہ سے آپؐ کی تکلیف کا احساس ہوا ورنہ ان کے دل میں کوئی اور بات نہ تھی۔ کیونکہ حضورؐ کے متعلق دل میں گمان کرنا بھی کفر ہے۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بار بار کی تکرار میں یہ راز پوشیدہ تھا کہ مسلمان ان دو برائیوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں کیونکہ یہ دونوں گناہ ضرر رساں ہیں اور ان کا رد عمل انسانیت کے لئے انتہائی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ علاوہ ازیں جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ اور منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ

"مسلمان سے چوری و زنا ہو سکتا ہے لیکن وہ جھوٹ نہیں بول سکتا"

مسلمان اور جھوٹ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس طرح اندھیرا اجالا ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح مسلمان اور جھوٹ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ نے جھوٹ نہ بولنے اور جھوٹی گواہی نہ دینے کی تاکید اس لئے فرمائی کہ جھوٹ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جس قسم کی بھی معاشرتی برائی کو لے لیں چاہے وہ قتل ہو یا چوری و ڈاکہ زنی، زنا ہو یا شراب نوشی، اگر انسان صرف جھوٹ نہ بولے تو کوئی برائی کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی نہ کسی عدالت میں مجرم سے یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ جرم کیا یا نہیں؟

اسی طرح جھوٹی گواہی کو بھی گناہ کبیرہ قرار دینے میں بڑے مضمرات پوشیدہ ہیں۔ گوالا اپنے دودھ کا گواہ ہے کہ اس نے ملاوٹ کی یا نہیں۔ خائن اور کم تولنے والا اپنے اس مکروہ فعل کا گواہ ہے۔ ملازم اپنی ملازمت کا گواہ ہے کہ اس نے رزق حلال کمایا یا نہیں۔ الغرض زندگی کے ہر موڑ پر فاعل

اپنے فعل پر گواہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی کس قدر بری چیز ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷/ ۳

ابی حجیفہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً میں جو ہوں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

حدیث نمبر ۱۲۸/ ۴

علی بن الاقمر کہتا ہے کہ میں نے ابی حجیفہؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں کھانا نہیں کھاتا اس حال میں کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳۔ ۴

آپؐ کا مقام صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کسی انسان کے لئے آپؐ کے مقام کا تعین کرنا ناممکن و محال ہے۔ اہل محبت صرف آپؐ کی شان و عظمت کی روشنی اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔ اتنے اعلیٰ و ارفع مقام کے باوجود آپؐ کا کھانا کھاتے وقت ٹیک نہ لگانا آج کے مغرور انسانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ جس طرح ماں اپنے بیٹے کے کھانے کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے بالکل اسی طرح حضور کائناتؐ نے انسانیت کے لئے کھانے کے احسن طور طریقوں کا خیال فرمایا۔ کیونکہ ماں کی رحمت میں حضور کائنات مفخر موجودات ﷺ کی رحمت کا عکس ہے۔ آپؐ تو پیکر رحمت ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۹/ ۵

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵

حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات اسی باب میں بیان ہو چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر23

باب ماجاء فی اتکاء رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے اپنے صحابہ کرامؓ پر ٹیک لگانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۳۰/۱

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے پس باہر تشریف لائے اس حال میں کہ جناب اسامہؓ پر سہارا لئے ہوئے تھے آپؐ پر یمنی چادر تھی جس میں آنجناب ﷺ لپٹے ہوئے تھے سو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو اسی حالت میں نماز پڑھائی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

عمل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نور ہدایت اور روشنی ملی کہ انسان چاہے اتنا کمزور، ناتواں اور لاغر ہی کیوں نہ ہو جائے کہ چل بھی نہ سکے اور چلنے کے لئے دوسروں کا سہارا لینا پڑے تو اس حال میں بھی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ کیونکہ باجماعت نماز کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱/۲

فضل بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آنجناب ﷺ بیمار تھے اور اسی بیماری کے

عالم میں ہی وصال فرمایا۔ اس وقت آپؐ کے سر اقدس پر زرد پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام عرض کیا پس ارشاد فرمایا اے فضل۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہوں ارشاد فرمایا اس پٹی سے میرا سر مضبوط باندھو۔ راوی کہتا ہے پس میں نے اسی طرح کیا پھر آپؐ بیٹھ گئے اور میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر اٹھے اور مسجد میں تشریف لائے اور حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

صحابیؓ کو فرمایا پٹی کس کر باندھ دو۔ معلوم ہوا علالت کی وجہ سے کمزوری بہت بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس حالت میں بھی آپؐ سہارا لے کر مسجد تشریف لے گئے اور نماز باجماعت ادا فرمائی۔ لہٰذا ہمیں بھی باجماعت نماز پڑھنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔

زندگی کے جتنے بھی حالات و کیفیات صحت اور بیماری میں ممکن ہوسکتے ہیں حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے ان سب کے لئے مکمل تعلیم عنایت فرما دی ہے۔ آپؐ کا مقام معلم کا ہے اور خداوند قدوس نے آپؐ کو انسانیت کے لئے کامل و اکمل نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ حالت بیماری میں آپؐ نے دوسروں سے کہیں زیادہ تکلیف برداشت کی۔ اگر حالت جنگ میں پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھے تو بیماری کی حالت میں بھی یہی صورتحال رہی اور آپؐ نے شدید تکلیف برداشت کی۔

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کی محبت عطیہ خداوندی ہے۔ شدت مرض میں انسان چڑچڑا ہو جاتا ہے وہ گھر والوں سے لڑتا جھگڑتا ہے اور درد کی وجہ سے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کبھی روتا ہے تو کبھی شور مچاتا ہے۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر و حکیم سے بھی الجھ پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ایسی حالت و کیفیت میں امتی کو چاہیے کہ اپنے آقاؐ کے عمل مبارک کو دیکھے کہ آپؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنی طرف بلایا اور فرمایا کہ پٹی کس کر باندھ دو۔ پھر صحابیؓ کے کندھے کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر تشریف لائے۔ آپؐ کو جب کبھی بھی کوئی تکلیف ہوتی تو آپؐ صبر و استقامت سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے۔ حقیقی رہنما وہ ہوتا ہے جو زندگی کی اجیرن و کٹھن حالت و کیفیت کیلئے بھی اپنے عمل کا نور قوم کے سامنے رکھے۔

زندگی کے ہر دکھ و تکلیف اور مصیبت و آلام میں عاشق صادق اپنے محبوب ﷺ کے نقش پا کی روشنی کی طرف ایسے بے تاب ہو کر دوڑتا ہے جس طرح بچہ اپنی ماں کی طرف لپکتا ہے یا پروانہ شمع کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔

آج کشمیر ہو یا بوسنیا، فلسطین ہو یا افغانستان دشمن ظلم و جبر اور وحشت و بربریت کی انتہا کئے ہوئے ہے اور مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رہا ہے۔ امت میں جو صبر و استقامت کی جھلک نظر آتی ہے اس کی بنیادیں رؤف و رحیم ﷺ نے رکھی ہیں۔ ان بنیادوں کی گہرائی دلوں تک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صبر و استقامت پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر24

باب ماجاء فی صفة اکل رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے کھانا تناول فرمانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں پانچ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۳۲/۱

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم ﷺ تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔ ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سوائے محمد بن بشار کے کعبؓ نے اس طریقے پر روایت کیا ہے۔ فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۱۳۳/۲

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا نوش فرما لیتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۱۳۴/۳

ابی حجیفہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً میں جو ہوں سو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ نیز علی بن الاقمر سے بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۵/ ۴

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور ان کو چاٹ لیتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ا تا ۴

احادیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت رسول مقبول ﷺ ہے۔ بعض لوگ ایسا کرنے میں شرم و عار محسوس کرتے ہیں انہیں ایسی عادت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ کھانے میں انسان اپنے ہاتھ استعمال کرتا ہے اور اپنے ہی ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹنے میں کسی قسم کی قباحت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اب تو سائنس نے بھی ہمارے دین کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کا چاٹنا کھانے کو جلد ہضم کرنے کا ضامن ہے۔

قربان جایئے کائنات کے معالج و مسیحاؐ پر کہ جس نے چودہ سو سال پہلے اپنے عمل مبارک کا کامل نمونہ ہمارے سامنے رکھ کر اسے معیار بنا دیا۔ جو اس نمونہ کو اپنائے گا اور سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہو گا دینی اور دنیوی آسودگی اس کا مقدر ٹھہرے گی۔

موجودہ دور میں کھانا کھانے کے لئے چمچ' کانٹے اور نجانے کیا کیا ایجادات ہو رہی ہیں۔ اگر اس کا اقتصادی لحاظ سے احاطہ کیا جائے تو بلا مبالغہ کروڑوں روپے کا بلا ضرورت بوجھ انسان نے اپنے اوپر لاد دیا ہے۔ تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ قارون کی چابیوں کا وزن اتنا زیادہ تھا کہ اونٹوں پر لاد کر لایا جاتا تھا۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ آج ہمارے کھانے کا سامان جہازوں پر لاد کر لایا جاتا ہے۔ یہ ایک نکتہ فکر ہے اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

حدیث مبارکہ میں تین انگلیوں سے تناول فرمانے کا ذکر ہے۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ تین انگلیوں سے کھانا کھانے سے لقمہ کم اٹھتا ہے۔ تین سے زیادہ انگلیاں استعمال کرنے سے بڑا نوالہ منہ میں جاتا ہے اور حلق میں پھنس جاتا ہے۔ یہ نہ صرف تکلیف کا باعث بنتا ہے بلکہ اس سے موت تک واقع

ہو سکتی ہے ۔ جبکہ کم نوالہ آسانی سے چبایا جا سکتا ہے اور آسانی سے حلق سے گزر جاتا ہے ۔ اسے آرام آرام سے کھایا جا سکتا ہے ۔ زیادہ چبا کر کھانے سے لعاب دہن کی کافی مقدار کھانے میں شامل ہو جاتی ہے ۔ کم لقمہ لینے سے کھانے کی نالی کو نقصان نہیں پہنچتا اور معدہ بھی صحیح کام کرتا ہے ۔ لعاب دہن کی وجہ سے کھانا جلد ہضم ہو جاتا ہے ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ایک انگلی سے کھانا ' شیطان کا کھانا ہے ۔ دو انگلیوں سے کھانا سرکش لوگوں کا اور تین انگلیوں سے کھانا انبیاء کرامؑ کا کھانا ہے اور سنت ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جس وقت تم میں سے کوئی ایک کھانا کھا لے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ پونچھے جب تک انگلیوں کو چاٹ نہ لے یا چٹوا نہ لے ۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔"

حضرت نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جو شخص پیالے میں کھائے اور بعد میں اسے چاٹ لے تو وہ برتن اس کے لئے دعا کرتا ہے ۔
(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ وہ برتن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے بچائے جس طرح تو نے مجھے شیطان کے چاٹنے سے بچایا ۔ (مشکوۃ شریف)

مومن مسلمان سیر چشم ہوتا ہے ۔ اسے کھانے کی حرص و لالچ نہیں ہوتی ۔ خواہ اکیلا کھا رہا ہو یا کسی محفل میں مدعو ہو اس کے کھانے کا انداز سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہوتا ہے ۔ حدیث شریف میں آتا ہے

"مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے"

یعنی کم کھاتا ہے ۔ انسان کی شخصیت اس کی عادات و اطوار سے پہچانی جاتی ہے ۔ زیادہ کھانے کا شوقین آسانی سے کسی کا آلہ کار بن جاتا ہے ۔ اس کی کمزوری سے مخالفین فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ کھانے میں حفظان صحت کا پورا خیال رکھنا چاہیے ۔ زیادہ کھانا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے ۔ یعنی جینے کے لئے کھائیں کھانے کے لئے جینا ٹھیک نہیں ۔

حضرت مقدام بن معدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ بڑا برتن کوئی نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لئے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔ اگر زیادہ ہی کھانے پر تل جائے تو ایک تہائی کھانے کے لئے ' ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے رکھے۔" (ترمذی' ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کی (بہت زیادہ کھانے کی وجہ سے) ڈکار کی آواز سنی تو فرمایا اپنی ڈکار کم کرو (یعنی تھوڑا کھایا کرو) اس لئے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہو گا جو (دنیا میں) سب سے زیادہ کھاتا تھا۔" (ترمذی شریف)

سرکار کائنات رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ تمام تعلیمات مبارکہ جو کھانے کے بیان میں ہیں اپنے اندر حفظان صحت کے تمام اصولوں کو سموئے ہوئی ہیں۔ آپؐ نے ہمیں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ کھانا کھانے سے قبل ہاتھ دھو لو۔ یہ حفظان صحت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ کیونکہ بغیر ہاتھ دھوئے جراثیم آلودہ ہاتھوں سے کھانا کھایا جائے تو نہ جانے کتنی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ بھی سنت مبارکہ تھی کہ کھانا تناول فرمانے سے قبل ہاتھ مبارک دھو کر کسی رومال یا تولیہ سے خشک نہ فرماتے بلکہ ایسے ہی تناول فرماتے تھے۔ ہمارے لئے یہ حکمت کارفرما ہے کہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم ایسے کپڑوں سے ہاتھ خشک کرتے ہیں جو جراثیم آلودہ ہوتے ہیں۔ اس طرح ہاتھ دھونے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اسی طرح کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" شریف پڑھنا سنت رسول مقبول ﷺ ہے اس میں بے انتہا انعامات و برکات ہیں۔ بغیر "بسم اللہ" کھانا کھانے میں شیطان ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے سے جو روحانی و جسمانی فائدہ ملتا ہے اس کے متعلق آغاز میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جس شخص کے ہاتھ پر (کھانے) کی چکنائی (کی بو) ہو اور وہ بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے اور اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ (ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ)

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہر قول و فعل ہزارہا حکمتوں سے پُر ہے۔ اگر کوئی کھانا کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے تو اس کے ہاتھ جراثیم کی آماجگاہ بن جائیں گے۔ اور اگر بلا

ارادہ اس کے ہاتھ آنکھوں کو ملنے لگ جائیں تو ضرور اس کی آنکھیں خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کھانے کی بو سے جبکہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوئے گئے ہوں تو کوئی موذی جانور بھی انسان کو کاٹ سکتا ہے۔ اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کلی کرنا اور دانت صاف کرنا بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کلی نہ کرنے سے خوراک کے چھوٹے چھوٹے ذرات جو دانتوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور بعد میں زہر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں خوراک کی نالی میں رہ جانے کی وجہ سے بیماری اور تکلیف کا باعث بن سکتے ہیں۔

کھانا ختم کرنے کے بعد رب تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کرنا اور الحمد للہ کہنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ ہے کہ آپؐ اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ یعنی سرکار دو جہاں ﷺ نے وہ انداز اختیار فرمایا کہ جس سے بہت زیادہ شکم پری نہ ہو۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ زیادہ کھانا بے شمار بیماریوں کی جڑ ہے۔ زیادہ کھانے سے معدے پر اضافی بوجھ پڑتا ہے جس سے معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ تبخیر معدہ' بے چینی' سردرد اور قبض جیسے امراض شروع ہو جاتے ہیں۔ ان تمام امراض سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں کم خوری ہے۔

حفظان صحت کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پانی نہ پیا جائے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت مبارکہ کا یہ نمونہ عنایت فرمایا کہ آپؐ کھانا تناول فرمانے سے قبل یا درمیان میں پانی نوشؒ فرماتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد اس وقت تک پانی نوش نہ فرماتے جب تک کہ کھانا ہضم ہونے کے قریب نہ ہوتا۔

ماہرین طب کے نزدیک کھانا کھانے سے قبل پانی پینا گویا سونا ہے' درمیان میں چاندی اور آخر میں گویا سیسہ ہے۔ آخر میں پانی پینے سے معدہ میں نقص آ جاتا ہے جس سے کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس لئے سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کھانے سے قبل یا درمیان میں پانی پیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۶/۵

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس

میں کھجوریں پیش کی گئیں تو میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ وہ تناول فرما رہے ہیں (درآنحالیکہ) آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوجہ بھوک کے سہارا لئے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

حدیث مبارکہ سے سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نور ملا کہ بیمار اور کمزور آدمی سہارا لے کر کھانا تناول کر سکتا ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر25

باب ماجاء فی صفۃ خبز رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی روٹی کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۴۳/۱

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل خانہ نے مسلسل (پے در پے) دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وصال فرمایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

اس حدیث مبارکہ میں پیٹ کے تمام امراض کا واحد علاج فقر کو بتایا گیا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ذیشان ہے "الفقر فخری" مجھے فقر پر فخر ہے۔ چونکہ سرکار ابد قرارؐ کو فقر بہت پسند تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں دعا فرماتے "اے اللہ مجھے مسکینوں میں رکھ اور حشر میں مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔" آج ہم شکم سیری، شکم پروری اور پر خوری کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے۔ پیٹ بھرنا خواہ جس طریقے سے بھی ہو انسانوں بشمول مسلمانوں کا مقصد حیات بن چکا ہے۔ جبکہ رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں فقر کی تعلیم دی ہے۔ فقر کے ساتھ عبادت بہت ضروری ہے ورنہ صرف فقر نقصان کا باعث بنتا ہے۔ سرکار کائناتؐ کی عبادت کا رنگ اس قدر نمایاں تھا کہ عبادت سے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى

"اے محبوبؐ ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو" (طحہٰ ۱)

حضور ﷺ کی حیات طیبہ فقر و عبادت کا حسین امتزاج تھی ۔ جب تک سیاق و سباق میں فقر کی کیفیت نہیں سمجھیں گے فقر اسلامی کی سمجھ نہیں آئے گی ۔

ہیبت مرد فقیر از لا الہ

حضور ﷺ سید الفقراء ہیں ۔ دل کی آنکھ تب کھلتی ہے جب فقر اسلامی میں کمال حاصل ہو جائے ۔

ہے نان جویں پہ مدار قوت حیدریؓ

بغیر عبادت کے فقر سے آپؐ نے پناہ مانگی ہے ۔ فقر کی منزل کا پہلا زینہ پیٹ ہے ۔ حضورؐ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر تناول نہ فرماتے تھے ۔ کیونکہ دیدار الٰہی کی منزل فقر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور فقر اسلامی کا مدار اکل حلال اور کمال عبادت پر ہے ۔ یہ دونوں رنگ اب ناپید ہو چکے ہیں سوائے چند ایک کے مگر "القلیل کالمعدوم"

حدیث نمبر ۲/۱۳۸

ابی امامہ باہلی کہتے ہیں کہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو کی روٹی بھی اتنی کم میسر ہوتی کہ (کھانے کے بعد) کچھ بھی باقی نہ بچتی تھی ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

"روٹی اتنی کم میسر ہوتی کہ کچھ بھی باقی نہ بچتی تھی" پر اگر پورا فکر کریں تو اسکا تعلق پیٹ بھر کر نہ کھانے سے ہے ۔ یعنی ابھی بھوک باقی ہوتی تھی کہ کھانا چھوڑ دیتے تھے ۔ کھانا پکاتے وقت ہمیں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ اتنا پکایا جائے کہ باقی نہ بچے اور کھانا ضائع بھی نہ ہو ۔ حدیث مبارکہ میں نہ صرف اقتصادی بچت کا درس دیا گیا ہے بلکہ جسمانی، روحانی اور عسکری قوت کی تعلیم بھی دی گئی ہے ۔ پند و نصیحت کرنے والوں اور رؤسا اور امراء کو اس امر کا زیادہ خیال کرنا چاہیے ۔ جو لوگ پند و نصیحت کرتے ہیں اور کھانا بھی زیادہ کھاتے ہیں انہیں دیکھنا چاہیے کہ اتباع رسولؐ کے بغیر کوئی دعویٰ نہ کریں ورنہ دلیل کے بغیر دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں ۔ اتباع سنت اور عشق رسولؐ کا دعویٰ آسان ہے مگر عمل نہایت ہی مشکل ہے ۔ ہم خوشی

اور غمی میں اپنے غریب پڑوسی اور رشتہ داروں کو بھول جاتے ہیں۔ ہمارے بچے ہوئے کھانے گندگی کے ڈھیر پر پڑے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسراف سے محفوظ فرمائے۔ ہمیں دہلیز مصطفیؐ کی طرف واپس پلٹ جانا چاہیے۔

بمصطفیؐ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حدیث نمبر ۱۳۹/۳

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم راتیں پے در پے بھوکے گزارتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے اہل خانہ بھی عشاء کا کھانا نہ پاتے اور ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

سرکار کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم جو کی روٹی تناول فرماتے۔ سنت مبارکہ میں جو روحانی و جسمانی نعمتیں مستور ہیں ان کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے جب سرکار ابد قرار ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کیا جائے۔ ماہرین طب نے "جو" کے بے شمار فوائد بیان کئے ہیں۔ جو کی تاثیر سرد خشک ہے۔ اس میں نشاستہ، نائٹروجنی مادہ، لوہا اور فاسفورک ایسڈ پایا جاتا ہے۔ یہ خون کے جوش کو تسکین دیتا ہے۔ پیاس اور گرمی کے بخار کی حدت کو روکتا ہے۔ قبض میں مفید ہے۔ مواد کو پختہ کرتا ہے۔ جو کی روٹی موٹاپے کا اصولی علاج ہے۔ آب جو کا جوشاندہ بہت زیادہ غذائیت رکھتا ہے۔ یہ کھانسی اور حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے۔ معدہ کو جلا دیتا ہے۔ تشنگی دور کرتا ہے۔ یہ زود ہضم ہے۔ مالیخولیا، ہذیان اور پرانی کھانسی میں جو کا حریرہ نہایت کار آمد ہے۔ ابن ماجہ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے گھر والوں میں سے جب کسی کو بخار ہو جاتا تو جو کا حریرہ استعمال کرنے کا حکم دیتے۔ چنانچہ حریرہ تیار کیا جاتا پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ان کو حریرہ پینے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ یہ رنجیدہ دل کو قوی کرتا ہے اور بیمار کے دل کو دھوتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کے گرد و غبار کو پانی سے دھوتی ہو۔

حدیث نمبر ۱۴۰/۴

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی ہے تو سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے چھنے ہوئے آٹے کو اس وقت تک نہیں دیکھا جس وقت تک کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرلی۔ تو پھر ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں تو سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں۔ پوچھا گیا کہ تم جو کے آٹے کو کس طرح صاف کرتے تھے تو سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم اس کو پھونک مارتے تو تنکے وغیرہ اڑ جاتے پھر ہم اس آٹے کو گوندھ لیتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

فقر کے بہت سے فوائد ہیں۔ دل کے امراض کا بنیادی سبب مرغن اور نشاستہ دار غذائیں ہیں۔ کیک سے لے کر تمام کھانے میدہ سے تیار ہوتے ہیں اس لیے سب مرد و زن اور چھوٹے بڑے عارضہ قلب یا شوگر میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ جب مشین پر گندم بھیجیں تو زیادہ باریک پسوانے سے گریز کریں۔ کم از کم ہمارا رخ تو نبوت کے عمل یعنی سنت مبارک کی طرف ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۴۱/۵

انس بن مالک ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی۔ جناب یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ ؓ سے دریافت کیا کہ کس چیز پر رکھ کر کھانا تناول فرماتے تو انہوں نے کہا کہ اسی دسترخوان پر۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

آج کل کھانا لگانے کا جو سامان استعمال ہوتا ہے اس کے بیجا خرچ نے ہماری ریڑھ کی ہڈی توڑ کر رکھ دی ہے اور ہماری اقتصادی حالت تباہ ہوگئی ہے۔ جن برتنوں میں کھانا سجایا جاتا ہے اور سجاوٹ کے لئے جو نمائش و زیبائش اور آرائش کی جاتی ہے اس سے ہم سب بخوبی آگاہ ہیں۔ چند ساعتوں کی عیش کے لئے پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ تحت الشعور میں ریا اور نمود و نمائش کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ ہمیں "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ایک طرف انسانیت بھوک سے جاں بلب ہے اور غربت و افلاس کی چکی میں پس رہی ہے۔ غریب لوگ چلچلاتی دھوپ اور یخ بستہ ہواؤں میں کھلے آسمان تلے زندگی گزار رہے ہیں تو دوسری طرف انسانیت کے نام نہاد نجات دہندوں کا یہ حال ہے کہ وہ عیش و نشاط میں غرق ہیں۔ ان عیش پرستوں اور تن پرستوں کا کوٹھیاں تعمیر کرنے کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں۔ حضورؐ کی شان بلندی کو سوچئے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی" کی رفعت کے باوجود کھانا اسی دسترخوان پر تناول فرماتے ہیں

حدیث نمبر۶/۱۴۲

مسروقؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ میں سیر ہو کر کبھی نہیں کھاتی مگر میرا جی رونے کو چاہتا ہے اور میں روتی ہوں۔ مسروق نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیوں؟ انہوں نے فرمایا میں اس حالت کو یاد کرتی ہوں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے مفارقت اختیار فرمائی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی دن میں دو مرتبہ بھی روٹی یا گوشت سے شکم سیر نہیں ہوئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا کھانے کا جو نقشہ حضرت عائشہ صدیقہؓ

نے بیان فرمایا اور جس حالت کو یاد کر کے وہ اشکبار ہوئیں وہ انکی حضورؐ سے انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ میں تو کہوں گا کہ

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے قلب مبارک میں سوائے حضور ﷺ کے اور کسی کی محبت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ جیسی خوبصورت و خوب سیرت دختر نیک اختر عطا فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۴۳/۷

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کے آٹے کی روٹی سے پے در پے دو دن بھی شکم سیری نہیں فرمائی یہاں تک کہ وصال ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۴۴/۸

جناب انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور وصال مبارک تک نہ ہی کبھی چپاتی کھائی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷، ۸

احادیث مبارکہ میں سرکار ابد قرار ﷺ کا فرمان ذیشان ملتا ہے کہ مجھے عائشہ صدیقہؓ سے بہت پیار ہے اے اللہ اگر اس پیار کی وجہ سے میں اور بیویوں کے مقابلے میں عائشہؓ سے زیادہ اظہار محبت کرتا ہوں تو مجھے معاف فرما۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ کو محبوبہ سرور کائناتؐ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپؓ کو یہ مقام قرب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ملا۔ آپؓ تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ برابر کی شریک رہیں۔ آپؓ فرما رہی ہیں کہ وصال مبارک تک محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چپاتی نہ کھائی۔

دوسری طرف امت کا یہ حال ہے کہ ہر آئے دن نئے نئے طریقوں سے قسما قسم کی روٹیاں اور کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔ میدے کا استعمال عام ہے جس سے ہر دوسرا شخص بد ہضمی، پیٹ کے درد، قولنج اور بواسیر کے امراض میں مبتلا نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ پرخوری کا نتیجہ ہے۔ ہمارے گھروں میں زیادہ اہتمام کھانے پکانے پر کیا جاتا ہے جو ہماری عورتوں کی نہ ختم ہونے والی خواہشات کا شاخسانہ ہے۔ ہم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ تو یاد رکھتے ہیں کہ آپ ؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے حد درجہ محبت فرمائی۔ لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ازواج مطہرات کے کھانے پینے اور کپڑوں کی کیا حالت تھی۔ ہمیں اس تناظر سے بھی سوچنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی ساری آمدن بیوی کی خواہشات یعنی کھانے پکانے اور ملبوسات پر خرچ کردیں۔

آج مسلمان عمومی طور پر حضور رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے کوسوں دور چلا گیا ہے۔ ہم نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے دور رہ کر کیا کچھ نہیں کھویا۔ یہ تمام امراض جن کی ہم لپیٹ میں ہیں انکا علاج و درماں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ میں پوشیدہ ہے۔ آج بھی سچی محبت کا جذبہ بیدار ہو اور اتباع سنت کا ذوق و شوق پیدا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ان تمام دینی و دنیوی دکھوں کا علاج نہ ہو سکے۔

آپ ؐ کے اہل بیتؓ اور ازواج مطہراتؓ نے حد درجہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی برداشت کی لیکن انہیں یہ خیال تک نہ آیا کہ ہمیں بھی وہ تمام سہولیات میسر ہوں جو اہل ثروت کو حاصل ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کے دل میں سہولیات کا خیال آیا تو رب تعالیٰ جل شانہ نے حکم صادر فرمایا

"اے حبیبؐ! اپنی ازواج سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔" (احزاب، ۲۸)

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھر والیوں کو جھڑکا وہاں ان کے دل سے ان تمام چیزوں کی محبت بھی نکال دی اور ان کے لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہی سب کچھ بن گیا۔

چند کھجوریں جو کی روٹی ایک پیالہ پانی کا
طور طریقے درویشی کے منصب ہے سلطانی کا

بسم الله الرحمٰن الرحیم

باب نمبر26

باب ما جاء فی صفة ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب جناب رسول کریمؐ کے سالن کے بیان میں ہے

(اس باب میں تینتیس "۳۳" احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۴۵/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۶/۲

سماک بن حربؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نعمان ابن بشیرؓ کو یہ کہتے سنا کہ کیا تم قسم قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں میں جو تمہیں پسند آتی ہیں مگن ہو گئے ہو حالانکہ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم میں دیکھا ہے کہ وہ خشک خرما سے بھی شکم سیری نہ فرما سکتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۷/۳

جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱'۲'۳

انسان کی سرشت میں ہے کہ وہ چیزوں کو بدل بدل کر اپنی خواہش و تسکین کو پورا کرتا ہے۔ صرف گندم ہی کو لیجئے۔ گندم اور اس کے آٹے سے مزید کئی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح سبزیات کی بیسیوں میٹھی و نمکین ڈشیں تیار کی جاتی ہیں اور لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں۔ زبان و منہ کی لذت' ذائقوں کی خواہش اور پیٹ کی ہوس انسان کو ہر قسم کی خوراک خریدنے پر مجبور کرتی ہے۔ پیٹ کی نہ ختم ہونے والی بھوک کو مٹانے کے لئے وہ اپنی اقتصادی و مالی حالت کا خیال تک نہیں کرتا۔ بس ہر وقت کھانے کی فکر میں پریشاں نظر آتا ہے۔

موجودہ دور کو کھانے پکانے کا دور کہا جائے تو درست ہو گا۔ لاکھوں کروڑوں روپے صرف بیروں اور باورچیوں کی تنخواہوں پر صرف ہو جاتے ہیں۔ باقی اخراجات کا آپ خود اندازہ لگا لیں۔ تفصیل میں جائیں تو علم ہو گا کہ انسان کتنا عیاش و فضول خرچ ہے۔ صرف زبان و دہن کی لذت نے اسے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اپنے پیٹ کے سمندر میں غرق ہو کر مر رہا ہے۔ دوسری طرف وہ بھی اولاد آدم ہے جو روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہی ہے اور بلک بلک کر جان گنوا رہی ہے۔ یہ بھی انسان ہے اور رشتے میں اس کا بھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک بھائی بھوک کے سمندر میں غرق ہے تو دوسرا پیٹ کی آگ میں۔ اس پر دعوٰی یہ ہے کہ ہم عقل و دانش کے عروج پر ہیں۔

حضور کائنات' محبوب کبریا ہیں۔ آپ' فرما رہے ہیں "سرکہ عمدہ سالن ہے۔" اگر گھر میں صرف سرکہ ہو تو اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ یہ ہماری بداعمالیوں اور ترک سنت کا نتیجہ ہے کہ ہم ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ ہر قسم کا امن و سلامتی اور راحت و سکون سرور کائنات' کی سنت مبارکہ میں ہے۔ دنیا کو ایک دن حضور کائنات' کے در اقدس کی طرف لوٹنا ہو گا کیونکہ آپ' ہی کی حیات طیبہ میں انسانیت کی بھلائی و وقار ہے۔

سرکہ کی افادیت

سرکہ اپنی افادیت کے اعتبار سے بہترین چیز ہے۔ سرکہ کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے

ہیں ۔ اس کا مزاج حرارت لطیف کے ساتھ سرد خشک مرکب القویٰ ہے ۔ خوب بھوک پیدا کرتا ہے ۔ ہیجان معدہ میں مفید ہے ۔ صفراء اور مہلک دواؤں کے ضرر کو ختم کرتا ہے ۔ اگر شکم میں دودھ اور خون جم جائیں تو انہیں تحلیل کرتا ہے ۔ طحال کے لئے نافع ہے ۔ اگر کہیں ورم ہونے والا ہو تو اس کو روک دیتا ہے ۔ ہاضمہ کے لئے معاون ہے ۔ بلغم ختم کرتا ہے ۔ کثیف غذاؤں کو زود ہضم بناتا ہے ۔ خون پتلا کرتا ہے ۔ اگر گرم کر کے اسکی کلی کی جائے تو دانتوں کے درد کو ختم کرتا ہے اور مسوڑوں کو مضبوط بناتا ہے ۔ جوانوں کے لئے عمدہ غذا ہے ۔ اگر راکھ میں ملا کر سر پر اسکا لیپ کیا جائے تو آدھے سر کے درد کے لئے مفید ہے ۔ اس کی نسوار نکسیر کو روکتی ہے اور اگر کان میں ڈالا جائے تو گرانی گوش کو فائدہ دیتا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۴۸/۴

زھدم الجرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو موسیٰؓ کے پاس تھے کہ مرغی کا گوشت لایا گیا ان موجود افراد میں سے ایک شخص کھسک گیا تو جناب ابو موسیٰؓ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ۔ اس نے کہا کہ میں نے مرغی کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھا تھا ۔ تو میں نے قسم کھالی کہ اسے نہ کھاؤں گا ۔ ابو موسیٰؓ نے فرمایا قریب آ جا میں نے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا ہے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

موجودہ دور کی جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ (White Meat) یعنی مرغی اور مچھلی کا گوشت دل کے مریضوں کے لئے مفید ہے ۔ مرغی کا گوشت گرم تر ہوتا ہے ۔ یہ عقل و فہم کو بڑھاتا اور دماغ کو چست و چالاک بناتا ہے ۔ یہ مقوی باہ ہے ۔ قولنج میں نفع بخش ہے ۔ رنگ و آواز کو صاف اور خوبصورت بناتا ہے ۔ صالح خون پیدا کرتا ہے ۔ رطوبت کی طرف مائل ہے ۔ نہایت زود ہضم ہے ۔

نگاہ رسالت مآبؐ آئندہ پیش آنے والی مہلک بیماریوں کو دیکھ رہی تھی اس لئے مرغی کا گوشت تناول فرما کر پہلے سے ہی اسکی افادیت عطا فرما دی ۔ یعنی جس چیز کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پسند فرمایا وہ ہماری جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج بنتی گئی ۔ یہ آپؐ کا کرم بے پایاں ہے ۔ آپؐ کا

کھانا ہمارے لئے نمونہ ہے حالانکہ آپؐ تو جو کی روٹی اور خشک کھجور پر بھی اکتفا فرما لیتے تھے۔

حدیث نمبر۱۴۹/۵

سفینہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ سرخاب (حباریٰ) کا گوشت کھایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

سرخاب کو اہل لغت چکور سے تعبیر کرتے ہیں۔ چکور کی قبیل سے تیتر (کالا و گورا)، مسی، بٹیر وغیرہ ہیں۔ ان تمام پرندوں کا گوشت (Low Blood Pressure) کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی و جسمانی صحت کے محافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام علوم عطا فرمائے تاکہ دکھی انسانیت کے ہر درد کا مداوا بن سکیں۔ انسان اپنے عقل و ذہن اور فہم و فراست سے جس قسم کے عروج پر بھی پہنچے گا سیرت طیبہ کے نور کو پہلے سے وہاں موجود پائے گا۔ آپؐ نے اپنے عمل مبارک کے ذریعے ہر عروج و بلندی کا درس عنایت فرما دیا ہے۔ سائنسی علوم جوں جوں منازل طے کرتے جائیں گے ہمارے آقا و مولا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان اور برتری کے نئے نئے رنگ دنیا پر افشا ہوتے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین متین کی سمجھ اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۱۵۰/۶

زھدم الجرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابی موسیٰ الشعریؓ کے پاس تھے فرماتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ کے سامنے کھانا لایا گیا اور اس کھانے میں مرغی کا گوشت لایا گیا۔ حاضرین میں بنو تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص بھی موجود تھا جو کہ آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ وہ کھسک گیا تو حضرت ابو موسیٰؓ نے اسے فرمایا قریب ہو جاؤ یقیناً میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسے کھاتے دیکھا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں

نے اسے کچھ کھاتے دیکھا ہے۔ پس میں اس سے کراہت کرتا ہوں لہٰذا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

مذکورہ شخص جس نے کھانا چھوڑ دیا بنی تیم اللہ سے تعلق رکھتا تھا اور آزاد شدہ غلام تھا۔ ابو موسیٰؓ کے یہ کہنے کے باوجود کہ مرغی کھانا سنت رسولؐ ہے اس نے کھانا نہ کھایا۔

حدیث نمبر۱۵۱/۷

ابی اسیدؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش بھی کرو۔ کیونکہ یہ مبارک درخت کا تیل ہے۔

حدیث نمبر۱۵۲/۸

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کھاؤ اور اس کے تیل کی مالش کرو کیونکہ یہ مبارک درخت کا تیل ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۷، ۸

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

"انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی" (سورۃ تین ۱۔۲۔۳)

آیات مبارکہ میں روحانی و مادی نعمتوں کا ذکر ہے۔ مکہ معظمہ اور طور سینا روحانی نعمتیں ہیں جبکہ انجیر اور زیتون مادی نعمتیں ہیں۔ یعنی شہر مکہ اور طور سینا دل سے متعلق ہیں اور انجیر و زیتون

جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

بنجر زمین میں زیتون پیدا ہوتا ہے جبکہ بنجر دل کے لئے قرآن حکیم ہے۔اس لئے رب تعالیٰ جل شانہ نے خانہ کعبہ کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زیتون میں ستر بیماریوں کے لئے شفا ہے جن میں جذام بھی شامل ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقریباً ستر انبیائے کرام علیہم السلام نے زیتون کے درخت کے لئے یہ دعا فرمائی

"اے اللہ! زیتون کے تیل میں برکت ڈال۔"

زیتون کی افادیت

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیتون کے استعمال کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔

زیتون جسم اور بالوں کے لئے نہایت مفید اور صحت افزا ہے۔"FATS" کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ زیتون کے درخت کی عمر ایک ہزار سال تک ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے۔ سردی کے دردوں اور کمزور بچوں کے لئے اسکی مالش مفید ہے۔ اندرونی طور پر سردی کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ ورم ختم کرتا ہے۔ جگر کی پتھری کے لئے مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے مار نکالتا ہے۔ اندرونی خراش اور سوزش کو تسکین دیتا ہے۔ روغن زیتون زیتون ہی کی طرح ہے۔ ہر قسم کے زہر میں مفید ہے۔ پرانا روغن زیتون لطیف تر اور نفع بخش ہوتا ہے۔ اس کی تمام اقسام جلد میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتی ہیں اور بالوں کو سفیدی سے روکتی ہیں۔ برگ زیتون بدن کے سرخ دانوں، پہلو کی پھنسیوں، گندے زخموں اور پتی کو روکتا ہے۔ نفیس صابن بنانے میں کام آتا ہے۔ اونی کپڑوں کی ملوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اسکی لکڑی سخت ہوتی ہے اور (Wood Working) میں استعمال ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۹/۱۵۳

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو بہت پسند فرماتے تھے۔ پس آپؐ کے پاس کھانا پیش کیا گیا یا آنجنابؐ کو مدعو کیا گیا

چونکہ میں جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کدو کو بہت پسند فرماتے ہیں اس لئے میں نے اس کھانے کے برتن میں سے کدو کے ٹکڑے دیکھ دیکھ کر آنحضورؐ کے آگے رکھنے شروع کر دیئے۔

حدیث نمبر۱۵۴/۱۰

جابر بن طارقؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ کے پاس کدو دیکھے جو کہ قاش قاش (ٹکڑے ٹکڑے) کئے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ اتنے چھوٹے چھوٹے کیوں؟ ارشاد فرمایا ان سے ہم اپنا سالن زیادہ کرتے ہیں۔

حدیث نمبر۱۵۵/۱۱

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن مالکؓ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک درزی نے حضور ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو کہ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ جناب انسؓ فرماتے ہیں حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں میں بھی اس کھانے میں شریک ہوا۔ پس اس درزی نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی، شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت پیش کیا۔ جناب انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ کاسہ کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش کر رہے ہیں۔ اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے کدو محبوب ہو گیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹، ۱۰، ۱۱

کدو کی افادیت : کدو کا مزاج سرد تر ہے۔ کدو عقل کو تیز کرتا ہے اور دماغ کو قوت دیتا

ہے۔ تپ دق کے مریض کے لئے اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ اس کے بیجوں کا تیل دماغ کی خشکی دور کر کے نیند لاتا ہے۔ خون کا تھوکنا' صفراوی بخار' اندرونی اعضاء کے جریان خون اور مرض سل و دق میں بھبھلائے ہوئے کدو کا پانی پلانا بڑا نافع ہے۔ اس کا ذائقہ شیریں ہے۔ بطور ترکاری استعمال ہوتا ہے۔ پیاس بجھاتا ہے۔ اس کا حلوہ مقوی باہ ہے۔ اگر کدو کے تر چتوں کا پانی نکال کر کلی کی جائے تو سردرد اور گرمی کے لئے بہت مفید ہے۔ بخار کے لئے عمدہ غذا ہے۔ اگر خشک کر کے جلایا جائے اور سرکہ میں حل کر کے مقام برص پر لگایا جائے تو برص ختم ہو جاتا ہے۔ کھانسی کا بہترین علاج ہے۔ اس کا روغن مالیخولیا اور برسام کے لئے مفید ہے۔ کدو کھانے سے روشنی چشم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کدو کے بیج پیٹ کے کیڑے مارنے میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ مغز کدو کے دو بڑے چمچ شہد کے ساتھ دینے سے پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے۔ کدو کا گودا خشک کر کے اس کا جوشاندہ بواسیر اور پھیپھڑوں سے آنے والے خون کی بہترین دوا ہے۔ کم مرچ سے کئی دن تک کدو کا سالن کھلانے سے آنتوں کی جلن ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اس کے پتوں کا جوشاندہ قبض کا آسان اور محفوظ علاج ہے۔ کدو جگر کی گرمی اور صفراء کو دور کرتا ہے۔ کدو کو کھانڈ کے ساتھ پکا کر دینے سے جنون اور خفقان میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے پانی کی کلیاں کرنے سے مسوڑھوں کا ورم جاتا رہتا ہے۔ کدو کی بیل کے پتے ابال کر چینی ملا کر پینے سے یرقان میں فائدہ ہوتا ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق اس میں پانی کی مقدار 81 اور 94 فیصد کے درمیان ہوتی ہے۔ مٹھاس 2.7 فیصد' نشاستہ 0.7 فیصد اور نائیٹروجن والے عناصر 0.10 فیصد ہوتے ہیں۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا ایک منظر

حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام نے جو پیشہ کے اعتبار سے درزی تھے آپؐ کو کھانے کی دعوت دی جسے آپؐ نے قبول فرمایا۔ اس نے اپنی استعداد کے مطابق دعوت کا اہتمام کیا۔ یعنی جو کی روٹی' کدو اور خشک گوشت کا سالن تیار کیا۔ سالن میں شوربہ زیادہ تھا اور کدو کے ٹکڑے ڈھونڈنے سے ملتے تھے۔ آپؐ اپنی انگلی مبارک سے چن چن کر انہیں بڑی محبت سے تناول فرماتے تھے۔

آپ ﷺ اپنے غلام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ لے گئے۔ کسی عالی

شان سواری پر سوار ہو کر تشریف نہیں لائے بلکہ پیدل چل کر غلام درزی کے گھر کو عزت بخشی۔ رحمت سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیے کہ عام سے عام اور غریب سے غریب صحابیؓ بھی کھانے کی دعوت کرنے کی جسارت کر سکتا تھا اور آپؐ کسی کو بھی مایوس نہ لوٹاتے بلکہ ہر ایک کی جھولی رحمتوں سے بھر دیتے تھے۔

رحمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشانؐ گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا

اس کے برعکس کرہ ارضی کے انسانوں اور لاالٰہ الااللہ کا دم بھرنے والوں کی دعوتوں کا حال بھی اپنے پیش نظر رکھیے۔ کیا کچھ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ دنیا جہان کی نعمتیں جمع کی جاتی ہیں۔ نہایت بے دریغی سے پیسہ لٹایا جاتا ہے۔ ہر طرح کا سامان عیش و عشرت صرف ایک دعوت کے لئے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ نمود و نمائش کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ غیر بھی شرما جائیں۔ کیا ایسے مسلمان اپنے آپکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی کہلوانے کے حق دار ہیں؟ ہماری دینی و دنیوی بچت صرف اور صرف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر۱۵۶/۱۲

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلوہ اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۲

سورہ النحل میں اللہ جل شانہ نے شہد کو شفاء الناس کہا ہے ارشاد ہوا۔

"ان مکھیوں کے شکم سے ایک شراب (پینے کی چیز) جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے نکلتی ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کیلئے۔" (النحل۶۹)

ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا

"جو شخص ہر ماہ میں تین دن صبح شہد چاٹ لیا کرے، اسے کوئی بڑی بیماری نہ آئے گی۔"

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے

"تم اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم کرلو، ایک شہد اور دوسرا قرآن مجید۔"

شہد کی افادیت

شہد غیر معمولی منافع کی حامل ہے۔ یہ ان گندگیوں کو جو معدہ یا عروق و آنت میں پیدا ہو جاتی ہیں صاف کر دیتی ہے۔ اس میں بھرپور غذائیت ہے۔ بخار اور نکسیر کے علاج کے لئے مفید ہے۔ جگر اور سینے کو صاف کرتی اور نکھارتی ہے۔ پیشاب آور ہے۔ بلغمی کھانسی میں بہت مفید ہے۔ اس کا کھانا اور آنکھ میں لگانا مقوی ہے۔ یہ حافظہ کے لئے بہترین چیز ہے۔ باؤلے کتے کے کاٹنے پر اگر پانی میں شہد ملا کر پلایا جائے تو نفع بخش ہے۔ اگر تازہ گوشت کو شہد میں ڈبو کر رکھ دیا جائے تو تین مہینے تک متعفن نہیں ہو سکتا۔ بالوں پر لگانے سے انہیں بڑھاتا اور نرمی و ملائمت پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کو سرمہ کے طور پر آنکھوں میں لگایا جائے تو دھند کے لئے نافع ہے۔ اگر دانتوں پر پیسٹ کیا جائے تو ان میں چمک اور سفیدی پیدا کرتا ہے اور انکی حفاظت بھی کرتا ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے۔ رگوں کا منہ کھولتا ہے۔ چھوٹی مکھی کا شہد خون کی قے، برص، پیٹ کے کیڑے، سوزاک، ہسٹریا، متلی اور زہر کے سلسلہ میں مفید ہے۔ جنگلی شہد امراض چشم، بواسیر، ہیضہ، کھانسی، تپ دق، یرقان اور زخموں کے لئے مفید ہے۔

جدید ماہرین طب شہد پر بہت زیادہ تحقیق و تجربات کر رہے ہیں اور اربوں روپے خرچ کر کے انسانیت کے لئے اس کے نئے نئے فوائد منظرعام پر لا رہے ہیں۔ قرآن حکیم نے شہد کو "شفاء الناس" کہا ہے۔ اس لئے مغربی اقوام اس پر تحقیقات جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جرمنی میں ولیم نامی کمپنی نے شہد کے ٹیکے ایجاد کئے ہیں۔ انہیں (M-2 Woflum) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ٹیکے جوڑوں کے درد میں استعمال ہوتے ہیں اور بڑے کارآمد ہیں۔

جدید تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ شہد کی مکھی اپنے پیٹ سے ایک سیال نکالتی ہے جس کی مختلف اقسام ہیں اور اسی میں شفاء ہے۔ یہ سیال مکھی کا دودھ ہے۔ اس میں اتنی زیادہ توانائی ہوتی ہے کہ

اس کو کھانے کے بعد بچوں کا وزن دس دن میں تین، سو پچاس گنا بڑھ جاتا ہے۔ نشوونما کی ایسی مثال پوری حیوانی دنیا میں نہیں ملتی - یہ سیال دنیا کی ہر بیماری میں مفید ہے۔ اسے پینے والوں کو ہر حالت میں توانائی میسر آتی ہے۔ ذیابیطس کے مریض میں کمزوری اور جسم میں قوت مدافعت کی کمی کیلئے معقول اور قابل اعتماد علاج ہے۔ شہد مکمل طور پر جراثیم کش ہے۔ شہد پینے والوں کی آنتوں میں سوراخ نہیں ہوتا۔ دل اور نبض کی کمزوری کے لئے شہد ایک معقول دوا ہے۔ خمیرہ گاؤ زبان اور جواہر مہرہ تقویت قلب کے لئے دیئے جاتے ہیں لیکن شہد ان دونوں سے زیادہ طاقت والا اور قابل اعتماد ہے۔ پیٹ کی تمام بیماریوں میں شہد بہت مفید ہے۔ اسہال کے دوران اس کا استعمال نفع بخش ہے۔ زخم اور پھوڑا پھنسی پر بھی شہد لگایا جاتا ہے۔ فالج کے مریض کو ابتدائی تین دن کھلایا جائے تو بہت کارآمد ہے۔

ماحصل کلام یہ کہ شہد غذاؤں میں بہترین غذا' پینے میں بہترین مشروب اور علاج میں بہترین دوا ہے۔ اقوام غیر نے جب قرآن مجید فرقان حمید میں یہ پڑھا کہ شہد "شفاء الناس" یعنی انسانوں کے لئے شفاء ہے تو انہوں نے اس پر تحقیق شروع کر دی۔ اب تک وہ شہد کی مکھیوں کی کم و بیش بیس ہزار اقسام معلوم کر چکے ہیں۔ ہر پھول کی الگ شہد کا پتہ چلایا گیا ہے اور اسکے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ آسٹریلیا کے محققین نے شہد پر پوری توجہ اور صدق دل سے کام کیا ہے اس کا ثمران کے ملک کو اربوں روپے کے قیمتی زر مبادلہ کی شکل میں ملا۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ حقیقتاً" یہ کام ہمیں کرنا تھا اور قرآن حکیم سے نور حاصل کرنا تھا۔ مگر افسوس نہ ہم نے دنیوی علم حاصل کیا اور نہ ہی دینی بلکہ اختلاف کے بھنور میں دھنستے چلے گئے۔ اس کے برعکس اقوام غیر جدید دنیوی علم و ترقی میں آگے بڑھ گئیں اور اس کیلئے انہوں نے قرآن حکیم سے بھی استفادہ حاصل کیا۔

حدیث نمبر ۱۵/۱۳

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہلو کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا اسے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۵۸/ ۱۴

عبداللہ بن حارثؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳، ۱۴

پہلو کا گوشت آپؐ کا پسندیدہ گوشت تھا۔ علمائے طب کے مطابق بکرے کے گوشت میں سب سے لطیف حصہ گردن، پہلو یا دست کا گوشت ہوتا ہے۔ اس کے کھانے سے معدہ پر گرانی نہیں ہوتی۔ یہ زود ہضم ہے۔ اعلیٰ درجہ کی غذا میں تین اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱) غذا لطیف ہو تاکہ معدہ گرانی محسوس نہ کر سکے بلکہ معدہ پر ہلکی ہو۔

۲) یہ کہ غذا کثیر النفع ہو اور اعضاء پر پوری طرح اثر انداز ہو۔

۳) غذا زود ہضم ہو۔

دست کا گوشت ان تینوں اوصاف کا حامل ہے۔ اس لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ دست کا گوشت سب سے ہلکا، لذیذ ترین اور بیماری سے خالی ہوتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عرق النساء کے مریضوں کو بکرے کے گوشت کی یخنی استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۹/ ۱۵

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضورؐ کے ساتھ میری دعوت کی گئی۔ کھانے میں پہلو کا بھنا ہوا گوشت لایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بڑی چھری لی اس چھری سے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ بلالؓ آگیا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نماز کے تیار ہونے سے مطلع کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چھری ہاتھ سے رکھ دی

اور فرمایا کیا ہوا اسے دونوں ہاتھ اس کے خاک آلود ہوں ۔ راوی کہتا ہے کہ اس کی دونوں مونچھیں بڑھ گئی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاؤ ان کو مسواک پر رکھ کر کتر دوں یا کتر دو ان کو مسواک پر رکھ کر۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۵

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ سے بھنا ہوا گوشت خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت بلالؓ آئے اور عرض کیا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے ۔ حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ حضور ﷺ کی محفل کو دیکھتے اور آپؐ کے فرمان کو سنتے ۔ لیکن انھوں نے جلدی کی جسے آپؐ نے محسوس فرمایا ۔ حضرت بلالؓ کی مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں جنہیں سنت کے مطابق کرنے کا حکم فرمایا ۔ یعنی آپؐ نے غصے میں بھی سنت کا اہتمام فرمایا ۔

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ روشنی ملی کہ اگر کوئی استاد، پیر یا معزز شخصیت کھانا کھانے میں مصروف ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کے لئے بھی نہ کہا جائے بلکہ کچھ صبر کر لینا چاہیے ۔ اگر نماز کے لئے وقت باقی ہو تو جلدی کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آرام سے کھانا کھانا چاہیے ۔ یہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔

حدیث نمبر۱۶۰/۱۶

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سید دوعالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کہیں سے گوشت آیا تو اس گوشت سے آپؐ کے سامنے دست پیش کیا گیا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا ۔ آپؐ نے اس دست کے گوشت میں سے اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر تناول فرمایا ۔

حدیث نمبر۱۶۱/۱۷

ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست

کا گوشت بہت پسند تھا۔ راوی کہتا ہے کہ دست کے گوشت ہی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے زہر دیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۶۲/۱۸

ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی۔ چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا تو میں نے ان کی خدمت میں ایک دست کا گوشت پیش کر دیا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا۔ پھر فرمایا مجھے دست دو۔ میں نے خدمت مبارک میں پیش کر دیا۔ اس کو بھی تناول فرما لیا۔ پھر ارشاد فرمایا مجھے دست دو تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکرے کے کتنے دست ہوتے ہیں تو ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو جب تک میں مانگتا رہتا تو مجھے دست پر دست دیتا ہی چلا جاتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸

احادیث مبارکہ سے یہ درس ملا کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شانے کا گوشت بہت پسند تھا۔ دو شانے تناول فرما لینے کے بعد تیسرا شانہ طلب فرمایا تو صحابیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لطیف مزاح کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکرے کے کتنے شانے ہوتے ہیں۔ جواباً" ارشاد فرمایا اگر تو نہ ٹوکتا تو جب تک میں مانگتا رہتا تو دیتا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب خدا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان محبوبیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار فرماتا اور دست پر دست آتا جاتا۔ یہ آپؐ کا معجزہ ہوتا اس قسم کے معجزات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں بارہا گزر چکے تھے۔ اگر ان کا تفصیل سے ذکر کیا جائے تو ایک الگ کتاب لکھنی پڑے گی۔

مزید یہ کہ اگر کسی صاحب عرفان، متقی، پرہیزگار اور روشن دل پر اس قسم کی کیفیت آ جائے تو

مریدوں اور عقید تمندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پیرو مرشد کو نہ ٹوکیں ۔ تھوڑا سا کھانا بہت سے لوگوں پر پورا ہو جاتا ہے ۔ اس قسم کی کرامات سے سلاسل کی تاریخ بھری ہوئی ہے ۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ معجزہ رسول و نبی کے ہاتھوں پر ہوتا ہے جبکہ کرامت ولی کے ہاتھوں پر ہوتی ہے ۔ کرامت بھی حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے جو تاقیامت اولیائے کرام کے ذریعے کرامت کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا رہے گا ۔ اہل سنت والجماعت معجزات و کرامات دونوں کے قائل ہیں ۔

حدیث نمبر ۱۶۳/۱۹

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دست کا گوشت کچھ لذت کی وجہ زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۹

شانے کے گوشت کی پسندیدگی کے متعلق شروع میں بھی آ چکا ہے ۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہی حق ہے کہ وہ امت کو بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شانے کے گوشت کو کیوں پسند فرماتے تھے ۔ اس میں راز یہ تھا کہ یہ بہت جلدی گل جاتا ہے ۔ جبکہ دوسرا گوشت گلنے میں وقت لیتا ہے ۔ وقت قیمتی متاع ہے ۔ جس نے وقت کی قدر کی اس نے سب کچھ حاصل کیا ۔ حدیث میں ہے کہ صحت اور فرصت دو بڑی نعمتیں ہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ صحت بھی عطا فرمائے اور فرصت بھی تو اسے کسی اہم ترین کام میں وقف کرنا چاہیے اور سب سے اہم کام دین کی جستجو، علم کا حصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۶۴/۲۰

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرمایا سب سے اچھا گوشت پشت (کمر، پٹھہ) کا گوشت ہوتا ہے ۔

حدیث نمبر۱۶۵/۲۱

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ اچھا سالن ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۰'۲۱

حدیث نمبر۲۰ اور ۲۱ کے تاثرات وواردات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۱۶۶/۲۲

ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ سوائے خشک روٹی اور سرکہ کے اور کچھ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا لے آؤ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۲

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ کسی کے گھر جا کر کھانے کی خواہش ظاہر کرنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ دل میں کھانے کی خواہش ہونے کے باوجود تصنع سے کام لیتے ہیں۔دوست احباب کے گھر میں جو دل کرے مانگ لینا چاہیے۔ بناوٹ کاری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی بھی ملی کہ میزبان کے گھر میں جو کچھ پکا ہوا ہو وہی طلب کرنا چاہیے۔ زیادہ تکلفات وغیرہ سے خرچ بڑھتا ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ایسا کرنا نہ صرف سچی دوستی کی نشانی ہے بلکہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔ اگر دل میں سنت کی اتباع کا جذبہ ہو تو اس سے پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور دوستی بڑھتی ہے۔

حدیث نمبر۱۶۷/ ۲۳

ابی موسیٰ اشعریؓ حضور کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

حدیث نمبر۱۶۸/ ۲۴

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲۳، ۲۴

ثرید ایک مکمل خوراک ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ کھانا ثرید تھا جو کہ روٹی سے بنایا جاتا تھا یا حیس سے بنایا گیا ثرید۔"

عام طور پر ثرید کے بنانے کا طریقہ یہ تھا کہ سالن بنا کر روٹی کے ٹکڑے اس میں ڈال دیئے جاتے تھے پھر اسے ڈھانپ کر تھوڑی دیر رکھا جاتا تھا پھر کھاتے تھے۔ بعض اوقات مکھن یا گھی کو گرم کر کے اس کے اوپر ڈالا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امت کو ثرید بنانے کا ایک اور طریقہ بھی تعلیم فرمایا ہے۔ اس نسخہ میں گوشت، روٹی، جو کا دلیا اور دودھ شامل ہیں۔ ان سب کو ملا کر ایک ایسے مرکب کی شکل دی جاتی ہے جو توانائی مہیا کرنے کے ساتھ تھکن اور دل سے بوجھ کو بھی اتار دیتا ہے۔ ابن القیمؒ ثرید کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ روٹی اور گوشت کا یہ ملاپ بہترین غذا ہے کیونکہ اس میں جسمانی ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ توانائی کا ذریعہ گوشت ہے۔ اس کے ساتھ روٹی اور جو کا اضافہ غذائی نقطہ نظر سے اسے مکمل اور جامع غذا بنا دیتا ہے جو کہ جسمانی ضروریات کیلئے ہی نہیں بلکہ

اضافی توانائی کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثرید اس لئے محبوب تھا کیونکہ ثرید کا آغاز آپؐ کے جد اعلی حضرت ہاشم کی ایک خاص ہدایت سے ملتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت ہاشم نے کعبہ کی دیوار سے پیٹھ لگائی ہوئی تھی۔ یہ حج کا موقع تھا قریش کا سارا قبیلہ جمع تھا آپ نے ارشاد فرمایا

"یا ایھا القریش" اے قریشیو! اللہ تعالیٰ کے مہمان حج کی غرض سے بیت اللہ شریف پہنچنا شروع ہو چکے ہیں ان کے کھانے پینے اور آرام کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا تمام ذمہ داریوں کو تم اپنے اوپر فرض سمجھ کر ادا کرو۔ ان کے کھانے اور پلانے کی ذمہ داری میں اپنے سر لیتا ہوں۔ اس کام کے لئے سب سے پہلے میں رزق حلال سے دے رہا ہوں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔ روٹیاں ایام حج سے پہلے مصر سے منگوائی جاتی تھیں۔ سالن کے لئے روزانہ ایک اونٹ ذبح کیا جاتا اور روٹیوں کا چورہ کر کے ثرید تیار کیا جاتا اور اللہ کے مہمانوں کو بڑے پیار و محبت سے کھلایا جاتا اسی وجہ سے آپ کا نام ہاشم پڑ گیا۔ جس کا مطلب ہے ثرید کھلانا۔ حرم شریف میں پانی کے لئے چمڑے کے تالاب بنائے جاتے اور دور دراز سے پانی لا کر انہیں بھرا جاتا۔

اسی طرح حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں بھی ایک بہت بڑا برتن موجود تھا جس میں صحابہ کرامؓ کو ثرید کھلایا جاتا تھا۔ یہ اتنا بڑا برتن تھا کہ اسے اٹھانے کے لئے چار آدمیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس میں ثرید تیار کی جاتی اور تقریباً" چالیس آدمی اسکے اردگرد بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے۔ ثرید کھانے کے آداب و قرینے خود سرور انبیاء ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں کہ اپنے سامنے سے کھاؤ' کھانے کے لئے تین انگلیاں استعمال کرو' کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لو اور دوسرے کی طرف مت دیکھو کہ کیا کھا رہا ہے۔ ثرید کا استعمال خواجہ ہاشم کے وقت سے چلا آ رہا تھا۔ اس لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جیسے کھانوں پر ثرید کی فضیلت۔

حدیث نمبر ۲۵/۱۶۹

ابی ھریرۃؓ سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ حضورؐ نے پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو کیا۔ پھر دیکھا کہ بکرے کے دست کا گوشت تناول فرمایا۔ نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حدیث نمبر۱۷۰/۲۶

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کا ولیمہ تازہ کھجور اور ستو سے کیا۔

حدیث نمبر۱۷۱/۲۷

جنابہ ام سلمیٰؓ سے روایت ہے یہ کہ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفرؓ میرے ہاں تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا اور جسے بڑی خوشی سے تناول فرماتے تھے۔ تو انہوں نے کہا اے میرے پیارے بیٹو! آج کل تم اس کھانے کی طرف توجہ نہ دو گے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایسا نہیں ہے آپؓ اسے ضرور تیار کریں۔ راوی نے کہا کہ وہ اٹھیں اور تھوڑا سا جو کا آٹا لیا اسے گوندھا پھر اسے ہانڈی میں ڈالا اس میں تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا اور اس میں سیاہ مرچ اور زیرہ کوٹ کر ڈالا۔ تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا یہ کھانا ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے اور شوق سے کھاتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۵، ۲۶، ۲۷

ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کا مقام بہت بلند ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ اور امام حسنؓ اس شوق اور محبت سے آپؓ کے گھر تشریف لائے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ کھانا نوش فرمائیں۔ انہوں نے جواباً" ارشاد فرمایا کہ بیٹا تم تو بڑی شخصیات کے نور نظر ہو اب تمہارے کھانے کی چیزیں بدل چکی ہیں۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ کھانے کی خواہش تو کی ہے لیکن کھا نہ سکو گے۔ امام حسنؓ نے کہا ہم ضرور کھائیں گے۔ اسی لئے تو ہم آئے ہیں۔

حضرت ام سلمیٰؓ نے جو کے آٹے، روغن زیتون، سیاہ مرچ اور زیرہ کے ملاپ سے کھانا تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا جسے انہوں نے ملکر بڑی عقیدت و محبت سے تناول فرمایا۔

اگر کوئی سنت مبارکہ کے مطابق کھانے کا اہتمام کرے اور کھائے تو یقیناً اسے جو بھی مرض لاحق ہو گا اس سے صحت یاب ہو جائے گا اور اپنے ایمان میں نور ولایت کے اثرات دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کی حقیقی محبت عطا فرمائے۔ اور آپؐ کی ہر ہر ادا پر جاں نثار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۲/۱۷۲۸

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں رونق افروز ہوئے۔ ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک دنبہ ذبح کیا تو ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا گویا یہ جانتے تھے کہ ہم گوشت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ صاحب شمائل الترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک پورا واقعہ ہے یعنی ایک معجزہ کا پورا بیان ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۸

حدیث مبارکہ میں جس معجزہ کا ذکر ہے وہ جنگ خندق کے موقع پر ظہور پذیر ہوا۔ یہ معروف جنگ ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کفار کا راستہ روکنے کے لئے مشورہ دیا کہ ایک گہری اور لمبی خندق کھودی جائے تاکہ مدینہ منورہ کی حفاظت کی جا سکے۔ آپؐ نے ان کی تجویز کو پسند فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے خندق کی کھدائی شروع کی۔ کھدائی کے دوران ایک مقام پر مضبوط چٹان آڑے آگئی جو باوجود کوشش کے صحابہ کرامؓ سے نہ ٹوٹ سکی۔ آخر کار صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور چٹان کے نہ ٹوٹنے کی مشکل گوش گزار کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک میں کدال لی اور چٹان پر ضرب لگائی۔ اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر نیچے آگرا اور خندق میں روشنی پھیل گئی۔ صحابہ کرامؓ نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے میرے لئے روم کو فتح کر دیا ہے۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور چٹان دو حصے ٹوٹ کر نیچے آ گری۔ خندق نور سے دوبارہ روشن ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کسریٰ کو فتح کر دیا ہے۔ جب آخری ضرب لگائی تو ساری چٹان ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی اور خندق بقعہ نور بن گئی۔ صحابہ کرامؓ نے پھر نعرہ تکبیر اللہ اکبر کا ورد کیا آخر میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے قیصر کو فتح کر دیا ہے۔

اسی جنگ میں ایک صحابیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بھوک کی وجہ سے برا حال ہے۔ جب اس نے اپنا کرتہ اٹھا کر دکھایا تو پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپؐ نے اسے اپنا کرتہ مبارک اٹھا کر دکھایا تو آپؐ کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ ایک صحابیؓ لڑکا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں دکھ و درد کی ٹھیس اٹھی۔ فوراً اپنی ماں کے پاس گیا اور سارا احوال کہہ سنایا۔ ماں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک دنبہ ہے میں اسکا سالن تیار کرتی ہوں تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر آہستگی سے عرض کرو کہ دس بارہ آدمیوں کا کھانا تیار ہے آپؐ جسے چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں۔ نبی کریم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکے کی بات سن کر ایک صحابیؓ سے فرمایا اعلان کر دو کہ فلاں صحابیؓ کے گھر سب کا کھانا ہے۔ لڑکے نے جب یہ بات ماں تک پہنچائی تو اس کے باپ نے ساری بات سن لی۔ بیٹے سے پوچھا کہنے میں تم نے کوئی غلطی تو نہیں کی۔ مگر صحابیہؓ نے بات کاٹ کر کہا کہ جس نے بلایا ہے وہی کھلائے گا آپ فکر نہ کریں۔ ابھی ان کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک لایا اور کہا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانا تیار کر کے یہ اس کے اوپر ڈال دیں۔ پھر آپؐ کا یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا کہ تقریباً چودہ سو صحابہ کرامؓ نے اس کھانے کو سیر ہو کر کھایا لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۱۷۳/۲۹

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا۔ آنجنابؐ ایک انصار عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ اس عورت نے آپؐ کے لئے دنبہ ذبح کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

سے تناول فرمایا۔ اس کے بعد اس عورت نے ایک طباق میں تازہ کھجوریں پیش کیں تو حضورؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمائیں پھر وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس عورت نے آپؐ کے واپس تشریف لانے پر اس دنبے کے بچے ہوئے گوشت میں سے کچھ گوشت پیش کیا۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۹

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ انسان کسی کا مہمان بنے تو میزبان کی محبت ' دل جوئی اور مہمان نوازی کے لئے اس کی مرضی کا بھی خیال رکھے۔ جو چیز بھی پیش کی جائے اسے کھالینا چاہیے لیت ولعل نہیں کرنا چاہیے۔ یہی آپؐ کی سنت مقدسہ ہے۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں اور صاحب معرفت ہستیوں کا یہی طریق ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں اپنے میزبانوں اور عقیدتمندوں کی محبت و عقیدت کی خاطر "نہ" نہیں کہتے۔ انکا یہ مبارک عمل اتباع سنت ہے۔

حدیث نمبر۳۰/۱۷۴

ام المنذرؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے ان کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے۔ ہمارے گھر میں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ رسول مقبول ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے کھجوریں کھانے لگے۔ حضور پاکؐ نے جناب علی المرتضیٰؓ کو فرمایا یا علی! مت کھا کیونکہ تو ابھی بیماری سے صحت یاب ہوا ہے۔ جناب علی المرتضیٰؓ بیٹھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرماتے رہے۔ ام المنذرؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان حضرات کے لئے تھوڑے سے جو اور چقندر تیار کئے تو رسول مقبولؐ نے جناب علی المرتضیٰؓ سے فرمایا یا علی اس کھانے سے کھاؤ یہ تمہارے مزاج کے موافق ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳۰

حدیث مبارکہ سے یہ سنت رسول مقبول ﷺ ملی کہ بیماری سے اٹھے ہوئے شخص کے لئے کھجوریں کھانا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ کھجور کا مزاج گرم ہے، تب ہی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو کھجوریں تناول فرمانے سے روک دیا۔ البتہ جو اور چقندر جو نرم اور ٹھنڈی غذا ہے اس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہدایت کی یہ نورانی کرن بھی ہم تک پہنچی کہ سفر میں یا کسی اور جگہ پر ہمیں اپنے ہم سفر، ہمرکاب یا ساتھی کی صحت کا پورا پورا دھیان کرنا چاہیے۔ محبت و دوستی کی وجہ سے لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے جو کہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق نہیں۔ احتیاط علاج سے بہتر ہے۔ نہ صرف اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے بلکہ ہم سفر کے لئے احتیاط بھی لازمی ہے۔

حدیث نمبر ۳۱/۱۷۵

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو فرماتے کہ کیا تمہارے پاس صبح کے کھانے کے لئے کچھ ہے میں کہتی کہ نہیں۔ وہ فرماتی ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کر لیا ہے۔ ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز آپؐ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے تحفہ آیا ہوا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ کیا ہے میں نے کہا حیس ہے فرمایا کہ میں نے روزہ کا ارادہ کر رکھا ہے پس اس مین سے کچھ کھالیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳۱

گھر میں اگر کچھ نہ ہو تو روزہ رکھ لینا چاہیے کہ یہی سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ہمارا نفس ہم پر اتنا غالب آچکا ہے کہ اگر ہم پر فقر و فاقہ کی حالت آجائے تو ہم تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ اور موازنہ کرتے ہیں کہ فلاں کے پاس تو کھانے پینے و رہنے سہنے کی اعلیٰ سہولتیں موجود ہیں

اور ہم فقرو فاقہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور نجانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ بعض لوگ تو اس امتحان میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر بن جاتے ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ اگر موازنہ ہی کرنا ہے تو اپنے سے کم حیثیت کو دیکھو نہ کہ زیادہ حیثیت والوں کو۔ ہمیں تو ایسی حالت میں رب تعالیٰ کا شکر گزار بننا چاہیے کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ سرور انبیاء ﷺ کے اپنے گھر مبارک کی یہ حالت تھی کہ مہینوں چولھا نہیں جلتا تھا اور آپؐ روزہ رکھ لیتے تھے۔ ہم اپنے آپ کو حضورؐ کا امتی سمجھتے ہیں اگر ہم پر ایسی حالت آ جائے تو زبان پر شکوہ نہیں لانا چاہیے بلکہ درس نبیؐ کو اپنانا چاہیے تاکہ انسان کا اپنے خالق حقیقی سے رابطہ و تعلق نہ ٹوٹ سکے۔ آخر سب نے اسی کے پاس جانا ہے۔

حدیث نمبر۱۷۶/۳۲

یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا ہوا تھا اور اس پر ایک کھجور رکھی۔ پھر ارشاد فرمایا یہ کھجور اس جو کی روٹی کے ٹکڑے کا سالن ہے۔ پھر نوش فرمالیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳۲

یہ تمام انداز حیات ہیں۔ جن لوگوں کے گھر فقرو فاقہ ہو اور جو کی روٹی اور کھجور کے سوا کچھ نہ ہو تو انہیں رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے انہیں سنت رسولؐ مقبول ﷺ پر عمل کرنے اور عبادت، امانت اور ذکرو فکر سے پیچھے نہ ہٹنے کا موقع فراہم کیا ہے تاکہ وہ اپنی عزت ووقار کو محفوظ رکھ سکیں۔ اگر دل میں محبت رسولؐ ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اس کی رضا کی کنجی سنت رسولؐ ہے۔ انسان کو رضا الٰہی کے علاوہ اور کیا چاہیے۔ رہنما ہو تو ہمارے آقاؐ جیسا۔

آج کل کے نام نہاد رہنماؤں کو بھی دیکھئے۔ انہوں نے اپنے گرد سہولیات کا ایک جال بن رکھا ہے۔ ان کی چوری و خیانت سب پر عیاں ہے۔ اس پر بھی وہ مصر ہیں کہ ہم نجات دہندہ ہیں۔ منظر

آپ کے سامنے ہے خود فیصلہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور ہماری آخرت سنوارے۔
آمین

حدیث نمبر ۱۷۷/۳۳

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہ دیگی کو پسند فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عبدالرحمانؒ فرماتے ہیں کہ تہ دیگ سے مراد بچا ہوا کھانا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳۳

یہ باب اس حدیث مبارکہ پر اختتام پذیر ہو رہا ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنڈیا سے کچھ سالن لگا ہوا ہوتا تو وہ بھی تناول فرماتے تھے۔ آپؐ کا کردار اسی طرح بے مثل و بے مثیل ہے جس طرح آپؐ تمام رسولوں میں بے مثل ہیں۔ آپؐ کے کردار اور کھانے کے بیان میں عبارت گنگ نظر آتی ہے۔ سرکار کائنات ﷺ کے پاک و مطہر کردار میں روحانی، جسمانی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی، عسکری، طبی، اخلاقی اور نجانے کتنے محاسن ہیں کہ جو شمار سے باہر ہیں۔ اگر ان تمام نعمتوں کا حصول مقصود و مطلوب ہے تو سرکار کائنات ﷺ کی سنت مبارکہ کی صدق دل سے پیروی کی جائے۔ یہ تمام تکالیف اور دکھ و درد خود بخود کافور ہو جائیں گے۔

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر27

باب ما جاء فی صفۃ وضوء رسول اللہ ﷺ عند الطعام

یہ باب رسول کریمؐ کے کھانا تناول فرمانے کے وقت وضو کرنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۷۸/۱

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت خانہ سے باہر تشریف لائے تو آپؐ کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا۔حاضرین نے عرض کیا کہ کیا وضو کے لئے پانی نہ لائیں؟ ارشاد فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ مجھے وضو کرنے کا اسی وقت حکم ہے جبکہ میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں۔

حدیث نمبر۱۷۹/۲

ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت خانہ سے تشریف لائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپؐ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ وضو نہیں کریں گے تو سید الکائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں نماز پڑھتا ہوں کہ وضو کروں۔

حدیث نمبر۱۸۰/۳

سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانا

کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا سبب ہے۔ یہ بات جو میں نے پڑھی تھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں بیان کر دی۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا باعث ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱'۲'۳

احادیث مبارکہ سے عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ انوار ملے کہ کھانا کھانے کے لئے وضو کرنا سنت مبارکہ نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ تورات و انجیل کے عالم تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اہل کتاب کھانا کھانے سے قبل وضو کرتے ہیں اس لئے انہوں نے یہ بات حضور رؤف و رحیمؐ کی بارگاہ عالیہ میں گوش گزار کی تو سرتاج رسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنا برکت کا باعث ہے گو کہ ضروری نہیں ہے۔

ہماری بدقسمتی کہ ہم اس دور میں آگئے ہیں کہ جس میں اہل کتاب کھانا کھانے سے پہلے رقص و سرور اور دوسری خرافات میں محو رہتے ہیں اور پھر کھانا کھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنا دین چھوڑ چکے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کا بھی بالکل یہی حال ہے۔ وہ اقوام غیر کی اندھی تقلید کو ہائی سوسائٹی اور اپر کلاس کا نام دیتے ہیں۔ دین کے نام لیوا ان کی نظر میں بنیاد پرست ہیں۔ ایک طرف امت مسلمہ کی دینی و ایمانی حالت روبہ زوال ہے تو دوسری طرف دنیوی علوم میں بھی ہم ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ بقول شاعر

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں اللہ رب العزت نے شمائل ترمذی شریف کے ترجمہ اور تاثرات و واردات لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ صدق دل سے عمل کرنے کا جذبہ و تڑپ مرحمت فرمائے۔ حالات ایسے گھمبیر اور تنگ و تاریک ہو گئے ہیں کہ جس میں سانس لینا بھی دشوار ہے۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

"پانی کی مچھلیاں عالم کو دعا دیتی ہیں"

حدیث مبارکہ میں عالم اور مچھلیوں کے تعلق کا ذکر ہے۔ اب تو حدیث شریف کا مفہوم روز

روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ عالم کا فساد عالم کا فساد ہوتا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس نے جہاں انسان کے آرام و سہولت کے لئے نت نئے کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہاں جدید سائنسی ایجادات نے آبی جانوروں کے لئے مضر صحت آلودگی بھی پیدا کر دی ہے۔ جس سے ان کی نسلوں کی نسلیں ناپید ہو رہی ہیں۔ فضاؤں میں ایسے ہوائی جہاز چھوڑ دیئے گئے ہیں کہ جن کی گھن گرج سے حساس آبی جانور نہ صرف اندھے و بہرے ہو رہے ہیں بلکہ اپنی حیات سے بھی ہاتھ دھو رہے ہیں۔ قرب قیامت ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر28

باب ما جاء فی قول رسول اللہ ﷺ قبل الطعام و بعد ما یفرغ منه

یہ باب رسول کریمؐ کے ان ارشادات کے بیان میں ہے
جو کہ کھانا کھانے سے قبل یا بعد میں پڑھا کرتے تھے

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۸۱/۱

ایوب انصاریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول مقبول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپؐ کے حضور کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے سے پہلے ازروئے برکت کے ایسا کھانا میں نے نہیں دیکھا تھا' اور اسی کھانے کے آخر میں جو بے برکتی تھی وہ بھی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا کیفیت ہے ارشاد فرمایا جس وقت ہم نے کھانا شروع کیا تھا تو ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسم مبارک لیا تھا' پھر ایک شخص کھانے کیلئے بیٹھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا اسم پاک نہیں لیا پس اس شخص کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت عالم اسلام میں معروف و مسلم ہے۔ انہوں نے "برکت" جیسی عظیم نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جو کھانا چنا ہوا تھا وہ اپنے اہتمام کے اعتبار سے منفرد تھا۔ کیونکہ صحابیؓ کہہ رہا ہے کہ ایسا بابرکت کھانا میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن آخر میں صحابیؓ اپنی حیرانگی اور تعجب کا اظہار فرما رہا ہے کہ ایسی بے برکتی بھی میرے مشاہدے میں نہیں آئی تھی۔ کھانے سے قبل حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

جو برکت نظر آئی اور آخر میں بے برکتی تو یہ ان کے نور ولایت کا فیضان تھا اور وہ نور ولایت کی آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ یہ سارا فیض انہیں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت سے ملا۔ آپؓ نے اس کا سبب جاننے کے لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں درخواست کی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ساری بے برکتی بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے ہوئی اور شیطان اس شخص کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا۔

قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان انسان کے بہت قریب رہتا ہے۔ اگر نماز میں نمازی کندھے سے کندھا ملا کر قیام نہ کریں تو اس خلا کو شیطان پر کرتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر بغیر بسم اللہ شریف کے کھانا شروع کر دیا جائے تو شیطان بھی کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور کھانے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے والدین کو چاہیے کہ چھوٹے بچوں کو کھانا کھانے سے قبل "بسم اللہ" پڑھنے کی تعلیم دیں تاکہ "بسم اللہ" پڑھنا ان کی عادت ثانیہ بن جائے۔

حدیث نمبر۱۸۲/۲

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی کھانا کھائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو کھانے کے دوران میں جس وقت یاد آئے تو پڑھے

بسم اللہ اولہ و آخرہ

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "بسم اللہ" شریف بھول جانے کا علاج بھی عطا فرما دیا ہے۔ اکثر جب کھانا سامنے آتا ہے تو بھوک کی وجہ سے یا کھانے میں تاخیر کی وجہ سے یا کسی اور مصروفیت کی وجہ سے سہواً یا عمداً "بسم اللہ" پڑھنا بھول جاتا ہے۔ اس کوتاہی کی تلافی

کے لئے یہ الفاظ پڑھنا ضروری ہیں

بسم اللہ اولہ و آخرہ

حدیث نمبر ۱۸۳/۳

عمرو بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے یہ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے میرے بچے قریب آجا" بسم اللہ پڑھ ' اپنے سامنے سے داہنے ہاتھ سے کھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو اسے تصغیر (چھوٹا سا) سے مخاطب فرمایا تو اس میں کمال درجے کی شفقت اور عنایت پائی جاتی ہے۔ اس بچے کی عظمت اور خوشی قسمتی پر لاکھوں سلام کہ جسے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود "بسم اللہ" پڑھنے کی اور کھانے کے آداب کی تعلیم مرحمت فرمائیں۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحمت و عطا کی نورانی کرن پر بھی لاکھوں کروڑوں سلام ' کہ آپؐ نے معصوم بچوں کی جھولیوں کو بھی اپنی رحمت و عطا کی بے پایاں نعمتوں سے بھر دیا۔ سورج کی روشنی ایک دن بجھ جائے گی اور وہ بے نور ہو جائے گا مگر سرکار دو جہاںؐ کی رحمت کائنات سے معدوم نہیں ہوگی اور برابر جاری و ساری رہے گی کیونکہ خداوند قدوس نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو "ورفعنا لک ذکرک" کا اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴/۴

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے

الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا مسلمین

"تمام تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔"

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

سرکار کائنات ﷺ نے ہمیں کھانا کھانے کے بعد جو دعا تعلیم فرمائی ہے اسے یاد کرلینا چاہیے۔ اس میں بے پناہ برکتیں ہیں۔

حدیث نمبر۱۸۵/۵

ابی امامہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب پیغمبر اسلام ﷺ کے آگے سے دسترخوان اٹھایا جاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے

الحمدلله كثيراً طيبا مباركا فيه غير مودع ولا مستغنى عنه ربنا

"ہر قسم کی تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مبارک کو زیب ہے۔ ایسی تعریف کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسی تعریف جو ریا اور سمعہ سے پاک ہے، ایسی تعریف جو ختم ہونے والی نہ ہو اور جس سے کنارہ کشی نہ ہو سکے اے ہمارے پرورش کرنے والے۔"

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

حدیث مقدسہ میں لفظ "مبارک" کا ذکر ہے۔ مبارک ایسے عمل کو کہتے ہیں کہ جو دکھائی تو نہ دے مگر حیات کا سبب ہو اور دین متین پر عمل کرنے کا ردعمل، بدلہ اور جزا ہو۔ جس طرح درخت کی بالوں سے بھی باریک تر جڑیں زمین سے قوت، توانائی یا رس حاصل کرتی ہیں۔ پھر یہ توانائی تناور تنے میں سرایت کرتی ہوئی اور اسے حیات بخشتی ہوئی شاخ در شاخ تقسیم ہو جاتی ہے۔ پھر شاخوں سے ہزاروں پتوں میں پھیل جاتی ہے۔ پتوں سے کونپلوں میں اور کونپلوں سے پھولوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پھولوں سے رنگوں میں اور پھر پھلوں کو قوت بخشتی ہے اور پھر پھل سے بیج میں منتقل ہوتی ہے۔ یوں بیج سے نیا پودا بنتا ہے۔ گویا یہ ایک مسلسل عمل (Process) ہے۔ بال سے بھی باریک تر جڑیں سارے

درخت کو رس مہیا کرتی ہیں اور اسکی حیات کا باعث ہیں ۔ یہ سارا عمل مبارک کہلاتا ہے ۔ سرکار کائنات ﷺ کی عطا کردہ دعا میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اگر انکے معنی اور مفہوم کو بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتابیہ درکار ہوگی۔

حدیث نمبر۱۸۶/۶

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کھانا نوش فرما رہے تھے ۔ ایک اعرابی آیا اور جو کھانا موجود تھا اسے دو لقموں میں کھالیا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ اعرابی کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

اعرابی کے معنی دیہاتی کے ہیں ۔ اس کے بسم اللہ شریف نہ پڑھنے سے ایسی بے برکتی ہوئی کہ وہ دو لقموں میں سارا کھانا کھا گیا ۔ ایک آدمی کی کوتاہی سے چھ صحابہ کرامؓ کا کھانا ختم ہوگیا۔ جو بے برکتی نظروں سے اوجھل تھی صحابہ کرامؓ نے اس کا مشاہدہ یوں کیا کہ دو لقموں میں سارا کھانا ختم ہوگیا۔ سرکار کائنات ﷺ نے امت کو یہ تعلیم فرمائی کہ بسم اللہ شریف نہ پڑھنے سے کتنی بے برکتی ہوتی ہے ۔ اور جو برکت اٹھ جاتی ہے اس کا مشاہدہ صحابہ کرامؓ نے خود اپنی نظروں سے کیا۔

بے برکتی کے مفہوم کو سمجھنے کیلئے ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ ایک ایسا گھر جہاں ایک خاندان قیام پذیر ہے ۔ میاں بیوی دونوں عبادت گزار ہیں ۔ گو کہ ان کی آمدنی کم ہے مگر ان کی ساری عمر اکل حلال پر گزرتی ہے ۔ بیوی گزر اوقات بڑے قرینے و سلیقے سے کرتی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت بھی اچھی طرح سے جاری رہتی ہے ۔ دونوں میاں بیوی کسی کے سامنے اپنے حالات نہیں رکھتے ۔ جو بھی مہمان آتا ہے کھا پی کر چلا جاتا ہے ۔ تمام رکھ رکھاؤ بھی پورا ہوتا ہے اور کسی پر مفلسی کا پردہ بھی چاک نہیں ہوتا ہے ۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا کئی بہاریں خزاؤں میں اور خزائیں بہاروں میں تبدیل ہوئیں۔

بالاخر اولاد پڑھ کر جوان ہوگئی۔ گھر میں بہوئیں آگئیں پرانی باتیں نہ رہیں۔ نہ وہ عبادتیں رہیں نہ اکل حلال ' نہ وہ صوم و صلوٰۃ نہ وہ صبرو شکر۔ گھر سے ساری برکتیں جاتی رہیں۔ وقار ختم ہوگیا۔ پیار و محبت کی جگہ بغض و حسد اور نفرتوں نے لے لی۔ صحت و تندرستی کی بجائے بیماریوں نے ڈیرہ ڈال لیا۔ سارا خاندان دکھ و درد اور مصائب و آلام کی دلدل میں دھنستا چلا گیا اور فکر معاش نے انہیں لباس الخوف پہنا دیا۔ پہلے آمدن کم تھی لیکن حلال کمائی سے آتی تھی۔ گھر میں خوشحالی تھی اور برکت جیسی عظیم نعمت میسر تھی۔ بعد میں آمدنی زیادہ ہوگئی لیکن اکل حلال نہ رہا' برکت جاتی رہی اور بے برکتی غالب آگئی۔ قرآن مجید فرقان حمید میں بھی اسی قسم کی مثال دی گئی ہے اور ایک قوم کا قصہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ہم سبق حاصل کریں۔ لفظ "برکت" اور "بے برکتی" کو سمجھنے کے لئے چھوٹی سی مثال عرض کردی ہے تاکہ ہم ان کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور اس میں غور و فکر کریں۔

حدیث نمبر ۱۸۷/۷

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ جل شانہ اپنے بندے سے اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیئے تو اللہ جل شانہ کا اس پر شکر ادا کرے

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۷

حدیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ لقمے لقمے پر اور گھونٹ گھونٹ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا مسلمان کا عمل ہونا چاہیے۔ حدیث مبارکہ میں لفظ "شکر" آیا ہے۔ شکر کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنے کلام مبین میں ارشاد فرمایا۔

"اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔" (ابراہیم '۷)

یعنی مسلمانوں کی خوشحالی ' فارغ البالی اور رزق میں اضافے کا راز ہر حال میں رب تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اس لئے ہمیں شکر کو اپنا وظیفہ بنانا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 29

باب ما جاء فی قدح رسول اللہ ﷺ

یہ باب رسول کریمؐ کے پیالہ کے بیان میں ہے۔

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۸۸/۱

جناب ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکڑی کا ایک مضبوط و درشت پیالہ جو کہ لوہے کے پترے سے گرہ کیا ہوا تھا ہمیں دکھانے کے لئے لائے اور فرمایا کہ اے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضور رسول مقبول ﷺ کا پیالہ ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حدیث مبارکہ میں حضور کائنات ﷺ کے پیالہ مبارک کی مضبوطی اور کیفیت بیان کی گئی ہے تاکہ اس پیالے کا تصور و خیال ہمارے سامنے ہو جس میں صاحب کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے۔ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی بھی ملی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس، پہناوے، برتن، لحاف اور دوسری تبرکات اپنے پاس برکت اور شفا کے لئے محفوظ رکھتے تھے۔ دور دور سے لوگ ان تبرکات کی زیارت کے لئے آتے اور شفا یاب ہوتے۔ شفا شریف میں ہے کہ امام ابن ماھون فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ ہمارے پاس تھا۔ ہم اس پیالہ میں پانی ڈال کر بیماروں کو پلاتے تو وہ اس پانی سے صحت یاب ہو جاتے۔"

حدیث نمبر۱۸۹/۲

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یقیناً میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس پیالہ میں سب قسم کی پینے کی اشیاء پانی' خرما کا پانی' شہد اور دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

موجودہ دور مشروبات کا دور ہے۔ طرح طرح کے مشروبات کا استعمال عام ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تمام سرد و گرم مشروبات کیلئے برتنوں کے الگ الگ سیٹ مقرر کر رکھے ہیں۔ ہر مشروب کے لئے برتنوں کا مخصوص سیٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی' نمود و نمائش اور خود ساختہ انا پرستی میں ہم بہت دور چلے گئے ہیں۔ ایک طرف نہایت اسراف کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھن دولت کو پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اور صرف پینے پلانے کے برتنوں پر آج انسان کروڑہا روپے خرچ کر رہا ہے تو دوسری طرف دنیا میں لاکھوں انسان بھوک کی وجہ سے جاں بلب ہیں۔

قربان جایئے محسن انسانیت رسول کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کہ جن کا یہ عظیم الشان کردار انسانوں کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص مشعل راہ ہے کہ آپؐ لکڑی کے پیالے میں پانی بھی نوش فرماتے اور دودھ بھی' شہد بھی اور خرما (پانی) بھی۔ الغرض ہر پینے کی چیز سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی پیالہ میں نوش فرماتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کامل اسوہ حسنہ پر صدق دل سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر30

باب ماجاء فی صفۃ فاکھۃ رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے پھل تناول فرمانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

حدیث نمبر۱۹۰/۱

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۱۹۱/۲

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۱۹۲/۳

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خربوزہ اور تازہ کھجور اکٹھے نوش فرماتے دیکھا ہے۔

حدیث نمبر۱۹۳/۴

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے تربوز تازہ کھجور کے ساتھ اکٹھا نوش فرمایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱'۲'۳'۴

احادیث مبارکہ میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ سرکار کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تازہ کھجور کے ساتھ ککڑی (کھیرا)' تربوز اور خربوزہ ملا کر تناول فرماتے۔ طبی نقطہ نظر سے کھجور کی تاثیر گرم ہے جبکہ کھیرا اور تربوز کی تاثیر سرد تر ہے۔ اس لئے سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتدال کے لئے کھجور کے ساتھ کھیرا اور تربوز کا استعمال فرمایا۔ کھیرا چونکہ تازہ ہوتا ہے اس لئے اس میں حیاتین (ج) موجود ہوتا ہے۔ کھجور کے ساتھ اس کا ملاپ ایک مکمل غذا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں

"یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تربوز کے ساتھ تازہ کھجور نوش فرماتے اور فرماتے تھے کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو' اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کردے گی۔"

نیز خربوزہ اور تازہ کھجور کو ملا کر تناول فرمانے میں یہ حکمت ہو کہ خربوزہ پھیکا ہو اور کھجور سے اس کے مزے کو بدل دیا جاتا ہو۔

کھجور کی افادیت : چاروں احادیث مبارکہ میں کھجور کا استعمال مشترک ہے۔ علمائے طب نے کھجور کو بہت زیادہ نفع بخش بتایا ہے اور اس کے بے شمار فوائد بیان کئے ہیں۔ تازہ کھجور کا مزاج گرم ہے۔ معدہ کو تقویت دیتی ہے۔ یہ ایک دوا ہے اور بیماری کو دور کرتی ہے۔ یہ جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ جسم کو شاداب بناتی ہے اور طاقت پیدا کرتی ہے۔ کثیر الغذاء ہونے کی وجہ سے خاصی غذائیت دیتی ہے۔ پیدا شدہ بچوں کو گھٹی کے طور پر کچل کر دی جا سکتی ہے۔ نہار منہ بہت سے زہروں کیلئے تریاق ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتی ہے۔ کوڑھ کے مرض میں اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔ حیض کی باقاعدگی کیلئے کھجور اچھی چیز ہے۔ زچگی سے قبل اور بعد میں کھجور کا استعمال مفید ہے۔ فوری توانائی (Instant Energy) پہنچاتی ہے۔ جسم کی غلیظ رطوبتوں کو خشک کرتی ہے۔ منہ کے زخموں کو ختم کر دیتی ہے۔ یرقان کیلئے بہترین ہے۔ جگر کے فعل کو درست کرتی ہے۔ تازہ پکی ہوئی کھجور کا پانی پینے سے دست رک جاتے ہیں۔ یہ صفرا اور تیزابیت کو ختم کرتی ہے۔ دل کے دورے میں کھجور کو گٹھلی

سمیت کوٹ کر دینا جان بچانے کا باعث ہے۔ تپ دق میں مفید ہے۔ پرانی قبض کی بہترین دوا ہے۔ دبلے پن کے خاتمے کے لئے دودھ کے ساتھ اس کا استعمال بہت مفید ہے۔

تربوز کی افادیت : تربوز کا مزاج سرد تر ہے۔ پیاس بجھاتا اور گرمی دور کرتا ہے۔ یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق تربوز کے گودے میں لحمیات (Protiens)' شکر اور نشاستہ پائے جاتے ہیں۔ جسم کو پھرتیلا بناتا ہے۔ سینے کیلئے مفید اور پیشاب آور ہے۔ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے غیر ضروری حرارت کو ختم کرتا ہے۔ سوزاک کیلئے بھی فائدہ مند ہے۔ دل و دماغ کو تقویت دیتا ہے۔ یہ بلڈ پریشر کو ختم کرتا ہے۔ صفراوی بخاروں میں تربوز بہترین علاج ہے۔ دائمی قبض کو دور کرتا ہے۔ خون کی تیزابیت اور گرمی ختم کرتا ہے۔ تربوز میں حیاتین (اے' بی' سی) کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ سوداوی اور صفراوی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ یہ ٹائیفائیڈ کے لئے بہترین علاج ہے۔ مثانہ کی پتھری خارج کرتا ہے۔ یرقان میں بھی فائدہ مند ہے۔

خربوزہ کی افادیت : خربوزہ کا مزاج گرم تر ہوتا ہے۔ یہ قبض کشا اور مدر بول ہے۔ پتھری کو توڑتا ہے۔ اس کے چھلکے کا لیپ چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے۔ یہ پیٹ کے کیڑے مارتا ہے اور نظر کو تیز کرتا ہے۔

یہ تمام فوائد اب تک معلوم ہو چکے ہیں اور ابھی مزید تحقیقات جاری ہیں۔ اتباع سنت رسولؐ میں ہزاروں لاکھوں فوائد ہیں جو ابھی مادی آنکھ سے پوشیدہ ہیں۔ یقیناً وہ بھی تحقیقات و تجربات کے بعد منظر عام پر آجائیں گے۔

حدیث نمبر ۱۹۴/۵

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پیش کرتے تھے' تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے شہر (مدینہ منورہ) پر برکت نازل فرما اور ہمارے صاع اور مد (دو پیمانے ہیں) میں

برکت دے۔ اے مولا کریم! بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے عبد اور خلیل اور نبی ہیں اور میں یقیناً آپ کا عبد اور آپ کا نبی ہوں اور انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے آپ کے حضور میں دعا کی تھی اور میں مدینہ منورہ کے لئے آپ کے حضور میں دعا کرتا ہوں۔ اسی طرح کی دعا جس طرح کی دعا انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے کی تھی اور اس سے دو چند' راوی کہتا ہے کہ پھر آنحضور ﷺ سب سے کم عمر بچے جو موجود ہوتے طلب فرماتے اور انہیں اس پھل سے عطا فرماتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

بعض مفسرین و محدثین نے لکھا ہے کہ یہ حضور کائنات ﷺ کی دعا ہی کا نتیجہ ہے کہ مدینہ منورہ دہری نعمتوں سے مالا مال ہے۔ آج مدینہ منورہ یعنی شہر شاہ خوباں میں دنیا کی ہر نعمت وافر مقدار میں میسر ہے۔ ہزاروں لوگ مدینہ منورہ کے بازاروں میں کروڑوں روپے مالیت کا سودا سلف خریدتے نظر آتے ہیں۔ سونے کی کئی مارکیٹیں ہیں جہاں ہمہ وقت ہیرے و جواہرات کی خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔ یہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ یثرب (یعنی کانٹوں والی وادی) اب شہر گلستان بن گیا ہے۔ ہر طرف پھولوں' پھلوں اور قسما قسم کی نعمتوں سے سجی دکانیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ حسین و جمیل اور روح پرور نظارہ ناقابل بیان ہے۔

نوازشوں کی نہیں انتہا مدینے میں
سجی ہے محفل صلی علیٰ مدینے میں
ہزار در بھی اگر بند ہوں تو کیا غم ہے
در قبول رہے گا کھلا مدینے میں

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود و سخا' رحمت و عطا اور لطف و کرم کی بات نرالی ہے۔ محفل پاک میں موجود کم عمر بچوں کو بلا کر سب سے پہلے پھل عطا فرماتے۔ قربان جائیں ان معصوم بچوں کی خوش قسمتی پر کہ جنہیں محبوب کبریا وجہ تخلیق کائنات رحمت للعالمین ﷺ اپنے بابرکت ہاتھوں سے نوازیں۔ حدیث مبارکہ میں صحابہ کرامؓ کا انداز محبت بھی نظر آتا ہے کہ جونہی کوئی نیا پھل

اتر تا جب سے پہلے بارگاہ مصطفویؐ میں نذر کرتے ۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ نے تعظیم و توقیر رسولؐ کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو قیامت تک کے عشاق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نصاب عشق ہیں ۔ وہ قیامت تک اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین

حدیث نمبر ۱۹۵/۶

ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے معاذ بن عفراءؓ (جو ربیع کے چچا ہیں) نے ایک طباق دیا جس میں تازہ کھجوریں اور روئیں دار ککڑیاں تھیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کروں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ککڑی کو بہت پسند فرماتے تھے تو میں وہ لے کر خدمت بابرکت میں حاضر ہو گئی ۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ زیورات تھے جو کہ تحفہ کے طور پر بحرین سے آئے تھے ۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ بھر کر ان زیورات سے مجھے عطا فرمائے ۔

حدیث نمبر ۱۹۶/۷

ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک طباق لے کر حاضر ہوئی جس میں تازہ کھجوریں اور باریک روئیں والی ککڑیاں تھیں تو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مٹھی بھر کر سونا یا زیور عطا فرمایا ۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۶ ، ۷

سرکار کائنات رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم میں احسان کا بدلہ احسان میں دینے والوں کے سردار اولین و آخرین ہیں ۔ اگرچہ تحفہ کھجور اور ککڑی (کھیرا) کا تھا لیکن

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیورات سے اپنا ہاتھ مبارک بھر کر عطا فرمایا۔ خداوند کریم نے آپؐ کو جتنی شان اور عظمت و رفعت عطا فرمائی ہے آپؐ نے اسی شان کے مطابق اپنی سیرت طیبہ میں امت کے لئے نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ درس تعلیم فرمایا کہ ایک دوسرے کو تحائف بھیجو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحیمانہ وکریمانہ نوازشوں و عطاؤں میں ایسا نمونہ چھوڑا جو بے مثل و بے عدیل ہے۔ کیونکہ آپؐ کے رحیم وکریم اور رحمت للعالمین ہونے کی خداوند تعالیٰ کے بعد کوئی مثال نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان برکات وفیوض سے ہمارے دامن دل کو بھی بھر دے اور ہمارا رخ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیر دے۔

؎ آپؐ کے لطف وکرم کے زیرِ سایہ ہے زمیں
آپؐ کے جود وسخا پر ہے مدارِ آسماں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر31

باب ماجاء فی صفۃ شراب رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی پینے کی اشیاء کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱۹۷/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو پینے کی چیزوں میں جو سب سے زیادہ پسند تھی وہ ٹھنڈا اور میٹھا شربت تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پانی میں خرما یا کھجور بھگو کر شربت نوش فرماتے تھے یا شہد کا شربت جو کہ ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا نوش فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کیلئے "سقیا" سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی منگوایا جاتا۔ "سقیا" ایک چشمہ ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۳۶ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ نور ملتا ہے کہ سرکار کائنات مفخر موجودات ﷺ نے کچی لسی بھی نوش فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اپنے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہمراہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ انصاری اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اسے فرمایا اگر تمہارے پاس رات کا باسی پانی مشکیزہ میں ہو تو لاؤ۔ انصاری نے عرض کیا میرے پاس رات کا باسی پانی مشک میں ہے۔ وہ اپنے جھونپڑے میں گیا، پیالے میں پانی ڈالا، پھر اس میں بکری کا دودھ دوہا (یعنی کچی لسی بنائی) اور

اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوش جان فرمایا۔ انصار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ ایسے ہی کیا، تو اس صحابیؓ نے بھی نوش فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

(بخاری شریف)

حدیث نمبر ۱۹۸/۲

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں جنابہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے وہ ہمارے لئے ایک برتن میں دودھ لائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔ میں اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب اور خالد بن ولیدؓ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ (اے ابن عباسؓ) دودھ پینے کا تیرا حق ہے اگر تو چاہے تو اپنی باری خالد کو دے دے۔ تو میں نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ) میں ہرگز آپؐ کے پس خوردہ پر کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائیں تو اس شخص کو چاہیے کہ یوں کہے

اللھم بارک لنافیہ واطعمنا خیرا منہ

"اے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کھانے میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما۔"

اور جسکو اللہ تعالیٰ دودھ نصیب فرمائے اسے چاہیے کہ یوں کہے

"اللھم بارک لنافیہ وزدنا"

"اے اللہ تعالیٰ اس دودھ میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور اس سے زیادہ مرحمت فرما۔"

پھر راوی فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں ہے سوائے دودھ کے جو کھانے اور پینے کی کفایت کرسکے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پاک کا کیا خوب نظارہ ہے۔ آپؐ کے ایک طرف آپؐ کے چچازاد ابن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے تو دوسری طرف عالم اسلام کے ممتاز جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ نوش فرما چکنے کے بعد اتنا دودھ بچا کہ اسے صرف ایک آدمی پی سکتا تھا۔ آپؐ نے ابن عباسؓ سے فرمایا دودھ پینے کا حق آپ کا ہے اگر آپ چاہیں تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنی باری دے دیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا میں آپؐ کی بخشش و عطا اور نوش فرمایا ہوا دودھ کیسے تقسیم کروں۔ یہ میری خوش قسمتی اور اعلیٰ بختی ہے کہ مجھے یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہو رہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل آپؓ کی سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت اور کمال عشق کا آئینہ دار ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہمارے لئے یہ درس ہے کہ اگر محفل میں کوئی سید موجود ہو تو تقسیم کا آغاز اسی سے کرنا چاہیے اور اسی کو پہلے چیز دینی چاہیے اگرچہ اتنی کم کیوں نہ ہو کہ صرف ایک آدمی کا گزارا ہو سکے۔ سید کو ہر حال میں اور ہر لحاظ سے مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ یہی تعظیم محبت کا تقاضہ ہے۔ دین نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون ابراہیمؑ و اسماعیلؑ یعنی ابن عباسؓ کو پہلے نوازا۔

اسی طرح جب ایک دفعہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں مال غنیمت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ آپؐ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور مال غنیمت مانگا۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اٹھالو۔ جب آپؓ نے چادر بھرلی تو اٹھا نہیں سکتے تھے۔ بارگاہ مصطفویؐ میں عرض کیا۔ کسی کو حکم دیں یہ سامان میرے گھر تک پہنچوا دے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تاباں متغیر تھا فرمایا جتنا آپؓ اٹھا سکتے ہیں اٹھائیں اور خود لے جائیں۔ حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ روشنی ملی کہ ایسی بات کہنا خون ابراہیمؑ کی خاصیت نہیں۔ آپؐ نے خون اسماعیلؑ کی عظمت کا بھی خیال رکھا اور ان کی بات پر خفگی اور غصے کا اظہار بھی فرمایا۔

حضرت سہروردیؒ کا مقام صوفیائے کرام کی تاریخ میں مسلم اور ممتاز ہے۔ آپؒ نے ایک مرتبہ شیعہ سید کے پاؤں پر ہاتھ رکھا تو محفل میں موجود علمائے کرام نے عرض کیا یا شیخ! یہ تو شیعہ ہے اور بداعمال ہے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا میں نے اسے یا اس کے عمل کو دیکھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے جسم میں خون ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی وجہ سے میں نے ایسا کیا۔

کچھ لوگ راقم پر بہت اعتراض کرتے ہیں کہ آپ سادات کا بہت احترام کرتے ہیں۔ حالانکہ میرے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ خون ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ہیں۔ جب سے اہل سنت نے سادات کا احترام ترک کیا ہے سادات کا جھکاؤ اہل تشیع کی طرف ہو گیا ہے۔ امت کو یہ نقصان اس لئے برداشت کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ انہوں نے بزرگان دین کی حکمت عملی کو ترک کر دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"کوئی چیز ایسی نہیں ہے سوائے دودھ کے جو کھانے اور پینے کی کفایت کر سکے۔"

دودھ کی افادیت:۔ دودھ کی ترکیب میں قدرت نے تندرستی کی ضروریات کو نہایت خوبصورتی سے شامل کر دیا ہے۔ دودھ اگرچہ دیکھنے میں بسیط معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تین جواہر سے طبعی طور پر مرکب ہے یعنی پنیر (لحمیات)، گھی (چکنائی) اور پانی۔ پنیر جسم کو غذائیت مہیا کرتا ہے اور اسے بڑھاتا ہے مگر موٹاپے کی حد تک نہیں۔ یہ جسم کو ملائم بناتا ہے۔ اس کا سیال حصہ جسم کو اس کی اپنی ضروریات کے مطابق حدت مہیا کرتا ہے۔ اسکی قوت کا سرچشمہ اس کا توازن اعتدال ہے۔

دودھ مجموعی طور پر اعتدال سے بھی زیادہ سرد اور تر ہے۔ یہ عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ خشک بدن کو شاداب بناتا ہے۔ بہترین غذائیت مہیا کرتا ہے۔ وسواس، رنج و غم اور سوداوی بیماریوں کیلئے بہت زیادہ نفع بخش ہے۔ اگر اس میں شہد ملا کر پیا جائے تو اندرونی زخموں کو متعفن اخلاط سے بچاتا ہے۔ شکر کے ساتھ اس کو پینے سے رنگ نکھرتا ہے۔ تازہ دودھ جماع کے ضرر کی تلافی کرتا ہے۔ سینے اور پھیپھڑوں کیلئے موافق ہوتا ہے۔ سبل (آنکھ کی ایک بیماری جس میں آنکھ پر پردہ پڑ جاتا ہے) کے مریضوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ بہترین دودھ وہ ہوتا ہے جو تازہ حاصل کیا جائے۔ فوائد کے لحاظ سے اچھا دودھ بکری کا ہے، پھر گائے اور اونٹنی کا۔ بکری کا دودھ لطیف اور معتدل ہے اور امراض دق و سل میں مفید ہے جبکہ گائے کا دودھ اپنی افادیت کے لحاظ سے یکتا ہے۔ کیونکہ اس میں اکثر بیماریوں سے شفا ہے۔

غذا میں حلال اور حرام کا تصور اسلام نے دیا ہے ۔ اسلام نے حرام جانوروں کا دودھ بھی حرام قرار دیا ہے ۔دلچسپ بات یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کو نہیں مانتے اور اسکے حلال و حرام کے تصور کو اس جدید زمانہ میں جہالت کا نام دیتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کسی حرام جانور کا دودھ نہیں پیتا ۔ یعنی پوری دنیا میں کوئی بھی درندوں ، سورنیوں ، بلیوں وغیرہ کا دودھ نہیں پیتا ۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ اسلام کے فلسفہ حلال و حرام پر معترض ہونے کے باوجود اپنی عملی زندگی میں اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ۔

موجودہ دور میں میڈیکل سائنس نے بہت ترقی کرلی ہے ۔ آئے دن نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں اور انسانوں کو جسمانی حفاظت کے نئے نئے طریقے اور اصول بتلائے جا رہے ہیں ۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس بات کو شدومد کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ بچوں کے لئے ماں کا دودھ سب سے عمدہ اور بہترین غذا ہے ۔ ڈاکٹروں کی ہدایات میڈیا کے ذریعے لوگوں تک پہنچائی جا رہی ہیں کہ نومولود بچوں کو براہ راست ماں کا دودھ دیا جائے تاکہ طاقتور ، صحت مند اور کامل جسم پروان چڑھ سکے ۔ ہمارے ہاں مسلسل تین دن تک بچوں کو روائتی چیزیں (گھٹی) دینے کا رواج عام ہے اور شروع میں ماں کا دودھ پلانے سے منع کیا جاتا ہے ۔ جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے ۔ بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں ۔ بچے کی حفاظت ماں کے دودھ میں مضمر ہے ۔

بچہ جب ماں کا دودھ پی رہا ہوتا ہے تو ماں کی نگاہ بچے پر اور بچے کی نگاہ ماں پر ہوتی ہے ۔ یہ غیر مرئی نعمت نگاہ سے نگاہ میں منتقل ہوتی ہے ۔دونوں نگاہوں کے درمیان کوئی شے نظر نہیں آتی لیکن ان میں ایک لطیف رابطہ و تعلق ہوتا ہے ۔ گویا بچہ بیک وقت دو نعمتوں سے مالامال ہو رہا ہوتا ہے ۔ ایک مادی نعمت اور دوسری روحانی ۔ مادی نعمت دودھ کی صورت میں حاصل ہو رہی ہوتی ہے جبکہ روحانی نعمت کا فیض نگاہ سے نگاہ میں آ رہا ہوتا ہے ۔ اس لئے ماہرین طب اور ڈاکٹر صاحبان کا اصرار ہے کہ بچے کے لئے ماں کا دودھ ہر لحاظ سے ضروری اور فائدہ مند ہے ۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر32

باب ما جاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے پانی نوش فرمانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں دس احادیث ہیں)

پانی کی افادیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

"اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے زندگی دی" (الانبیاء ۳۰)

مدار حیات کا انحصار پانی پر ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پائی جانے والی چیز پانی ہے۔ زمین کے کل رقبے کا تین چوتھائی پانی پر مشتمل ہے۔ یہ عناصر اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس لئے کہ آسمان اسکے بخار سے پیدا کئے گئے اور زمین کی تخلیق اسکی جھاگ سے عمل میں آئی۔ پانی سرد تر ہے۔ حرارت کو ختم کرتا ہے۔ بدن کی رطوبات کا محافظ ہے اور جو رطوبت تحلیل ہو جاتی ہے اسکی تلافی کرتا ہے۔ غذا کو لطیف بناتا ہے اور اسے بدن کی رگوں تک پہنچاتا ہے۔ جسم میں پانی کی آمدورفت کے درمیان ایک باقاعدہ تناسب موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر اسہال، قے یا ہیضہ کی وجہ سے جسم سے پانی کی زیادہ مقدار نکل جائے تو (Dehydration) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ پیشاب کا اخراج کم یا بند ہو جاتا ہے جو موت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ایسی کیفیت میں سرکار کائناتؐ نے بار بار شہد پلا کر بیماری کے سبب اور پانی کی کمی کا بیک وقت علاج تجویز فرمایا ہے۔

امریکہ میں متعدد بیماریوں کا ایسا طریقہ علاج ایجاد کیا گیا ہے جو پانی سے کیا جاتا ہے۔ اسے (Hydrotherapy) کا نام دیا گیا ہے۔ اس طریقہ علاج میں مریض کو مختلف صورتوں میں پانی پلایا جاتا ہے اور نہلایا جاتا ہے۔ جرمنی میں بھی مختلف بیماریوں کے علاج میں غسل کے کچھ طریقے رائج ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخار کا بہترین علاج مریض پر پانی ڈالنا تعلیم فرمایا ہے۔ اپنی

علالت کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسم مبارک پر کئی مرتبہ پانی ڈلوایا۔ جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کے زخموں کا علاج انہیں بار بار پانی سے دھو کر کیا گیا۔ اس لئے کہ چوٹوں اور زخموں کو پانی سے اچھی طرح دھونے سے زخم خراب نہیں ہوتے۔ پانی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں جن عمدہ چیزوں کے مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ان میں سے ایک پانی بھی ہے ارشاد ہوا

"وہاں پر ایسے پانی کی نہریں ہونگی جو کبھی خراب نہ ہوگا" (محمد ۱۵)

پانی کو انسانی زندگی میں جتنی اہمیت حاصل ہے اسکے پیش نظر سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اتنا ہی اہم قرار دیا۔ احادیث مبارکہ کی دو کتب "کتاب المیادہ" اور "باب الطہارت" پانی کے مسائل کے بارے میں موجود ہیں جن میں پانی کے استعمال اور فوائد کے بارے میں مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

آب زمزم

آب زمزم تمام پانیوں کا سردار ہے۔ یہ باقی تمام پانیوں میں سب سے اعلیٰ اور قابل احترام ہے۔

آب زمزم لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ بیش بہا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ متبرک پانی ہے۔ آب زمزم کی فضیلت، عظمت اور کمال یہ ہے کہ آج تک کوئی مسلمان اسے پی کر بیمار نہیں ہوا۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے مفید ہے" (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اس کرہ ارض پر سب سے بہترین، مفید اور عمدہ پانی زمزم کا ہے۔" (ابن حبان۔ طبرانی)

حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ آپؓ چالیس دن کھائے پیئے بغیر کعبہ شریف میں رہے۔ صرف زمزم کے پانی پر گزارہ کرتے رہے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا

"یہ پانی کھانا بھی ہے اور پینا بھی اور سب سے بڑھ کر یہ طبیعت کو بحال کرتا ہے۔"

عالمی ادارہ صحت نے پینے کے پانی کا معیار قائم رکھنے کے لئے جس قدر آکسیجن کو تندرستی کی حد تک درست قرار دیا ہے زمزم میں آکسیجن کی مقدار اس سے آدھی ہے۔ اس لئے عالمی معیار کے

مطابق زمزم کا پانی پینے کیلئے محفوظ اور ہر طرح سے مفید ہے۔

آب زمزم کے فوائد بے شمار ہیں۔ اس پر مزید تحقیق جاری ہے اور اسکی افادیت کے نئے نئے گوشے دنیا پر آشکارا ہوں گے۔ آپؐ نے اسے شفا کہا ہے۔ یقیناً یہ شفا الناس ہے۔ ابن القیمؒ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے پیٹ میں پانی کے مریضوں کو آب زمزم پی کر تندرست ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

"حرم شریف کے ایک خادم کا بیان ہے کہ اس نے کینسر کے ایک مریض کو دیکھا جو جاں بلب تھا۔ لوگ اسے اٹھا کر مسجد میں لاتے تھے۔ وہ روزانہ زمزم کا پانی پیتا' اپنی رسولیوں پر ڈالتا اور دن بھر کے استعمال کے لئے مزید پانی ہمراہ لے جاتا۔ چند دن بعد اس شخص نے اپنے پیروں پر چل کر آنا شروع کر دیا۔ اور بھرپوری طرح تندرست ہو گیا۔"

(ماخوذ طب نبویؐ اور جدید سائنس جلد دوم' ڈاکٹر خالد غزنوی صفحہ ۱۵۰)

حدیث نمبر۱۹۹/۱

ابن عباسؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے زمزم کا پانی پیا (درآنحالیکہ) آنحضورؐ کھڑے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آب زمزم کو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے نسبت ہے۔ اس لئے تمام ملت ابراہیمیؑ رہتی دنیا تک اسے کھڑے ہو کر پئے گی۔ کھڑے ہو کر پینا عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے۔ جو لوگ حضور کائناتؐ کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے کھڑے نہیں ہوتے ان کے لئے لحہ فکریہ ہے کہ وہ تعظیم آب کے لئے تو کھڑے ہوتے ہیں لیکن رسولؐ کے لئے ایسا نہیں کرتے۔ تعظیم رسولؐ کے لئے کھڑے ہونا عقیدت و محبت کی علامت ہے۔ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے بارے میں ذرا سا بھی شک لانا بجا نہیں بلکہ جواز کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ یہی مسلمانوں کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ تعظیم و

تو تیر چاہے آب زمزم کے لئے ہو یا رسول کریمؐ کے لئے دونوں جائز ہیں۔

حدیث نمبر ۲/۲۰۰

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کھڑے بھی اور بیٹھے بھی پانی نوش فرماتے دیکھا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

انسانی حیات مختلف ادوار سے گزرتی ہے۔ کبھی انسان تندرست ہوتا ہے تو کبھی بیمار۔ بیماری کی حالت میں اسے لیٹ کر بھی پانی پینا پڑتا ہے اور بیٹھ کر بھی۔ اگر ٹانگوں میں تکلیف ہو اور بیٹھنا نقصان دہ اور تکلیف دہ ہو تو حضور کائناتؐ نے نمونہ پہلے سے فراہم کردیا ہے۔ وہ کھڑے ہو کر پانی پی سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام انسانیت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہوا

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

"بے شک تمہارے لئے حضورؐ کی زندگی کامل نمونہ ہے۔" (احزاب ۲۱)

یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ہر کیفیت و حالت کے لئے اپنا کامل و اکمل نمونہ دیا ہے۔ معلوم ہوا کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں حالتوں میں پانی پینا سنت رسول مقبولؐ ہے۔ مگر بیٹھ کر پینا افضل ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱/۳

ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آب زمزم پلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ پانی نوش فرمایا اس حال میں کہ آپؐ کھڑے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

اس حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات اسی باب کی پہلی حدیث میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۲۰۲/ ۴

نزال بن سبرۃ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امام الاولیاء امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پانی کا ایک کوزہ لایا گیا جبکہ آپؑ مسجد کوفہ کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ اس کوزہ سے ایک چلو پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئے' کلی کی' ناک میں پانی ڈالا' چہرہ تر کیا' دونوں کہنیوں سمیت بازو تر کئے اور سر کو تر کیا اور پھر کچھ پانی پیا اس حال میں کہ کھڑے تھے پھر فرمایا کہ یہ وضو اس شخص کا ہے جس کے وضو میں حدث (بے وضو نہ ہوا ہو) واقع نہ ہوا ہو' اسی طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۴

صوفیائے کرام اور نیک و متقی لوگوں کی یہ عادت ثانیہ بن جاتی ہے کہ وہ وضو پہ وضو کرتے ہیں یعنی وہ پہلے سے باوضو ہوتے ہیں لیکن اس پر دوبارہ وضو کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بہت اعلیٰ و افضل ہے مگر بعض اوقات وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے تکبیر اولیٰ یا نماز سے رہ جاتے ہیں۔ امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے عمل پاک سے سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک پہنچائی اور وضو کرنے کا طریقہ سکھلایا۔ اگر کسی کو پہلے سے وضو ہو تو وہ سنت رسولؐ پر عمل کر کے نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔

شہر کوفہ فقہ کا مرکز تھا۔ اس لئے آپؓ نے علماء و فقہا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے وضو کرتے دیکھو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۲۰۳/ ۵

انس بن مالکؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ طریقہ زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب

کرنے والا ہے۔

حدیث نمبر ۶/۲۰۴

ابن عباسؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت پانی پیتے تھے تو دو سانس لیتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵'۶

پانی پینے کے دوران تین سانس لینا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر انسان پیاسا ہو تو ٹھنڈے پانی کو آہستہ آہستہ معدے تک پہنچائے۔ اس طرح نہ صرف اس کی پیاس ختم ہو گی بلکہ اسے تسکین بھی حاصل ہو گی۔ اور اگر وہ سارا پانی ایک ساتھ پئے گا تو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ معدے میں اگر حدت ہو تو نقصان ہو سکتا ہے۔ نظام انہضام کی حفاظت سنت نبویؐ پر عمل کرنے میں پوشیدہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۵/۷

کبشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہوئے' آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر لٹکے ہوئے مشکیزہ پر منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا' پس میں اٹھی اور مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا

تاثرلت وواردات حدیث نمبر ۷

حدیث مبارکہ سے صحابیہؓ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر واضح ہے۔ یقیناً مشکیزہ کے منہ کو کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کرنے سے صحابیہؓ کا مقصد یہی ہو گا کہ اس حصے کو سرتاج عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک لگے ہیں۔ اور جہاں آپؐ کے لب مبارک لگ جائیں اس کی قدر و منزلت صرف عاشق ہی جان سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عاشقان مصطفیؐ کے قدموں کی خاک نصیب

فرمائے۔ (آمین)

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
وگرنہ مرد مسلماں ہے کافر و زندیق

حدیث نمبر۲۰۶/۸

ثمامہ بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے اور جناب انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے۔

حدیث نمبر۲۰۷/۹

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیمؓ کے گھر تشریف فرما ہوئے اور وہاں مشکیزہ لٹک رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کی حالت میں اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا پھر ام سلیمؓ اٹھیں اور مشکیزہ پر جا کر اس کے سر کو کاٹ لیا۔

حدیث نمبر۲۰۸/۱۰

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے کھڑے بھی پانی نوش فرما لیتے تھے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۸'۹'۱۰

احادیث مبارکہ کے تاثرات و واردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر33

باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے عطر لگانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر۲۰۹/۱

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس خوشبو تھی جس سے آپؐ خوشبو لگاتے تھے۔

حدیث نمبر۲۱۰/۲

ثمامہ بن عبداللہؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالکؓ خوشبو کے ہدیہ کو واپس نہیں کرتے تھے اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱'۲

خوشبو روح' دل و دماغ اور تمام باطنی اعضاء کو نفع پہنچاتی ہے۔ اس سے قلب کو فرحت و راحت میسر آتی ہے۔ نفس خوش ہوتا ہے اور روح میں بالیدگی آتی ہے۔ خوشبو کی خاصیت یہ ہے کہ فرشتے اسے پسند کرتے ہیں اور شیاطین ناپسند۔ کیونکہ شیاطین کو سب سے زیادہ محبوب بدبو ہے۔ پاکیزہ روحیں عمدہ خوشبو محبوب رکھتی ہیں۔

احادیث مبارکہ سے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ روشنی ملی کہ خوشبو لگانا آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی سنت پاک ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو اسے قبول کرنا بھی سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔

حدیث نمبر۲۱۱/۳

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں واپس نہیں کرنی چاہیں تکیہ، تیل خوشبو اور دودھ ۔

حدیث نمبر۲۱۲/۴

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔ اور زنانہ خوشبو وہ ہے کہ اسکی خوشبو ظاہر نہ ہو اور رنگ ظاہر ہو۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳، ۴

حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو لگانے کے متعلق جو تعلیمات مرحمت فرمائی ہیں ان میں عورت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر خوشبو میں رنگ ہو تو استعمال کر سکتی ہے لیکن پھیلنے والی نہ ہو۔ عورت کے لئے وہ خوشبو تجویز فرمائی جو مستور ہو یعنی پردے والی ہو ۔ صرف خاوند اور اہل خانہ تک محدود ہو آگے نہ جائے کیونکہ عورت آزمائش ہے ۔ جبکہ مرد کے متعلق ارشاد فرمایا کہ پھیلنے والی خوشبو لگائے ۔

موجودہ پرفتن دور میں مسلمانوں نے نہ صرف حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کو چھوڑا ہے بلکہ فرائض کو بھی بھول گئے ہیں ۔ عورتوں کی فرمائش پر مرد حضرات جتنا خرچ خوشبوئیں لانے پر کرتے ہیں اس سے ہر کوئی بخوبی واقف ہے ۔ آجکل عورتیں گھروں میں تو خوشبو لگاتی ہی ہیں لیکن زیادہ اہتمام وہ گلیوں، بازاروں اور دعوتوں وغیرہ میں جاتے وقت کرتی ہیں ۔ حالانکہ ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ مستور خوشبو لگائیں ۔ اب تو آوے کا آوا ہی بگڑ چکا ہے ۔ بے پردہ پھرنا

انہوں نے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ مرد و زن اب ایک جیسی خوشبو لگاتے ہیں۔ والدین اور خاوندوں کی کمائی کو ایسے اڑایا جا رہا ہے جس طرح خوشبو ہوا میں اڑتی ہے۔ انسان کی یہ عیاشی و خر مستی باعث حیرت ہے۔ آج لاکھوں کروڑوں انسان بھوک اور بیماری کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں۔ لیکن یہ اپنی مستی میں مست ہیں۔ نبی کریمؐ نے ہمیں کامل درس دیا مگر امت کا یہ حال ہے اور پھر یہ شکوہ بھی ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین متین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۱۳/۵

ابی عثمان النہدیؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کو ریحان دی جائے تو اس کو واپس نہ کیا کرو کیونکہ وہ بہشت سے نکلی ہے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۵

ریحان کا ذکر بارہا قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہ بہشتی پودا ہے۔ اس کے متعلق مختلف احادیث میں بھی ذکر ہے۔ ابن القیمؒ کے مطابق ہر اس چیز کو جو خوشبودار اور لطیف ہو، ریحان کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر علاقے کے لوگوں کی دانست میں ریحان مختلف ہے۔ مثلاً" عرب میں تلسی کو ریحان مانتے ہیں۔ عراق اور شام میں حبق ریحان ہے۔ اور ایرانی کافوری کو ریحان کہتے ہیں۔ طب جدید اور طب قدیم میں ریحان کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ اس کے بے شمار فوائد بیان کئے جاتے ہیں۔ ہم یہاں چند ایک کا تذکرہ کریں گے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ میں کتنے جسمانی و روحانی فیوض و برکات پنہاں ہیں۔

ریحان کی تمام اقسام کے اثرات کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے پسینہ آتا ہے اور پرانا بخار ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی جڑوں کا جوشاندہ محرک باہ، مقوی، پیشاب آور اور دافع تعفن ہے۔ اس کے پودے کا رس پیٹ کے کیڑے مارنے اور سانپ کا زہر زائل کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ریحان کی تمام اقسام مقوی قلب ہیں۔ دافع تعفن، ملطف اور منفث حیض اثرات رکھتی ہیں۔ اس لئے ضعف

قلب ' خفقان ' نزلہ ' زکام ' پرانی کھانسی ' اسہال اور ملیریا بخار میں اس کا استعمال نہایت فائدہ مند ہے۔

لمبے پتوں والی تلسی کے خشک پتوں کو چائے کی طرح ابال کر استعمال کرنے سے گردہ ' مثانہ اور پیشاب کی نالی کی سوزش ٹھیک ہو جاتی ہے۔ تلسی کے پتوں کا رس نکال کر اس میں شہد ملا کر نہار منہ پینے سے چہرے کی رنگت نکھر آتی ہے۔ یہی رس کان درد کے لئے اکسیر ہے۔ چند قطرے ڈالنے سے درد فورا" جاتا رہتا ہے۔ ریحان کا تخم سینے اور پھیپھڑوں میں آنے والے خون کو نکالنے میں نافع ہے۔ معدہ کی صفائی کرتا ہے۔ ریحان فارسی یعنی پودینہ تمام سوداوی بیماریوں میں نفع بخش ہے۔ اس کو سونگھنے سے گرم سردرد جاتا رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت مبارکہ اور پسند کے فیوض و برکات اور فوائد شمار سے باہر ہیں۔ آپؐ نے خوشبو کو پسند فرمایا ہے اس کے جسمانی و روحانی فوائد لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر ۶/۲۱۴

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو جریر چادر اتار کر تہہ بند میں چلا ' بعد میں اسے فرمایا کہ اپنی چادر لے لے۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کوئی جوان نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے جنکی خوبصورتی کے متعلق ہمیں اطلاع پہنچی ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۶

حدیث مبارکہ کی باب ھٰذا سے ظاہری مناسبت نہیں مگر بعض شارحین نے وجہ مناسبت یہ لکھی ہے کہ خوبصورت آدمی کو خوشبو والا ہونا ضروری ہے اگرچہ وہ خوشبو کسی پر ظاہر نہ ہو۔

حسن و خوشبو انسان کو بری خواہشات کی طرف مائل کرنے میں مد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حدوداللہ کو قائم کرنے والے ہیں۔ اسے چادر پہنوانے میں یہ راز تھا کہ وہ بہت حسین و جمیل تھا۔ آپؓ نے چادر پہنوا کر تقویٰ کے معیار کی حد رکھ دی کہ جس طرح خوشبو بری خواہشات میں تحریک لا سکتی ہے اسی طرح حسن بھی ایسی ہی کشش رکھتا ہے۔ یہ تقویٰ کی انتہا اور پاکیزگی کی علامت ہے۔ حدیث مبارکہ کو خوشبو لگانے کے باب میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کیونکہ اس میں یہ باریک حکمت تھی جو راقم نے بیان کر دی ہے۔ جہاں تک حسن و جمال اور خوبصورتی کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثل حسن و جمال کا سواں حصہ بھی نہیں تھا۔ اس لئے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسن یوسفؑ کا ذکر کیا۔

حسن یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 34

باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ

یہ باب رسول کریمؐ کے گفتگو فرمانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں تین احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۱۵/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گفتگو لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب گفتگو فرماتے صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر۔ جو بھی آپ ﷺ کے حضور میں بیٹھا ہوتا اس گفتگو کو یاد کر لیتا۔

حدیث نمبر ۲۱۶/۲

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے کلام کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

حدیث نمبر ۲۱۷/۳

امام حسن بن علیؑ المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے جو کہ اکثر حضور ﷺ کے اوصاف کریمانہ بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان کریں انہوں نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ اکثر محزون و غمگین رہتے، ہمیشہ متفکر رہتے۔ آپؐ کو

آرام نہیں ملا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر خاموش رہتے۔ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے' ابتدائے کلام سے انتہائے کلام تک پورے منہ مبارک کو استعمال کرتے تھے۔ گفتگو فرماتے وقت جامع کلمات استعمال فرماتے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو انتہائی صاف اور واضح ہوتی' ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی ادائیگی مقصود میں کوئی کمی ہوتی تھی۔ نہ آپؐ جفا کرنے والے تھے اور نہ ہی آنجناب ﷺ حقیر و ضعیف تھے۔ آپؐ نعمت کو بڑی عظمت بخشتے تھے اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اس نعمت میں سے کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی چیزوں کی نہ مذمت کرتے اور نہ ہی زیادہ تعریف کرتے' نہ آپؐ کو کسی دنیاوی امر کی وجہ سے غصہ آتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دنیاوی امور میں غصہ آتا۔ ہاں جب کوئی شخص حق سے تجاوز کر جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ (اس کمزور اور بے بس) کی اعانت میں حمایت فرماتے۔ انہوں نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی ذات مبارک کے لئے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا انتقام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے دست مبارک سے اشارہ فرماتے' جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہتھیلی کو پلٹ دیتے۔ جب آپؐ گفتگو فرماتے تو پیوستہ (ہتھیلی) کو (حرکت دیتے) اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے' جب غصہ فرماتے تو انتہائی طور پر اعراض فرما لیتے اور جس وقت خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے۔ آپؐ کا کمال درجے کا ہنسنا صرف تبسم تھا' اس سے آپؐ کے دندان مبارک سفید اور چمک دار اولے کی مانند دکھائی دیتے تھے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۱'۲'۳

گفتگو کسی انسان کی ذہانت' قابلیت اور جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہوتی ہے کیونکہ گفتگو سے ہی کسی کی علمی قابلیت اور ذہنی سطح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ گفتگو سے متعلق رحمت کون و مکاں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ ہے کہ بات آہستہ آہستہ ، ٹھہر ٹھہر کر اور شائستگی سے کی جائے ۔ اگر ایک بات کو تین مرتبہ دہرانا بھی پڑے تو پس و پیش نہیں کرنا چاہیے بلکہ سنت مبارکہ کی پیروی اور سعادت سمجھ کر اسے پورا کرنا چاہیے ۔ کسی کے ساتھ پیار و محبت اور آہستگی سے بولنا بھی نیکی ہے ۔ جبکہ سختی سے گفتگو کرنا نہ صرف نفرت کا باعث ہے بلکہ خلاف سنت بھی ہے ۔ اس سے نفاق جنم لیتا ہے اور کدورتیں بڑھتی ہیں ۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا ردعمل پیار ، محبت اور باہمی اتفاق و اتحاد کی شکل میں سامنے آتا ہے ۔ اس لئے آہستہ آہستہ ، ٹھہر ٹھہر کر ، سمجھ کر اور موضوع کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے ۔ یہی انداز گفتگو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمایا ہے ۔

حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تکلم حد درجہ حسین اور دل کش و دل آویز تھا ۔ صوت مبارک انتہائی پیاری تھی اور اس کی شیرینی اپنی مثال آپ تھی ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک کا معجزہ تھا کہ آپؐ کی آواز دور دور تک بالکل واضح اور بلا تکلف پہنچ جاتی تھی ۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ

"مجھے جوامع الکلم کا مخصوص مقام عطا کیا گیا"

جوامع الکلم وہ کلمات ہیں جن کے حروف تھوڑے ہوں اور معنی نہایت وسیع اور کثیر ہوں ۔

جوامع الکلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کا یہ اعجاز ہے کہ آپؐ کے ایک مرتبہ گفتگو فرمانے میں ہزار ہا فیوض و برکات پوشیدہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز گفتگو کی سنت مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر35

باب ما جاء فی ضحک رسول اللہ ﷺ

یہ باب رسول کریمؐ کے ہنسنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

حدیث نمبر۲۱۸/۱

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلیاں ذرا پتلی تھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے مگر مسکراتے تھے۔ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو میں یہی سمجھتا تھا کہ آپؐ نے دونوں آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپؐ نے سرمہ نہیں لگایا ہوا ہوتا تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

کسی مسلمان بھائی کو محبت سے دیکھنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ اسلام دین الفت اور پیام محبت ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں۔ جبر کی ضد محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں انداز محبت اور حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر۲۱۹/۲

عبداللہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

معلوم ہوا کہ صحابیؓ جب بھی بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بازیاب ہوتا حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکراتے پاتا۔ صحابیؓ نے محبوب خدا ﷺ سے بڑھ کر مسکرانے والا کوئی نہ دیکھا۔ یعنی آپ ﷺ کی رحمت بے پایاں ہمہ وقت چھم چھم کر برستی تھی اور صحابہ کرامؓ اس سے اپنے دامن دل کو لبریز کرتے رہتے۔ کیونکہ صحابہؓ کے لئے حضور کائنات ﷺ کی دلفریب مسکراہٹ دو جہانوں سے بڑھ کر تھی۔

حدیث نمبر۲۲۰/۳

عبداللہ بن الحارثؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا نہیں ہوتا تھا مگر تبسم سے۔

حدیث نمبر۲۲۱/۴

ابو ذرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو میں بخوبی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے گناہ اسکے سامنے رکھ دو اور اس کے بڑے گناہ اس سے مخفی رکھو۔ پھر کہا جائے گا کہ فلاں دن تو نے یہ کیا تھا فلاں دن یہ کیا تھا۔ وہ اقرار کرے گا انکار نہ کر سکے گا اور اپنے ان بڑے گناہوں سے خوفزدہ ہو گا پس کہا جائے گا کہ اسے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جائے۔ وہ بول اٹھے گا کہ میرے تو اور بھی بہت گناہ ہیں جو میں نے یہاں نہیں دیکھے۔ جناب ابوذرؓ نے فرمایا کہ پس قسم ہے کہ میں

نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ہنسے۔ یہاں تک کہ اگلے دانت مبارک نظر آئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

حدیث مبارکہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قیامت تک کے حالات کا علم عطا فرما دیا ہے۔ آپؐ ہر ایک کے بارے میں جانتے ہیں۔ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بخشش و عطا کا ذکر پاک بھی ہے۔ کیونکہ اس کی بخشش اور فضل کے سوا انسان کسی میزان کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائے۔

بارگاہ ایزدی میں ایک سیاہ کار و گناہگار اور عاصی اپنے گناہوں کی آلودگیوں میں لت پت پیش ہو گا جو اپنے گھمبیر گناہوں کو دیکھ کر لرزاں ہو گا اور بدترین انجام کا منتظر ہو گا۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور لطف و کرم اور عطا کے بحر بیکراں کو دیکھ کر وہ اپنے جذبات و کیفیات پر قابو نہ پا سکے گا اور حیرت کے سمندر میں غرق نظر آئے گا۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اسی حالت و کیفیت کو بیان فرما کر تبسم فرما رہے تھے کہ انسان کرے گا کچھ اور پائے گا کچھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

"میری رحمت نے ہر چیز کو محیط کر رکھا ہے۔" (اعراف ۱۵۶)

اللہ تعالیٰ کی اسی رحمت کے نظارے اور اپنے امتی کی کیفیت کو دیکھ کر سرکار ابد قرار ﷺ کو ہنسی آئی اور آپؐ کے دندان مبارک نظر آئے۔ صحابیؓ عاشق رسولؐ تھا اس کے لئے دندان مبارک کا نظارہ راحت و چین اور دل کا قرار تھا۔ وہ اس نظارے میں محو تھا۔ صحابیؓ کے دل میں ذرا برابر بھی شک نہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اور اسکے بندے کے درمیان جو گفتگو ہو گی اسے بیان فرما رہے ہیں۔ صحابیؓ نے یہ سوال نہ کیا کہ کیا آپؐ قیامت کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ آپؐ میرے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں۔

صحابیؓ کی سوچ اور ہماری سوچ میں بڑا فرق ہے۔ صحابہ کرامؓ کے نزدیک حضور کائنات صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات ایمان ویقین کا درجہ رکھتی تھی۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر بحث کرتے نہیں تھکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور صحابہ کرامؓ جیسی سوچ مرحمت فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۵/۲۲۲

جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں منع فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر ہنستے ہوئے۔

حدیث نمبر ۶/۲۲۳

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر تبسم فرماتے ہوئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵، ۶

صحابیؓ کی بے پناہ خوش قسمتی کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی نظر کرم فرماتے تبسم کے انمول موتیوں سے نوازتے۔ یہ خوش بختی صحابیؓ کا ہی حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے دلنشیں نظارے دکھائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۷/۲۲۴

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً میں بخوبی جانتا ہوں کہ سب سے آخر میں کون شخص جہنم سے نکالا جائے گا۔ جہنم سے ایک ایسے شخص کو گھٹنوں کے بل نکالا جائے گا اور کہا جائے گا چل جا جنت میں داخل ہو جا۔ پھر اسے جنت میں داخل کرنے کے لئے لے جایا جائے گا پس وہ دیکھے

گا کہ بہشت کی تمام منزلوں پر لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے اور وہ وہاں آرام کر رہے ہیں پھر وہ واپس لوٹے گا اور عرض کرے گا کہ اے میرے رب تعالیٰ لوگوں نے تو بہشت کی تمام جگھوں پر سکونت اختیار کر لی ہے تو اسے کہا جائے گا کہ کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ تو دنیا میں تھا وہ عرض کرے گا کہ ہاں پھر اسے کہا جائے گا تو اپنی تمنا یعنی خواہش بیان کر پس وہ اپنی خواہش بیان کرے گا تو اسے کہا جائے گا کہ تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے تمنا کی اور دنیا سے دس گنا وہ کہے گا اے بادشاہوں کے بادشاہ کیا آپ میرے ساتھ دل لگی کرتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کی یہ بات بیان فرما رہے تھے تو آپؐ ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۷

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ بلکہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں تک علم ہے کہ جہنم سے جو آخری شخص نکالا جائے گا اس کی کیا حالت و کیفیت ہو گی۔ پھر اس کی رب تعالیٰ سے جو گفتگو ہو گی وہ بھی آپؐ جانتے ہیں۔ حدیث مبارکہ سے یہ درس عظیم ملا کہ ہمیں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک پر بحث و تکرار نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم اپنے رب نے عطا کئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عطا کو نہیں مانتا اسے اپنی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین متین کی سمجھ اور صحیح عقیدہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۲۵/۸

علی بن ربیعہؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سواری کا جانور آپؓ کے لئے لایا گیا تا کہ آپؓ اس پر سوار ہوں جب پاؤں رکاب میں رکھا تو پڑھا بسم اللہ۔ پھر جب پیٹھ پر آرام سے بیٹھ گئے تو فرمایا الحمد للہ اس کے بعد پڑھا

سبحن الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا المنقلبون

پھر تین بار الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر فرمایا اور یہ دعا پڑھی

سبحنک انی ظلمت نفسی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

یہ دعا پڑھنے کے بعد امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہنسے۔ میں نے کہا یا امیر المومنین آپؓ کس وجہ سے ہنسے۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا جیسا کہ میں نے کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کس وجہ سے ہنسے آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تیرا پروردگار اپنے بندے سے ضرور اس وقت تک خوش ہوتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے

رب اغفر لی ذنوبی یعلم انہ لا یغفر الذنوب احد غیری

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸

حدیث مبارکہ سے یہ نور ہدایت ملا کہ انسان کو ہر وقت اپنے پروردگار کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرتے رہنا چاہیے۔ حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہی درس تعلیم فرمایا ہے۔ توبہ سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ سارے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، استغفار اور توبہ کرنے کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے توبہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۲۶/۹

عامر بن سعدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خندق کی لڑائی کے دن دیکھا کہ آپؐ ہنسے یہاں تک کہ سامنے کے دانت مبارک نظر آ گئے۔ عامر بن سعدؓ نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ حضورؐ کس بات پر ہنسے تھے انہوں نے فرمایا کہ ایک کافر کے پاس ڈھال تھی اور سعدؓ اگرچہ بڑے تیر انداز تھے مگر وہ کافر اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر

کے اپنے چہرے کو بچا رہا تھا۔ پس سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا۔ جونہی اس کافر نے سر اٹھایا تو حضرت سعدؓ نے تیر مارا پس وہ تیر خطا نہ گیا یعنی اس کی پیشانی صحیح نشانہ بن گئی اور وہ کافر پلٹ کر گرا اور اس کی ٹانگ اوپر اٹھ گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ دانت مبارک نظر آ گئے۔ عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کس وجہ سے ہنسے۔ سعدؓ نے فرمایا اس کے اس کام سے جو انہوں نے اس کافر سے کیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

کافر اپنی جان بچانے کے لئے پوری جنگی مہارت کو بروئے کار لا رہا تھا لیکن سعد بن ابی وقاصؓ تیر اندازی اور نشانہ بازی میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ جونہی کافر نے اپنے چہرے سے ڈھال ہٹائی آپؓ نے نشانہ باندھ کر تیر چھوڑا جو کافر کی پیشانی پر لگا جس سے وہ پیچھے کی طرف گرا اور اسکی ٹانگ ہوا میں اٹھ گئی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔ دین کی جنگ کسی ذاتی انا یا دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ اور کلمہ حق کی ترویج کے لئے ہوتی ہے اور اگر اس میں دشمن کیفرِ کردار کو پہنچ جائے تو خوش ہونا سنت رسول مقبول ﷺ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر36

باب ماجاء فی صفة مزاح رسول اللہ ﷺ

یہ باب رسول کریمؐ کے دل لگی کرنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۲۷/۱

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا "اے دو کانوں والا" جناب ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں محمود نے کہا کہ ابو اسامہ نے فرمایا یعنی یہ مزاحاً" اسے فرمایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

مزاح میں یہ احتیاط بہت ضروری ہے کہ دوسروں کی تذلیل و تحقیر نہ ہو بلکہ سننے والے محظوظ ہوں۔ مزاح میں ہمیشگی بھی نہ ہو بلکہ کبھی کبھار کیا جائے۔ "دو کانوں والا" فرمانا حقیقت تھی کہ واقعی اس کے دو کان تھے۔ صرف ایک بار ارشاد فرمایا۔ ہو سکتا ہے اسکے کان بڑے ہوں۔ مزاح ایسا ہونا چاہیے جس سے نفرت پیدا نہ ہو اور نہ ہی کسی کی دل شکنی یا دل آزاری ہو۔ سرکار کائناتؐ عیب سے پاک مزاح فرماتے تھے۔ ایسا مزاح کہ جسے سن کر دوسرا خوش ہوتا اور فرحت و انبساط محسوس کرتا۔

حدیث نمبر ۲۲۸/۲

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے اتنے مل جل گئے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی (جو کہ ابھی بچہ ہی تھا) کو فرماتے اے

عمیر کے باپ! تمہارا نغیر کیسا ہے؟

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت اور شان جلوہ فگن ہے۔ کہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اور کہاں معصوم بچوں سے مزاح فرمانا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت بے پایاں اور بیکراں لطف وکرم ہے کہ آپؐ اس سے مزاح فرما رہے ہیں اور دل لگی کی خیرات تقسیم فرما رہے ہیں۔ یہ تاجدار رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع اور بلند و بالا مقام کی بے مثل دلیل ہے۔ نغیر ایک طوطا تھا اور آپؐ اس سے طوطے کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں۔ چونکہ بچوں کو پرندوں سے پیار ہوتا ہے اس لئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے طوطے کے متعلق مزاح فرمایا۔

حدیث نمبر۲۲۹/۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے مذاق فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میں نہیں کہتا مگر سچی بات۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روشنی ہم تک پہنچی کہ مزاح میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ جھوٹ کو ہم نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ اس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ حالانکہ تمام برائیوں کی جڑ جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ سے بچائے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) تاکہ ہم مزاحاً" بھی جھوٹ نہ کہیں۔

حدیث نمبر۲۳۰/۴

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سواری کیلئے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں تجھ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کرونگا۔ سائل نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی اونٹ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اونٹنی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

جو جتنا ذہین و متین ہوتا ہے اتنا ہی اچھا، پرلطف، برجستہ اور برمحل مزاح کرتا ہے۔ مزاح اسکی ذہانت اور فصاحت و بلاغت کی غمازی کرتا ہے۔ جبکہ آپؐ کا مقام اللہ تعالیٰ کے بعد ہے یعنی "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" آپؐ نے بھی صحابہؓ کے ساتھ ایسا مزاح فرمایا جو نہ صرف حقیقت پر مبنی تھا بلکہ اس سے محفل بھی زعفران ہو گئی۔

حدیث نمبر۲۳۱/۵

انس بن مالکؓ سے روایت ہے یہ کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا تھا جس کا نام زاہر تھا۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو جنگل کا کوئی ہدیہ وغیرہ آپؐ کی خدمت میں پیش کرتا اور جب وہ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہری تحفے تیار کر کے اسے عطا فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اسکے شہر ہیں۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بہت محبت تھی۔ اور زاہر زشت رو (بدشکل) تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے جبکہ وہ سامان فروخت کر رہا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس کے پیچھے سے آکر اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا اس طریقے سے کہ وہ مڑ کر آپؐ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پس زاہر نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کر کے حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے ملنے لگا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمانا شروع کیا اس غلام کو کون خرید تا ہے؟ تو زاہر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم! آپؐ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مگر تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو یا فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۵

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

سنت رسول ﷺ یہ ہے کہ جب کوئی کسی سے ملنے جائے تو اپنے ساتھ تحفہ لے کر جائے۔ لیکن اس کی غرض وغایت صرف تعلق داری، دوستی اور محبت ہو نہ کہ کوئی دنیوی مقصد۔ جس طرح آج کل رشوت کو تحفے کا لبادہ اوڑھا کر طرح طرح کے مفادات اور مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ایک غریب، حسن سے ماند اور سیاہ رنگت والے صحابیؓ کا ذکر ہے۔ وہ دور کسی جنگل میں رہتا تھا۔ جنگل کا سامان بیچنے کی غرض سے جب وہ مدینہ منورہ آتا تو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہلے حاضری دیتا اور جنگل کا کوئی پھل بطور تحفہ پیش کرتا۔ صحابیؓ چونکہ اکل حلال کمانے کے لئے سخت محنت کرتا اسلئے تاجدار دو جہاں ﷺ کو بہت محبوب تھا۔ اس کے دل میں بھی سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت تھی۔ اگر دل میں حضور کائنات ﷺ کی محبت ہو اور کسب حلال کمانے کی سچی تڑپ بھی ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف وکرم اور عطا ہے یعنی "نورا علی نور" ہے۔ حضور پر نور ﷺ تحفہ نہ صرف قبول فرماتے بلکہ بازار سے کوئی تحفہ خرید کر اسے عطا فرماتے تھے۔ عمل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن سلوک کا یہ درس ملا کہ تحفے کا جواب بھی دینا چاہیے۔ چاہے تحفہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ زر

کا معاملہ نہیں بلکہ پیار و محبت کا رشتہ ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے
"ایک دوسرے کو تحفہ دو اس سے محبت بڑھے گی اور کینہ جاتا رہے گا"

صحابیؓ نہ تو امیر و کبیر تھا اور نہ ہی حسین و جمیل۔ لیکن سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس خود چل کر تشریف لے گئے اور اس خوش قسمت صحابیؓ کو اپنے مبارک ہاتھوں میں ایسے جکڑ لیا کہ وہ ادھر ادھر نہیں ہل سکتا تھا۔ قربان جائیں آقاؐ کے لطف و کرم، پیار و محبت اور فیض و عطا کے اس انداز دل نشیں پر۔ آپؐ کے آفتاب سے بھی روشن اسوہ حسنہ کو صفحہ قرطاس پر کس طرح لایا جا سکتا ہے۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پہچان گیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے بازوؤں میں لیا ہوا ہے تو اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگا اور اپنے جسم کو "الم نشرح" کے سینہ اقدس سے ملنے لگا۔ وہ کہتا رہا کہ میں غریب و بدشکل ہوں، کسی کام کا نہیں، کھوٹا ہوں مگر آپؐ نے اسے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری قدر و قیمت ہے۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار طیبہ و بطحا! تمہی تو ہو

فضل رب العلی اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیؐ اور کیا چاہیے

دامن مصطفیؐ جس کے ہاتھوں میں ہو
اس کو روز جزا اور کیا چاہیے!

ہر کہ عشق مصطفیؐ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

حدیث نمبر ۶/۲۳۲

حسن بصریؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا اے فلاں شخص کی والدہ اللہ تعالیٰ کسی بڑھیا کو بہشت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ خواجہ حسن

بصریؒ فرماتے ہیں کہ وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی گئی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اس بڑھیا کو خبر دے دو کہ بڑھیا بہشت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اس طور پر کہ وہ کنواری ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ جل شانہ جن خوش نصیبوں کو جنت عطا فرمائے گا وہ جوان ہو کر جنت میں جائیں گے۔ بڑھیا کی خوش قسمتی کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زمین پر ہی اسے جنت کی بشارت عطا فرما دی۔ یعنی اس نے جو کچھ مانگا عطا فرما دیا اور ساتھ ہی حقیقت پر مبنی لطیف سا مزاح بھی فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر37

باب ماجاء فی صفة کلام رسول اللہ ﷺ فی الشعر

یہ باب رسول کریمؐ کے ان ارشادات کے متعلق ہے جو اشعار کے بارے میں ہیں

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۳۳/۱

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شعر کو پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ کبھی عبداللہ بن رواحہ کے شعر پڑھتے اور کبھی یہ مصرع پڑھتے

ویاتیک بالاخبار من لم تزود

"اور تیرے پاس وہ شخص قسما قسم کی خبریں پہنچاتا ہے جو تجھ سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔"

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شعر پسند فرمایا اس کا لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ شاعر اپنے ذہن پر بوجھ ڈال کر تجھے عجیب عجیب باتیں سناتا ہے۔ وہ عرق ریزی اور محنت شاقہ کرتا ہے مگر کوئی اجرت نہیں لیتا۔ یہی سید الجواد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارک تھی۔ اس لئے ایسا شعر پسند فرمایا جو طبیعت مبارک کے عین مطابق تھا۔ رب تعالیٰ جل شانہ نے بھی اپنے محبوب ﷺ کی یہی صفت بیان فرمائی ہے ارشاد ہوا

"آپؐ فرما دیں میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔" (شوریٰ، ۲۳)

تمام انبیائے کرامؑ کی یہ صفت ہے کہ انہوں نے دین پہنچانے کا کوئی اجر نہیں لیا۔ خوش

قسمت تھا وہ شاعر کہ جس کا شعر اللہ تعالیٰ کے کلام مبین اور سرور کون و مکاں ﷺ کی طبیعت مبارک سے مطابقت رکھتا تھا۔

حدیث نمبر۲۳۴/۲

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً سب سے سچا شعر جو کسی شاعر نے کہا وہ لبیدؓ بن ربیعہ کا یہ شعر ہے۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

"آگاہ رہو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فانی ہے۔"

اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہو جاتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ میں جس شاعر کے شعر کو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے شعر سے تعبیر فرمایا ہے وہ ایک مکرم صحابیؓ تھے۔ تقریباً" ایک سو چالیس سال کی طویل عمر پائی۔ انہوں نے اپنے اس شعر میں قرآن مجید فرقان حمید کی ترجمانی فرمائی ہے۔ آپؐ نے اس کی سچائی کو پسند فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی صدق دل سے بیان کی جائے تو وہ رضائے الٰہی کے قریب ہوتی ہے۔ حدیث شریف کے آخر میں امیہ بن ابی الصلت کا ذکر ہے۔ یہ عرب کا ایک مشہور و معروف شاعر تھا اور اپنے اشعار میں حقائق بیان کرتا تھا۔ اس لئے سرتاج عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو مسلمان ہو چکا ہوتا۔

حدیث نمبر۲۳۵/۳

جندب بن سفیانؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی مبارک کو ایک پتھر لگا وہ خون آلود ہو گئی۔ تو حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شعر پڑھا۔ کیا تو صرف لہولہان ہوئی ہے اور یہ بھی ضائع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں

یہ تکلیف پہنچی جس کا ثواب ہو گا۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۳

جب آپؐ کی وہ بے مثل و بے عدیل انگلی مبارک زخمی ہوئی جو چاند کی طرف اٹھی تو اسے دو ٹکڑے کر دیا تو رحمت دو جہاں ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا تو صرف خون آلودہ ہوئی ہے شہید نہیں ہوئی۔ یعنی آپؐ نے اس درد و کرب کو صبر و تحمل سے برداشت فرمایا اور ساری امت کو درس دیا کہ اگر راہ خدا میں کوئی مصیبت، تکلیف یا جسمانی چوٹ آ جائے تو صبر و استقلال سے اسے نعمت خداوندی جانتے ہوئے برداشت کرنا چاہیے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ کی عظیم منزل کی تکالیف کے مقابلے میں کم تکلیف دہ جاننا چاہیے۔ دکھ اور سکھ ہر حال میں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپؐ نے اس موقع پر جو شعر پڑھا اسے محدثین و جمہور علماء نے ولید بن ولید اور ابن رواحہ سے منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا

"اے حبیبؐ! ہم نے آپؐ کو اشعار کی تعلیم نہیں دی۔" (یٰسین، ۶۹)

نص قطعی سے ثابت ہوا کہ آپؐ شاعر نہیں تھے بلکہ مختلف شعراء کے اشعار اپنی پسندیدگی اور طبیعت کے مطابق ارشاد فرماتے تھے اور انکی تحسین فرما کر انکو شرف عزت بخشتے تھے۔

حدیث نمبر۲۳۶/۴

براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انسے ایک شخص نے کہا اے ابا عمارہ کیا جنگ (حنین) میں تم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو انھوں نے جواب فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اللہ جل جلالہ کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ ہراول دستے کے چند آدمی جو کہ قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں کے مقابل میں آئے تھے وہ فرار ہوئے تھے اور رسول اکرم ﷺ اپنے سفید خچر پر رونق افروز تھے اور اس خچر کی لگام ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ پکڑے ہوئے

تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرمارہے تھے۔

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبدالمطلب

"بے شک میں نبی ہوں اسمیں جھوٹ ہرگز نہیں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

جنگ حنین میں جب قبیلہ سلیم اور مکہ کے نو مسلم تیراندازوں کے نرغے میں آگئے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"بے شک میں نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔"

یعنی میں بھاگنے والا نہیں بلکہ میں تو اس بہادر و دلیر سردار کا سپوت ہوں جس نے ابرہ کی آنکھ میں آنکھ ملا کر کہا تھا کہ میرے اونٹ واپس کرو اور وہ ان کے رعب و دبدبہ اور جلالت سے ایسا مرعوب ہوا کہ فورا" اونٹ واپس کر دیئے۔ گویا آپؐ خون ابراہیمؑ و اسماعیلؑ پر ناز فرما رہے تھے۔

حدیث نمبر ۵/۲۳۷

جناب انسؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضاء کے برس مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیله　　　الیوم نضربکم علی تنزیله

"اے کافر زادو! حضور ﷺ کے راستہ سے دور ہو جاؤ' آج میں قرآن کے حکم کے مطابق ماروں گا"

ضربا یزیل الھام عن مقیله　　　ویذھل الخلیل عن خلیله

"اسی طرح ماریں گے کہ دوبارہ تمہیں قیلولہ کرنے کی نوبت نہیں آئے گی اور تم کو ایسا ماریں گے کہ تمہارا ایک دوست دوسرے دوست کو بھول جائے گا۔"

تو حضرت عمر فاروقؓ نے اسے کہا کہ اے ابن رواحہ رسول کریم ﷺ کے

حضور میں اور حرم شریف کے اندر تو شعر پڑھ رہا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! اسے چھوڑ دو، یہ اشعار ان پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

سن چھ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوئی۔ مسلمان شرائط کے مطابق اس برس عمرہ ادا نہ کرسکے تو سن سات ہجری میں اس عمرہ کی قضا ادا کی گئی اس لئے اس عمرہ کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی مہار جناب عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑی ہوئی تھی اور ان کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور وہ مہار تھامے یہ اشعار پڑھتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت سیدنا عمرؓ فاروقؓ نے حضورؐ کے ادب اور حرم شریف کے احترام کی وجہ سے جناب عبداللہ بن رواحہؓ کو بلند آواز سے اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔ مگر حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت علامہ محمد عاقل صاحب لاہوریؒ تحریر فرماتے ہیں

"کہ اس حدیث شریف میں ان اشعار کے سننے کا جواز ہے جن میں اسلام کی تعریف ہو اور عام لوگوں کو ترغیب اور شوق دلانا مراد ہو۔ نیز ظالم کفار کی تحقیر اور تذلیل مقصود ہو۔"

حدیث نمبر۸ ۶/۲۳

جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں اور ان مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے دور کے کچھ قصے بیان کرتے تھے اور آپؐ خاموش رہتے۔ نیز بسا اوقات ان کے ساتھ تبسم بھی فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام نزول ہے۔ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر آپ

ﷺ کے سامنے ایام جاہلیت کے شعراء کے اشعار پڑھے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرماتے تھے ۔ اسی طرح قصے کہانیاں وغیرہ بھی خاموشی سے سنتے تھے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو روکتے نہیں تھے ۔ صحابیؓ کہہ رہا ہے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سو سے زائد مجالس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے ساتھ تبسم فرما لیتے تھے ۔ یعنی ان کی تالیف قلبی، اسلامی فطری وسعت، بے مثال حکمت و درگزر اور حلم کی حدود بندی کی سنت قائم کرنے کے لئے آپؐ اپنی حلیم طبیعت اور لطف و کرم کی وجہ سے خاموش رہتے ۔ اور ان کی شاعری یا قصے وغیرہ پر تبسم فرما لیتے تاکہ ان پر گراں نہ گزرے ۔ آپؐ ہر ایک کی طبیعت کا خیال فرماتے تھے اور ہر ایک کی بات سنتے تھے ۔ حدیث مبارکہ سے ہمیں آداب محفل کا یہ نور ملا کہ محفل میں ہر ایک کی بات کو غور سے سنا جائے اور اگر کسی بات پر شریک محفل ہنس رہے ہوں تو ان کا ساتھ دینا چاہیے ۔

حدیث نمبر۲۳۹/۷

جناب ابی ہریرہؓ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ شعراء عرب نے جو اشعار کہے ہیں ان میں سب سے زیادہ عمدہ لبید کا یہ شعر ہے ۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

"آگاہ رہو ! سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہر چیز فانی ہے ۔"

حدیث نمبر۲۴۰/۸

شریدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک سواری پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک کے پیچھے سوار تھا تو میں نے امیہ بن ابی الصلت کے ایک سو شعر سنائے، جب میں سو شعر سنا چکا تو حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، اور پڑھ ۔ حتیٰ کہ میں نے سو شعر پڑھ دیئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ

یہ مسلمان ہو جائے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸

حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابیؓ سے سو اشعار سننے کے بعد فرمایا مزید سناؤ۔ یعنی شاعر کے اشعار پسند فرمائے۔حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اشعار سننا سنت ہے لیکن رجحان نیک ہو اور اشعار قرآنی حقائق کی ترجمانی کریں۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شاعر کے اشعار سماعت فرمائے اسکی طبیعت اور رجحان اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف مائل تھا۔ اور اسکی شاعری توحید، حقائق، نصائح اور اخلاق کی تعلیم پر مبنی تھی۔ اس کی موحدانہ اور حقائق پر مبنی شاعری پر ارشاد فرمایا ممکن ہے کہ یہ مسلمان ہو جائے۔ لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان سخت طبیعت لوگوں سے بچائے جو شعر سننا گوارا نہیں کرتے اور خصوصاً حبیب ﷺ کے نعتیہ کلام کو بدعت کہتے ہیں۔ حالانکہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف خود رب تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ سارا قرآن حبیب خدا ﷺ کی مدحت ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نعت خوانان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہر ایک کے پاس اپنا کلام ہے۔کوئی نثر میں سرکار دو جہاں ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کر رہا ہے تو کوئی نظم کی صورت میں نذرانہ عشق پیش کر رہا ہے۔ انسان کا کمال نثر و نظم ہے۔ اگر اس کے خیالات کو اکٹھا کیا جائے تو دو صورتیں ایک نثر اور دوسری نظم بنتی ہیں۔

حدیث نمبر ۹/۲۴۱

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی مبارک میں حسان بن ثابتؓ کے لئے منبر رکھایا کرتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مفاخرة کریں، یا ام المومنینؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مدافعت کریں اور حضور رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ جب تک حسان بن ثابتؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے

مدافعت یا مفاخرۃ بیان کرتے رہیں گے یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت حسانؓ کی جبریل کے ذریعہ مدد فرماتے رہیں گے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

دنیا حضرت خواجہ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاعر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے۔ آپؓ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی پر کھڑے ہو کر نعتوں کے گجرے بارگاہ نبوتؐ میں پیش کرتے تھے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ حسانؓ کو اس کی اجازت مرحمت فرماتے۔ آپؓ کی نعت گوئی دو حصوں پر مشتمل ہوتی۔ یا تو آپؓ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں اپنا کلام پیش کرتے یا پھر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرنے والوں کے الزامات کو رد کرنے اور انکی مدافعت میں اشعار پڑھتے تھے۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تردید کرنا اور اشعار و عبارت کے ذریعے ان کی مدافعت کرنا قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ تبھی تو سرکار دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسانؓ کی زبان پر جبرائیل امینؑ بولتا ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت کعبؓ کے بارے میں بھی فرمایا کہ اسکی قرات جبرائیلؑ کی قرات کے مترادف ہے۔ یعنی اس کی زبان پر جبریل بولتا ہے۔ معلوم ہوا کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو صحابہ کرامؓ کو ایک خاص مقام و نسبت سے نوازا۔ یعنی انکا تعلق فرشتوں کے سردار سے قائم کر دیا کہ ایک قرات قرآن میں اور دوسرا نعت نبیؐ میں جبریل کی آواز سے مشابہ ہے۔ دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں کو جبریلؑ کی تائید حاصل رہتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر38

باب ما جاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر

یہ باب رسول کریمؐ کے ان ارشادات کے متعلق ہے
جو رات کو کہانیاں بیان کرنے کے بارے میں ہے۔

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۴۲/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلمؐ نے اپنی بیگمات کو ایک رات ایک قصہ سنایا۔ امہات المومنین میں سے ایک محترمہ نے فرمایا کہ یہ قصہ تو خرافہ کے قصہ کی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ خرافہ کون تھا۔ خرافہ بنو عذرہ قبیلہ کا ایک فرد تھا جس کو زمانہ جاہلیت میں جنوں نے قید کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ شخص جنوں میں کافی عرصہ رہا۔ ایک زمانہ کے بعد جن اس کو آدمیوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانہ قیام کے وہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات جو اس نے ان جنوں میں دیکھے تھے جب لوگوں میں بیان کرتا تھا تو وہ حیران ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد ہر عجیب و غریب قصہ کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

حدیث نمبر ۲۴۳/۲

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ گیارہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ وہ اپنے اپنے شوہروں کے متعلق کوئی بات چھپائیں گی نہیں تو پہلی عورت نے کہا میرا شوہر دبلے اونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑ

کی چوٹی پر ہے جس کا راستہ بہت دشوار گزار ہے کہ بر آمد کیا جائے اور نہ موٹا ہے کہ اس کو منتقل کریں ۔ دوسری نے کہا میں اپنے خاوند کا حال ظاہر نہیں کرتی ۔ میں ڈرتی ہوں کہ اس کے عیوب بیان کروں تو پھر ختم ہونے کا ذکر نہیں ۔ اور اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں ۔ تیسری نے کہا میرا خاوند لمبا تڑنگا ہے اگر میں اس کی بات کہوں تو وہ مجھے طلاق دے دے ۔ اگر چپ ہو جاؤں تو لٹکتی رہوں ۔ چوتھی نے کہا میرا شوہر معتدل رات ہے نہ گرم ہے نہ سرد ' نہ اس سے خوف ہے نہ ملامت ۔ پانچویں نے کہا میرا شوہر جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو شیر ہے اور جو کچھ اپنے گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیق نہیں کرتا ۔ چھٹی نے کہا میرا شوہر اگر کھانے پر آئے تو سب کچھ چٹ کر جائے اگر پینے پر آئے تو سب پی جائے ۔ جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے ۔ ساتویں نے کہا میرا شوہر عاجز و درماندہ اور بیوقوف ہے ۔ ہر بیماری اس میں موجود ہے ۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے ۔ آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو زعفران کی طرح مہکتا ہے ۔ نویں نے کہا کہ میرا شوہر عالی نسب ہے ۔ سخی 'کثیر الضیافت اور بلند قامت ہے ۔ اس کا مکان مشورہ گاہ کے قریب ہے ۔ دسویں نے کہا میرا شوہر مالک ہے اور کتنا بہتر مرد عظیم ہے گویا کہ اس سے زیادہ مالدار بہتر اور بزرگ کسی دوسری عورت کا خاوند نہیں ۔ اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں اور تھوڑے اونٹ چراگاہ میں جاتے ہیں ۔ وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت قریب ہے ۔ گیارہویں نے کہا میرا شوہر ابو زرع ہے ' ابو زرع کی کیا تعریف کروں ۔ زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے ۔ اور میرے دونوں بازو چربی سے بھر دیئے ہیں ۔ اور اس نے مجھے خوش کر دیا پس آرام اور آسائش پا کر شاداں و فرحاں ہو گئی ۔ اس نے مجھے چند ہی بکریاں رکھنے والے کے پاس سے حاصل کیا جو کہ بہت ہی معاش کی تنگی میں تھے ۔ پس اس نے مجھے گھوڑوں والا ' اونٹوں والا ' اناج کوٹنے والا اور صاف کرنے

والا بنا دیا۔ میں اس سے بات کرتی ہوں تو بری نہیں ٹھہرتی۔ میں سورج چڑھے تک سوتی رہتی ہوں یعنی اپنی مرضی سے جاگتی ہوں۔ میں خوب سیر ہو کر پیتی ہوں۔ ابی زرع کی والدہ کی بھلا کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرے رہتے تھے 'اس کا مکان بہت وسیع تھا۔

ابوزرع کا بیٹا 'بھلا اس کا کیا کہنا' اس کی خواب گاہ ایسی ہے جیسے ہری ڈالی کا پوست' اس کو چھوٹے بکرے کی دست شکم سیر کر دیتی ہے۔ ابوزرع کی بیٹی 'بھلا اس کی کیا بات' یہ لڑکی اپنے ماں باپ کی بہت فرمانبردار ہے 'کپڑوں سے بھری ہوئی' اسی وجہ سے ہمسایہ عورت اس پر غضب ناک ہے۔ ابوزرع کی لونڈی تو اس کی کیا ہی تعریف کروں وہ ہماری باتیں ظاہر نہیں کرتی' وہ ہمارے غلہ کو کہیں نہیں لے جاتی' وہ ہمارے گھروں کو گھونسلوں کا گھر نہیں بننے دیتی۔

ابوزرع کی بیوی نے کہا کہ دودھ کی مشکوں سے مکھن نکالا جا رہا تھا کہ ابوزرع گھر سے نکلا اسے ایک عورت ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے۔ پس اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد میں نے ایک شریف آدمی سے نکاح کر لیا جو کہ بہترین گھڑسوار اور نشانہ باز تھا۔ اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور' ہر چیز سے ایک جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع خود بھی کھا اور اپنے ماں باپ کے گھر بھی غلہ بھیج' اگر میں ان تمام نعمتوں کو جمع کروں جو اس نے مجھے دی ہیں ابوزرع کی ایک چھوٹی سے نعمت کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جہاں اس حدیث کی عبارت ختم ہوتی ہے وہاں یہ بھی ہے مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا اور طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا (بروایت الزبیر)

بابی و امی لانت خیر لی من ابی زرع لام زرع

"ابوزرع کی کیا حقیقت' میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' آپؐ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔"

تاثرات وواردات حدیث نمبرا۲

قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر جنات کا ذکر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید فرقان حمید کی ایک سورہ مبارک کا نام بھی سورہ جن ہے۔ مسجد جن ابھی تک موجود ہے۔ احادیث مبارکہ سے بھی ان کا وجود ثابت ہے۔ حدیث مبارکہ میں جس قسم کے واقعہ کا ذکر ہے ایسے واقعات قیامت تک ہوتے رہیں گے جنات کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے۔ یہ انسانوں سے بہت پہلے کی مخلوق ہے۔ ان میں نیک جن بھی ہوتے ہیں اور شیطان بھی۔ یہ تمام باتیں قرآن واحادیث سے ثابت ہیں۔

سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اہل خانہ کو ایک ساتھ اپنے پاس بلانا، ان کے ساتھ بڑے التفات کریمانہ سے بیٹھنا، اور ان کا دل بہلانے کے لئے ان سے گھل مل جانا امت کے مردوں کے لئے بڑا عظیم درس ہے کہ وہ بھی اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا ہی مشفقانہ اور کریمانہ برتاؤ کریں اور ان کے ساتھ گھل مل جائیں یہی سنت رسولؐ ہے۔

حضور پرنور ﷺ کے اس عمل پاک میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ تمہاری عورتیں اپنے آپ کو دبا ہوا، پھنسا ہوا، حقیر، کمتر یا مقید نہ سمجھیں۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی ہیں۔ آپؐ کا ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں اور مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

آج کے نام نہاد مفکروں، دانشوروں، انسانی حقوق کے علمبرداروں، جدید تعلیم کے نشے میں مست علم کے دعویداروں، اور مغربی ذرائع ابلاغ نے یہ واویلا مچا رکھا ہے کہ اسلام عورتوں کے لئے بوجھ اور بندھن ہے۔ رسول کریم ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات کو قرب بخش کران کو قسما قسم کے قصے وکہانیاں سنانا آپؐ کی خاص رحمت اور مساوی حقوق کی بین دلیل ہے۔ عورت کی حرمت، عزت و وقار اور معاشرے میں اس کے مقام کا جس قدر اسلام نے خیال کیا ہے دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام میں عورت پر جتنے بھی حدود و قیود لگائے گئے ہیں وہ اسکی اپنی حفاظت کے لئے ہیں۔ مگر غیروں نے منفی پراپیگنڈہ کے ذریعے عورت کے حقوق کے نام پر اسلام پر کیچڑ اچھالنے کی بے انتہا کوشش کی ہے جو حقائق کے منافی ہے۔ اسلام کے نام لیوا اگر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی ایک عمل مبارک سے روشنی حاصل کریں تو یہ مخالفین کے لئے حجت و دلیل بن

سکتا ہے۔

عورت کو حد سے زیادہ آزادی دینے والی اقوام نے اس کا ردعمل دیکھ لیا ہے۔ انہیں اپنے کئے کا پھل مل گیا ہے۔ آئے دن ایسی ایسی بیماریاں جنم لے رہی ہیں جو ابھی تک لاعلاج ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑا درس عبرت ہے۔ ان کی حفاظت صرف اور صرف سرکار کائنات مفخر موجوداتؐ کی اتباع میں پنہاں ہے۔ یہ امن و سلامتی کا نورانی دائرہ ہے۔ جو اس میں آگیا محفوظ ہو گیا اور جو باہر رہا ذلت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہری۔

پھر اندھیرے پاؤں پھیلانے لگے ہیں ہر طرف
روک لے پھر ان کا رستہ روشنی اے روشنی

آج اقوام غیر نے عورت کو جنسی میلانات کی کھلی آزادی دے کر نہ صرف اس کے جنسی حقوق کے بندھن کو بری طرح پامال کر دیا ہے بلکہ اس کی ذلت و رسوائی کا سامان بھی پیدا کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے اس دعوے میں جھوٹے ہونے پر مہر ثبت کرتا ہے کہ ہم سے بڑا حقوق نسواں کا علمبردار اور کوئی نہیں۔ خود ان کے اپنے مصنفین اس حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک مشہور فلاسفر دائیسا کو اکیدا اپنے ساتھی آرنلڈ ٹوائن بی کے ساتھ مقالے میں ڈاکٹر محمد منظور کی مترجم تصنیف "انتخاب زندگی" باب بشر اساسی میں کہتا ہے۔

"آج دنیا میں جنسی آزادی جو ایک عالم گیر مظہر کے طور پر سامنے آئی ہے (اگرچہ یورپ' امریکہ اور جاپان میں اس کی موجودگی خصوصیت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے) اس رفتار اور قوت کے ساتھ پیش قدمی کر رہی ہے کہ اس سے جدید تہذیب کی بنیادوں ہی کے متزلزل ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ (یقیناً) وہ باتیں جنہیں پہلے شرمناک تصور کیا جاتا تھا اب کھلے بندوں کہی اور کی جا رہی ہیں۔ بالکل فطری طور پر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جنس کو صحیح طور پر سمجھا جائے۔ اسے بے وقوفی کے ساتھ چھپانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے سوائے اس کے کچھ نہ ہو گا کہ اسکی طرف ایک غیر فطری رویے کو فروغ ہو۔ دوسری طرف مجھے اس امر میں بھی شک ہے جیسا کہ بعض لوگ اقرار کرتے ہیں کہ جنس کے بارے میں موجودہ بے لگام اور مکمل آزادی کا رویہ انسانی حریت کا راستہ ہے اور کھل کھیلنے کی مکمل آزادی ایک ہی چیز نہیں ہیں اور مجھے اس امر کا امکان ہے کہ موجودہ جنسی آزادی میں ایک شدید قسم کا نقص پایا جاتا ہے جس کے بارے میں اس رویے میں کوئی اہم عنصر ضرور مفقود ہے۔"

موجودہ دور میں عورت کے حقوق اور اسے ہر قسم کی آزادی دینے کا جھنڈا جدید خیالات و نظریات اور جذبات سے مزین بڑی شد و مد کے ساتھ اقوام عالم میں لہرایا جا رہا ہے۔ مگر دوسری طرف خود انہی اقوام کے مفکرین اور سکالرز اس حقیقت پر متفق نظر آتے ہیں کہ جنسی آزادی نے معاشرے کی اخلاقی قدروں کو اس بری طرح سے تباہ کیا ہے کہ ان کی سماجی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی اور اقتصادی ڈھانچے کے دھڑام سے گرنے میں اب کسی کو شک نہیں رہا۔

ایک مغربی مفکر برناڈ شاہ نے اپنی قوم کو ہدایت کی کہ جس راہ پر تم گامزن ہو اس کا حاصل سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں۔ کامیابی و کامرانی اگر مقصود ہے تو اس وقت تک پیچھے چلے جاؤ جب تک کہ محمد عربیؐ کا در نہ آ جائے۔ یعنی ان کا اپنا راہب انہیں حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا در دکھلا رہا ہے۔ اس کی دوسری کئی وجوہات کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سرکار کائناتؐ جب مکہ معظمہ میں مبعوث ہوئے تو اقوام عالم ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہی تھیں۔ وہ ایک ایسا دور تھا جب کائنات ارضی کے گوشے گوشے میں شرک اور بت پرستی کی بیماری ایک وباء کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا رشتہ ہی رب سے ٹوٹ چکا تھا۔ ان کی اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی میں جو تباہ کن فسادات رونما ہوئے ان کے تصور سے ہی سعید روحوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اولاد آدم صرف خدا فراموش ہی نہیں بلکہ خدا فراموشی کے باعث خود فراموش بھی بن چکی تھی۔ ہر شے کو اپنا خدا، معبود اور حاجت روا بنا لیا تھا اور بے جان پتھروں کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ خانہ کعبہ میں تین سو بت پوجنے کے لئے موجود تھے۔ مرد و زن ننگا طواف کرتے تھے۔ عورت کی حیثیت ایک کھلونے کی مانند تھی۔ اس کی حرمت و عزت کو بری طرح پامال کیا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ عورتوں کی خرید و فروخت انکے کاروبار کا اہم جزو تھا اور اسے جوئے پر لگایا جاتا تھا۔ عورت کو اپنی بے بسی، بے کسی، بے چارگی اور دکھوں کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ الغرض ایسا نظارہ تھا جو بیان سے باہر ہے۔ ان حالات کو قرآن کریم نے "وان کانو من قبل لفی ضلل مبین" کے جامع الفاظ سے بیان فرمایا ہے "یعنی نبی مکرمؐ کی آمد سے پہلے وہ سب کھلی گمراہی میں بھٹک رہے تھے۔"

ذلت و رسوائی اور ظلمت کے اندھیروں میں کوئی فرد، قبیلہ یا قوم نہیں بھٹک رہی تھی بلکہ سارا عالم انسانیت ان کی شدید گرفت میں تھا اور گمراہ رہا تھا۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں رہا تھا جسے

فساد و عناد کی آندھیوں نے تباہ و برباد نہ کر دیا ہو۔ انسان پستیوں کی اس انتہا کو پہنچ چکا تھا جسے رب تعالیٰ نے "ضلل مبین" سے تعبیر کیا ہے۔

ہادی و رہبر انسانیت حضور کائنات رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے ظلمت کے ان اندھیروں میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو "ضلل مبین" کی پستیوں سے اٹھایا اور عزت و وقار اور عظمت و کمال کی ایسی بلندیوں تک پہنچایا جو اولاد آدم کا پیدائشی شرف ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو کہ جسے نجس' پلید' حقیر' کمتر' ذلیل و خوار' اسفل اور عزت و وقار سے بے نیاز ایک گالی سمجھا جاتا تھا عفت و وقار اور عظمت و فخر کی ایسی معراج عطا فرمائی کہ نسل انسانی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو کہاں سے اٹھایا اور کہاں تک پہنچایا اور اسے کتنے حقوق سے نوازا اس پر ایک الگ کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اپنوں کو چھوڑیئے غیروں کی بات کرتے ہیں۔ آئرینا میڈمکس اپنی تصنیف "Women in Islam" میں حضور ﷺ کی مدحت سرائی بیان کرتی ہیں۔

"عورت! آپ کیلئے قابل احترام تھی۔ اس معاشرے میں جہاں مرد اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے وقت زندہ دفن کر دیتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں عورت کو جینے کا حق دیا۔ عورتوں کے حقوق کا تحفظ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اس کی مثال دنیا کی پوری قانونی تاریخ میں نہیں ملتی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشروں میں بھی اسے حاصل نہیں۔ اسلام میں ایک شادی شدہ عورت کو آج بھی کسی انگریز عورت سے بہتر قانونی تحفظ حاصل ہے۔ وہ پیدائش' شادی اور موت کی گواہی دے سکتی ہے۔ اسے تصدیق کا حق حاصل ہے۔ آج کی فرانسیسی عورت کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔"

(ماخوذہ ماہنامہ ضیائے حرم صفحہ ۱۹' شمارہ مئی ۱۹۹۷)

ظلمت کے اس دور میں عورت کا جو حشر تھا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ آج عورت کو اسی دور کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ آج بھی عورت اتنی ہی عریاں ہے جتنی اس جہالت و ظلمت کے دور میں تھی۔ دنیا کے اکثر ممالک میں عورتوں کی خرید و فروخت کی منڈیاں لگتی ہیں اور ان کے گلے میں ان کی قیمت کا کارڈ لگایا جاتا ہے۔ عورت کی اس سے زیادہ تذلیل اور کیا ہو گی۔ مگر افسوس کہ اس پر بھی حقوق نسواں کے علمبردار ساری دنیا سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ افسوس اپنوں پر ہوتا ہے جو مغرب کی

تقلید میں اندھے ہو گئے ہیں اور اپنی عورتوں کو مغربی لباس زیب تن کرا کے عریاں کر رہے ہیں اور اس پر فخر کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے مرد و زن کو لباس تقویٰ اپنانے کا درس دیا ہے۔ اس وقت عورت کا جو لباس ہے اس کا لباس تقویٰ سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا جب عورت اپنے لباس پر بہت خرچ کرے گی اور لباس فاخرہ پہنے گی لیکن ہو گی ننگی۔

آپؐ کا فرمان حرف بحرف سچ ثابت ہو رہا ہے۔ اسلام کا دم بھرنے والیوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ان کے لئے نمونہ مغرب کی عورت نہیں بلکہ جگر گوشہ رسولؐ خاتون جنت سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی ذات مبارکہ ہے۔ حکیم امت علامہ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے

اگر پندے زدرویشے پزیری
ہزار امت نمیرد تو نہ میری
بتول باش و پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

اے مسلمان خاتون! اگر تو اس درویش سے ایک نصیحت قبول کر لے تو پھر اگر ہزاروں امتیں مرجائیں لیکن امت مسلمہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گی۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تو حضرت فاطمۃ الزہرہ خاتون جنتؓ کے کردار و افعال میں ڈھل جا۔ تاکہ تیری آغوش میں شبیر یعنی امام عالی مقامؑ جیسے سپوت پیدا ہوں۔ ایک اور جگہ شاعر مشرق فرماتے ہیں

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتولؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 39

باب ماجاء فی صفة نوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے نیند فرمانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۴۴/۱

براء بن عازبؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریمؐ جب اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر لیٹتے اور فرماتے۔

رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک

"اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔"

اور عبداللہؓ کی روایت کے مطابق بجائے "یوم تبعث عبادک" کے "یوم تجمع عبادک" ہے۔

حدیث نمبر ۲۴۵/۲

حذیفہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب حضور نبی کریمؐ اپنے بستر مبارک کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے

اللھم باسمک اموت واحیی

"اے اللہ تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔"

اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور

"ہر قسم کی تعریف خاص اللہ جل جلالہ کیلئے ہے اور وہ ذات پاک جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی جل جلالہ کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔"

حدیث نمبر۲۴۶/۳

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور پاکؐ ہر رات اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو (دعا کی طرح) اکٹھا کر کے ان دونوں پر سورہ اخلاص ' سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر دم کرتے ' پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو تمام بدن پر ملتے جہاں تک وہ پہنچتیں۔ سر اور چہرہ مبارک سے شروع کرتے اور اگلے تمام بدن پر تین بار اسی طرح فرماتے۔

حدیث نمبر۲۴۷/۴

ابن عباسؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریمؐ سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرے اور حضورؐ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب نیند فرماتے تو خراٹے بھرتے۔ جناب بلالؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز کی اطلاع دی تو حضورؐ اٹھے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

حدیث نمبر۲۴۸/۵

انس بن مالکؓ سے روایت ہے جس وقت حضورؐ اپنے بستر مبارک پر آرام فرماتے تو فرماتے۔

الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و کفانا و اوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مووی ۝

"ہر قسم کی تعریف اللہ جل جلالہ کیلئے ہے جس نے ہمیں پیٹ بھر کر کھانا دیا اور ہمیں سیراب

کیا اور ہماری مشکلات میں کفایت فرمائی اور ٹھکانہ مرحمت فرمایا۔ سو بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ ہی ٹھکانہ دینے والا ہے۔"

حدیث نمبر۲۴۹/۶

ابی قتادہؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریمؐ جب اخیر رات میں سفر سے آرام کیلئے اترتے تو دائیں پہلو پر آرام فرماتے اور جب صبح کے قریب سفر سے آرام کیلئے اترتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور اپنی ہتھیلی مبارک پر سراقدس رکھ کر آرام فرماتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا تا ٦

احادیث مبارکہ میں حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے سے پہلے اور نیند سے بیداری کے وقت کی دعائیں تعلیم فرمائی ہیں۔ ان دعاؤں میں قرآنی سورتیں بھی شامل ہیں۔ حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے بستر مبارک پر دعاؤں کا پڑھنا اور اپنے رب کے حضور عاجزی و انکساری کرنا نہ صرف آپؐ کے مقام محبوبیت کی دلالت کرتا ہے بلکہ امت کے لئے کامل تعلیم بھی ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ آپؐ تو شفیع المذنبین ہیں۔ آپ ﷺ کی وجہ سے گناہگاروں کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یہ ساری محنت امت کیلئے تھی کہ وہ اپنے بستروں کو جائے ذکر و شکر سمجھیں نہ کہ عیش و عشرت کی جگہ بنالیں۔ بستر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس تناظر میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گھر اور بستر سے نوازا اور سونے کی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ نیند کی قدر و منزلت وہ جانتے ہیں جنہیں نیند میسر نہیں اور وہ چند لمحے کی نیند کو ترستے ہیں۔

حدیث مقدسہ سے یہ عادت مبارکہ ملی کہ حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں کروٹ آرام فرماتے تھے۔ ماہرین طب کا کہنا ہے کہ دائیں کروٹ سونا جسمانی صحت کیلئے بہت مفید ہے۔ دائیں کروٹ سونے سے انسان کا دل اوپر رہتا ہے۔ لیکن بائیں کروٹ سونے سے دل نیچے کی جانب ہو جاتا ہے جس سے تمام بدن کا بوجھ اس پر پڑتا ہے۔ دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے۔

اس پر تھوڑا سا بوجھ بہت سے امراض کا سبب بن سکتا ہے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی سنت پاک کا ایسا بے مثل معیار اور نمونہ عطا فرمایا کہ جس میں روحانی اور مادی دونوں نعمتیں مستور کر دیں۔ گویا اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نہ صرف دل کی دنیا روشن ہوتی ہے اور دل کو اطمینان و سکون میسر آتا ہے بلکہ انسانی مشینری کے اہم جزو کی حفاظت بھی سنت نبویؐ کی پیروی سے ممکن ہے۔

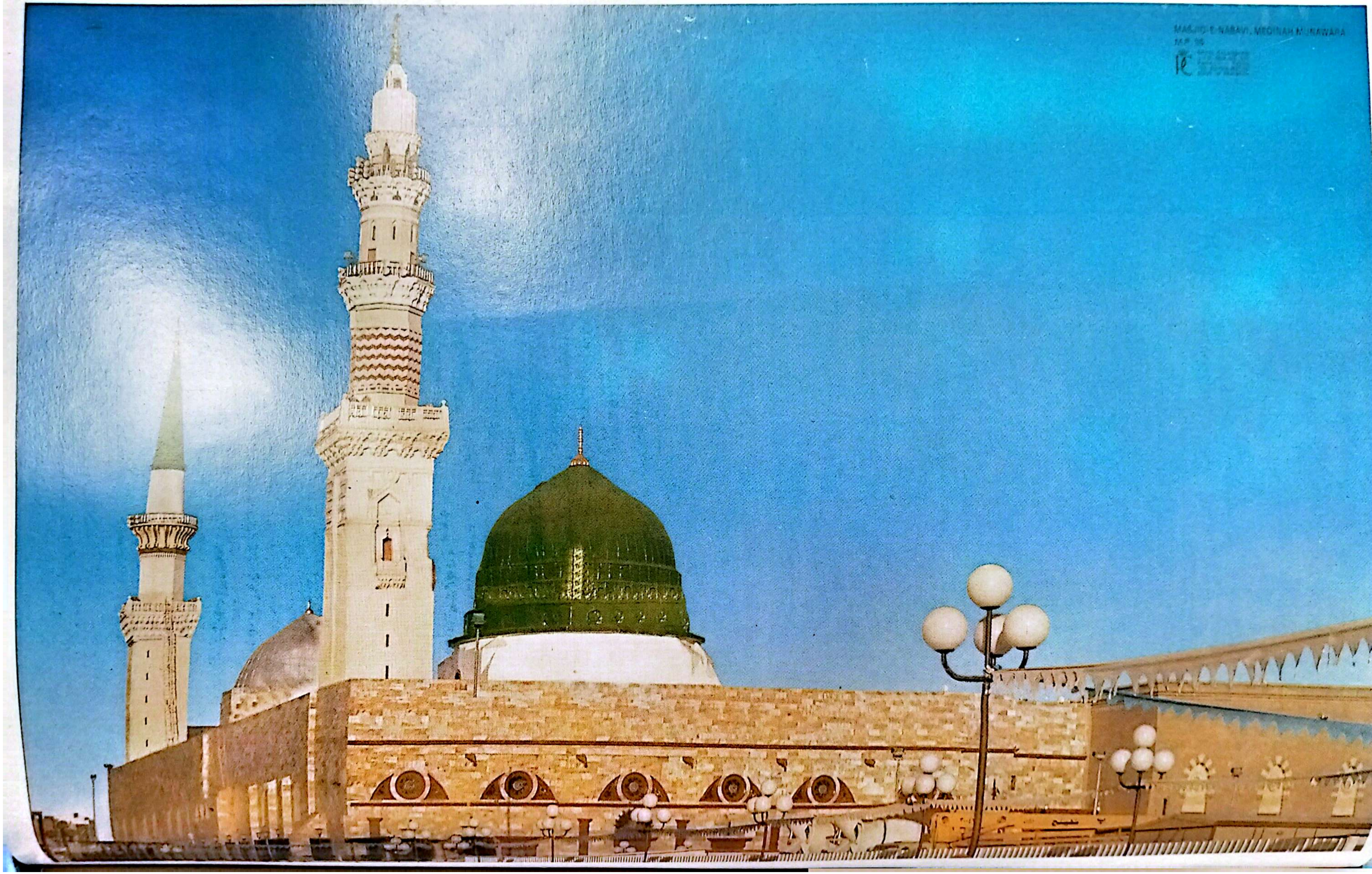
احادیث مبارکہ میں یہ ذکر خیر بھی ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نیند کے بعد بغیر وضو کئے نماز ادا فرمائی۔ ثابت ہوا کہ آپؐ چاہے بیدار ہوں یا حالت نیند میں' آپؐ ایک ہی حالت میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا

"میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا"

حضور کائنات ﷺ کی ہمہ وقت ایک ہی حالت میں رہنے کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ تمام ارواح کی تخلیق آپؐ کے نور پاک سے کی گئی۔ یعنی تمام اولاد آدم کی ارواح کو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طیب و مطہر نور سے مشتق کیا گیا۔ اس طرح آپؐ ابو الارواح ہیں یعنی تمام ارواح کے باپ۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام رسل کے باپ ہیں۔ اسی طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام ارواح کے باپ ہیں۔ ذکر پاک سے یہ نور بھی ملا کہ آپؐ اپنی قبر انور میں مع الجسد حیات ہیں اور اپنی قلبی نگاہ سے تمام امت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اس لئے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے فلاں امتی کا ایمان کس نیکی کی وجہ سے بڑھ رہا ہے اور فلاں کا کس بدی کی وجہ سے کم ہو رہا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و استدعا ہے کہ ہمیں سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عمل کی روحانی قوت عطا فرمائے تاکہ ہم ایمان و یقین اور ایقان سے صاحب شریعت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کما حقہ اتباع کر سکیں۔ (آمین)


MASJID E NABAWI, MEDINAH MUNAWARA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر40

باب ماجاء فی عبادة رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی عبادت کے بیان میں ہے

(اس باب میں چوبیس احادیث ہیں)

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت کا جذبہ ہر انسان میں ہے۔ کیونکہ محبت انسان کی فطرت ہے۔ انسان جب کوئی نعمت پاتا ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے۔ اسے جبلت کہا جاتا ہے۔ یہی جذبہ عبادت کی بنیاد ہے۔ انسان کے اردگرد جتنی نعمتیں ہیں اسے پیدا ہوتے ہی مل جاتی ہیں۔ پھر وہ جاننا چاہتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دینے والا کون ہے تاکہ میں اس کے احسانات کا شکریہ ادا کروں۔ اسی جستجو میں وہ اپنے منعم حقیقی کی محبت و دیدار پر مجبور ہوتا ہے۔ جسے ہم اللہ تعالیٰ کی محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ محبت خدا کا تصور عبادت کے بغیر ناممکن ہے۔

عبادت کا مفہوم

عبادت اس انتہائی تزلزل، انکساری، فروتنی، خاکساری اور عاجزی کے جذبے کا نام ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہو۔ ذات الٰہی کے سوا کسی اور کا تصور بھی شرک ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ عبادت کیسے کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول و منظور ہو۔

حضور کائنات ﷺ کی ذات مکرم کو رب تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے نمونہ قرار دیا ہے۔ اور قبولیت عبادت کے لئے یہ شرط اول رکھ دی کہ اس کامل و اکمل نمونہ کو دل و دماغ میں رکھ کر عبادت کی جائے۔ یہ عمل سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام سے معروف ہے۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع عبادت کا دوسرا نام ہے۔ سنت رسولؐ کے بغیر عبادت کرنا ناممکن و محال ہے۔ اسی لئے کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

"ہم نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔" (ذاریٰت ۵۶)

دین کی غرض و غایت اور مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت ہے۔ عبادت کا مفہوم کلمہ طیبہ پڑھنے سے لیکر تادم واپسیں یعنی موت تک کے اعمال پر محیط ہے۔ انسان کی ساری زندگی عبادت سے عبارت ہے۔ سونا جاگنا سب عبادت ہے۔ بشرطیکہ سرکار کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق یہ سارے اعمال پایہ تکمیل تک پہنچائے جائیں۔ عبادت کا مفہوم لامتناہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق جبکہ بندہ مخلوق ہے۔ خالق کی رضا کے لئے راستے سے کسی کانٹے کو ہٹانا یا ایذا رساں چیز کو اٹھانا بھی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کرانے کے لئے اولاد آدم ہی سے ایک جماعت منتخب فرمائی جسے نبوت کا نام دیا گیا۔ اس جماعت کا کام یہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اس کی مخلوق تک پہنچائے۔ اور انہیں اس واحد حقیقی کی معرفت و پہنچان کرائے۔ یعنی یہ جماعت اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک رابطہ و تعلق اور پل کا کام دیتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی امت کو یہ عقیدہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب سے پہلا نبی کون تھا۔ قرآن و احادیث، تورات، انجیل، زبور اور دوسرے آسمانی صحیفوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ ہیں۔ اسی طرح آخری نبی بھی آپؐ ہی ہیں۔ اس عقیدہ پر تمام کتب سماوی یعنی اہل کتاب متفق چلے آئے۔ یہاں تک کہ یہودیوں اور نصرانیوں کے دور سے اختلاف شروع ہوا۔ بعض یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کیا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔ یوں یہ دونوں گروہ مشرک ہو گئے اور اہل کتاب کہلوانے کے حق دار نہ رہے۔ انہیں نہ صرف اپنے مذہب نے رد کیا بلکہ قرآن حکیم نے بھی ان کی نفی کی۔ منسوخ شدہ آسمانی کتابوں مثلاً" تورات، انجیل اور زبور وغیرہ میں واضح اور صریحاً" حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی اول اور نبی آخر ہونے کی سچائیاں موجود ہیں

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپؐ کے صحابہ کرامؓ، اہل بیت عظامؓ اور آپؐ کے شہر

تک کا ذکر ان کتب میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صحیح العقیدہ یہودی مدینہ منورہ آ کر بس گئے تھے ۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہجرت فرما کر اسی شہر میں آئیں گے ۔ یعنی آپؐ کے نبی اول و آخر ہونے کے دلائل تمام کتب سماوی میں صریحاً" موجود تھے ۔

نبی آخر الزمان ﷺ کار نبوت کو چلا رہے ہیں ۔ کار نبوت کے دو حصے ہیں ۔ ایک دل کا عمل دوسرا وجود کا حرکت و سکون ۔ دل کے عمل سے مراد عقیدہ ہے کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے ۔ کار نبوت کا پہلا کام عقیدہ کو درست کرنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریق بتانا اور عملی نمونہ فراہم کرنا ہے ۔ کار نبوت کو احاطے میں لانا ناممکن و محال ہے ۔

اسلام میں عبادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بہترین ذریعہ نماز ہے ۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز کو کثرت سے پڑھنے اور ہمیشہ جاری رکھنے کی تلقین فرمائی ہے ۔ آپؐ نے نماز کو مومن کی معراج کہا ہے ۔ نماز میں ہزارہا باطنی ، روحانی ، ایمانی اور اخلاقی فیوض و برکات ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی و طبی فوائد بھی پنہاں ہیں ۔

اگر شرائط نماز اور ادائیگی نماز کے تمام مراحل پر غور و فکر کیا جائے یعنی نماز کی نیت سے لے کر طہارت و پاکیزگی اور وضو تک اور آغاز نماز سے اختتام نماز تک تو معلوم ہو گا کہ ان سارے مراحل میں کتنے فیوض و برکات پنہاں ہیں جو ہمارے دین کی حقانیت پر مہر ثبت کرتے ہیں ۔ نماز پڑھنے کے لئے جسم ، کپڑوں اور جگہ کا پاک و صاف ہونا پہلی شرط ہے ۔ اسلام ہمیں پانی کے ساتھ طہارت کی تلقین کرتا ہے ۔ آج کل "Toilet" میں کاغذ کا استعمال بہت عام ہے ۔ جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ "Toilet Paper" کے استعمال سے ایک ایسی بیماری جنم لیتی ہے جس سے پاخانے کی جگہ پر بار بار پھوڑے نکلتے ہیں اور گردوں میں پیپ اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے ۔ آپریشن کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں ۔ سوائے اس کے کہ اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پانی سے طہارت کی جائے ۔ اسی طرح دن میں پانچ وقت وضو کرنے سے انسانی جسم کو طہارت و پاکیزگی اور صفائی میسر آتی ہے ۔ ناک اور منہ انسانی جسم کے دو ایسے عضو ہیں جن کے ذریعے جسم کے اندر جراثیم داخل ہو سکتے ہیں ۔ اسلام نے وضو کی تکمیل میں یہ اہم جزو رکھ دیئے کہ تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور تین دفعہ منہ میں پانی ڈال کر کلی کی جائے ۔ اس سے نہ صرف صفائی کا مقصد پورا ہوتا ہے بلکہ جراثیم کو بھی اندر جانے سے روکا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح چہرہ کو تین دفعہ دھونے سے آنکھ کی صفائی ہوتی ہے اور اسے ٹھنڈک ملتی

ہے ۔ جو بہت سی بیماریوں سے نجات کا باعث ہے ۔ وضو کی ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے ۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے

"اگر مجھے مسواک کی فرضیت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز میں مسواک کا حکم دیتا۔"

دانتوں کو صاف نہ رکھنا کئی بیماریوں کا پیش خیمہ ہوتا ہے ۔ مسواک کرنا دانتوں کی صفائی ' مضبوطی اور انکی لمبی عمر کا ضامن ہے ۔ قربان جائیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہر ہر سنت پر ۔ جدید سائنسی تحقیقات آپؐ کے فرمودات کی افادیت اور حقانیت کو ثابت کر رہی ہیں ۔ سوئزر لینڈ کی ایک دوا ساز کمپنی کے ماہرین نے ٹوتھ پیسٹ بنانے کا ایک ایسا فارمولا بنایا ہے جس کے اجزاء ترکیبی اس لکڑی کے ہیں جس سے محبوب کبریا ﷺ مسواک کیا کرتے تھے ۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اور ٹوتھ پیسٹ نہیں ۔ سائنسی تحقیقات نے لکڑی کی افادیت کو آج ثابت کیا ہے مگر چودہ سو سال پہلے نگاہ رسالت ماب ﷺ لکڑی میں چھپے ہوئے اجزاء کو دیکھ رہی تھی ۔ اس لئے آپؐ نے مسواک کے استعمال کی تلقین فرمائی تاکہ دانتوں کی حفاظت و صفائی ممکن ہو سکے ۔

نماز کے آغاز کو دیکھئے یعنی تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں کی لو تک لے جانا ' ہاتھ باندھ کر سیدھا کھڑا ہونا ' رکوع کرنا اس طرح کہ جسم اور زمین آپس میں متوازی (Parallel) ہوں ' پھر رکوع کے بعد سیدھا ہونا اور سجدے میں جانا اس طرح کہ زمین پر پہلے گھٹنے لگیں اور بعد میں ہاتھ ' سجدے سے اٹھ کر بیٹھنا اور پھر سجدہ کرنا ' قعدہ میں گھٹنوں کے بل بیٹھنا اور آخر میں گردن کے پٹھوں (Muscles) کو حرکت دیتے ہوئے دائیں بائیں سلام پھیرنا ۔ یہ سارے مراحل جسم کے تمام پٹھوں (Muscles) کی ورزش اور تھیراپی ہے ۔

آج کل دل کی بیماریاں عام ہیں اور بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں ۔ دل کے دوروں کا بڑا سبب چربی یعنی کولسٹرول میں اضافہ ہے ۔ یہ چربی شریانوں میں جم کر خون میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے ۔ جس سے دل کا دورہ پڑتا ہے جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ انسانی جسم میں کولسٹرول کی زیادتی بلڈ پریشر کا باعث بھی بنتی ہے ۔ ہر کھانے کے بعد کولسٹرول اپنی نارمل سطح سے اونچا ہو جاتا ہے ۔ جسے کم کرنے کے لئے (Physical activities) کی ضرورت ہوتی ہے ۔ لیکن ہر شخص محنت و مزدوری نہیں کر سکتا ۔ اسی لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ تلقین فرمائی کہ

"لوگو! کھانے کی چربی کو اللہ کی نماز کے ذریعے تحلیل کر لیا کرو۔"

حفظان صحت سے متعلق اس سے بڑا درس کوئی ماہر بھی نہیں دے سکتا۔ لطف کی بات دیکھئے کہ وہ نمازیں جنہیں انسان خالی پیٹ پڑھتا ہے ان کی رکعت کم ہیں۔ مثلاً" فجر' عصر اور مغرب کے اوقات میں انسان خالی پیٹ ہوتا ہے اس لئے رکعت بالترتیب چار' چار اور سات ہیں۔ جبکہ وہ اوقات جب انسان کھانا کھائے ہوئے ہوتا ہے۔ مثلاً" ظہر و عشاء تو ان کی رکعت بھی زیادہ ہیں تاکہ جسم کو زیادہ حرکت کرنا پڑے اور کولسٹرول کی اونچی سطح کو نیچے لایا جا سکے۔ اسی طرح ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ انسان سارا دن روزے سے ہوتا ہے اور افطاری کے وقت خوب پیٹ بھر کر کھاتا پیتا ہے۔ جس سے کولسٹرول کی سطح بہت بلند ہو جاتی ہے۔ عشاء کی سترہ اور نماز تراویح کی بیس رکعت یعنی ۳۷ رکعت پڑھنے سے کولسٹرول کی سطح نیچے آ جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو روحانی و ایمانی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں بار بار سجدے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے کہ سجدے کثرت سے اور طویل کیا کرو۔ اس تلقین سے اہل روحانیت کو یہ تعلیم دی گئی کہ سجدوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ اہل طب کو درس دیا کہ وہ بھی سوچیں کہ جسمانی حفاظت کے لئے اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ سر انسانی جسم میں ایک اہم عضو ہے۔ اس میں تسخیر کائنات کا گودا (دماغ) بھرا ہوا ہے۔ یہ انسانی جسم میں سب سے اوپر کا حصہ ہے۔ جب دل خون کی (Purification) کے بعد اسے پمپ کرتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء کو یہ خون پہنچتا ہے۔ لیکن سر تک زیادہ خون پریشر نہ ہونے کی وجہ سے اتنا نہیں پہنچتا جتنا باقی اعضاء تک پہنچتا ہے۔ سر جو سوچنے کا مرکز یعنی دماغ کی جگہ ہے اس تک تازہ خون کی تیز فراوانی نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے سوچنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سجدے کثرت سے اور طویل کیا کرو۔ کیونکہ یہی ایک ایسی حالت ہے جب انسان کا سر نیچے اور دل اوپر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں تازہ خون براہ راست دل سے دماغ تک پہنچتا ہے اور جتنی دیر سر سجدے میں رہتا ہے اس کے روحانی فیوض و برکات کے ساتھ ساتھ طبی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ ہمیں صدق دل سے اپنی عبادت اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے کیونکہ اسی میں ہماری روحانی و جسمانی بہتری ہے۔ (آمین ثم آمین)

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جب نمازی نمز میں سیدھا کھڑا ہو تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دے اور اپنا چہرہ ہتھیلیوں کے درمیان رکھ دے اور اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔ سجدہ کے بارے میں صحاح ستہ کی ایک حدیث شریف میں آتا ہے

"مجھے سات ہڈیوں پر سجدے کا حکم ملا ہے یعنی پیشانی ' دونوں ہاتھ ' دونوں گھٹنے اور دونوں قدموں کے سرے۔ اس لحاظ سے پیشانی پر سجدہ کرنا ضروری ہے۔"

سجدے کے دوران اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سجدہ فرماتے تو اپنے پیٹ مبارک کو رانوں سے جدا رکھتے حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

سجدہ کے دوران پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھنے کے بارے میں امام بخاریؒ نے ابو حمید الساعدیؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بحالت سجدہ دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۲۵۰/۱

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپؐ کے دونوں پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپؐ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سبب سے گناہ بخشے آپؐ کے اگلوں کے اور آپؐ کے پچھلوں کے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آیا میں شکر ادا کرنے والا عبد نہ بنوں۔

حدیث نمبر۲۵۱/۲

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپؐ کے دونوں پاؤں مبارک متورم ہوجاتے۔ ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا آپؐ عبادت میں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔ تو ارشاد فرمایا آیا میں شکر کرنے والا عبد نہ بنوں؟

حدیث نمبر۲۵۲/۳

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام فرماتے ہوئے اتنی نماز پڑھتے کہ دونوں پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ اتنی لمبی نماز پڑھتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوج جاتے ہیں' حالانکہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سبب سے گناہ بخشے ' آپؐ کے اگلوں کے اور آپؐ کے پچھلوں کے۔ تو ارشاد فرمایا آیا میں شکر کرنے والا عبد نہ بنوں؟

حدیث نمبر ۲۵۳/۴

اسود بن یزیدؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ صدیقہؓ سے حضور ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہلی رات آرام فرماتے تھے ' پھر نیند سے بیدار ہوتے پس جب رات کا آخر ہوتا تو وتر پڑھتے ' پھر اپنے بستر پر تشریف فرما ہوتے ' اگر ضرورت سمجھتے تو اپنی کسی بیوی کے پاس جاتے ' جب اذان سنتے تو فوراً اٹھتے ' اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لئے چلے جاتے۔

حدیث نمبر ۲۵۴/۵

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے جنابہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تکیہ کی چوڑائی پر اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تکیہ کی لمبائی پر لیٹ گئے۔ کم وبیش آدھی رات گذر گئی کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیدار ہوئے ' آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے نیند پونچھی ' پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں ' پھر اٹھے پانی کے مشکیزہ کی جانب جو لٹکا ہوا تھا اس سے پانی لے کر نہایت ہی احسن وضو فرمایا۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا ' پھر میرا دایاں کان پکڑا اور میرا کان مروڑا۔ پھر حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو رکعت پڑھیں۔ یہ چھ بار پڑھیں ' معن نے کہا کہ چھ بار۔ پھر وتر پڑھے اس کے بعد لیٹ گئے۔ پھر موذن آیا تو حضور پاک

ﷺ اٹھے اور دو ہلکی سنتیں پڑھیں، پھر صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵

صحابہ کبارؓ اور اہل بیت عظامؓ کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ آپؐ نبی اول و نبی آخر ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امم کو یہی عقیدہ دیتے چلے آئے کہ آپؐ کے وسیلے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے جب بھی انہیں کوئی تکلیف یا مصیبت درپیش ہوتی تو وہ حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واسطہ و وسیلہ پیش کر کے رب تعالیٰ جل شانہ سے مغفرت اور مصیبت ٹلنے کی دعا کرتے تھے۔ اور خداوند قدوس اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ان کے گناہ معاف فرما دیتا اور مصیبتیں ٹال دیتا۔ انبیاء کرامؑ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ حضرت آدمؑ مسلسل کئی سال تک اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے رہے اور توبہ کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی توبہ بھی نام محمد ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے قبول فرمائی۔

اگر نام محمدؐ رانیا وردے شفیع آدمؑ
نہ آدمؑ یافتے توبہ نہ نوحؑ از غرق نجینا

انہی حقائق کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کی خدمت عالیہ میں عرض کرتے کہ آپؐ کے طفیل و صدقے سے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں اور آنے والے لوگوں کے گناہ بخش دیئے ہیں تو آپؐ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں کہ آپؐ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں۔ اور مسلسل قیام کی وجہ سے سوج جاتے ہیں۔ سید العابدین و شاکرینؐ جواباً" ارشاد فرماتے کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں کہ جس نے وہ تمام نعمتیں جو اعداد و شمار سے باہر ہیں مجھ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات پر ختم اتم کر دی ہیں۔

احادیث مبارکہ میں امت کے لئے یہ درس ہے کہ وہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ جسے جو نعمت ملی ہے وہ اس پر قناعت کرے اور جتنا ہو سکے اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ اس کی عبادت ہے۔ اور عبادت کا کمال سنت رسول مقبول ﷺ کی پیروی میں پنہاں ہے۔

حدیث نمبر ۶/۲۵۵

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رات میں تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۷/۲۵۶

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب رات کی نماز ادا نہ کر سکتے یعنی نیند کی وجہ سے یہ نماز نہ پڑھ سکتے یا آنکھوں میں نیند غالب آجاتی تو دن میں بارہ رکعت یہ نماز ادا کر لیتے۔

حدیث نمبر ۸/۲۵۷

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک رات کی نماز کے لئے بیدار ہو تو اپنی نماز کا آغاز دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ کرے۔

حدیث نمبر ۹/۲۵۸

زید بن خالد الجہنیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ آج حضور ﷺ کی نماز کو بہت ہی غور سے دیکھتا رہوں گا۔ آنحضور ﷺ کے آستانہ اقدس کی دہلیز کا میں نے تکیہ بنایا' یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خیمہ مبارک کے دروازہ پر میں نے تکیہ لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں۔ پھر حضور پاک ﷺ نے طویل طویل دو رکعتیں پڑھیں' پھر ان سے ہلکی دو رکعتیں پڑھیں' پھر وتر پڑھے اور یہ تیرہ رکعت ہو گئیں۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۶، ۷، ۸، ۹

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی　　　　نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی

احادیث مبارکہ میں سید العابدین و ساجدین حضور پرنور ﷺ کی رات کی عبادت کا ذکر پاک ہے۔ صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح نماز ادا فرماتا دیکھتے بیان کر دیتے۔ زیادہ احادیث میں یہ بیان ہے کہ آپؐ رات کی نماز میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ یعنی تہجد کے پانچ دو گانے اور تین رکعت وتر ادا فرماتے۔ پہلے دو گانے نہایت ہلکے ادا فرماتے۔ باقیوں میں طوالت فرماتے۔ بعض احادیث میں تہجد کی بارہ رکعت بیان کی گئی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی تہجد کی بارہ رکعت ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ نیند کی وجہ سے رات کو آپؐ تہجد کی نماز ادا نہ فرما سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرماتے تھے۔ یہ بھی آپؐ کا امت پر خصوصی کرم ہے۔ اور آپؐ نے سنت مبارکہ چھوڑی ہے کہ اگر نیند کی وجہ سے کوئی تہجد نماز نہ پڑھ سکے تو اسے دن میں ادا کرے۔

حدیث نمبر۲۵۹/۱۰

ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کی رمضان مبارک میں نماز کی کیا کیفیت تھی۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان اور بغیر رمضان کے گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پڑھتے چار رکعت، نہ پوچھ کہ کتنی عمدگی سے ادا فرماتے اور نہ ہی ان کے طویل ہونے کے متعلق پوچھ۔ پھر تین رکعت پڑھتے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپؐ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

حدیث نمبر ۲۶۰/۱۱

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ جس میں وتر کی ایک رکعت ہوتی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ نماز پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر آرام فرمانے کے لئے لیٹ جاتے۔

حدیث نمبر ۲۶۱/۱۲

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات کی نماز نو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲

احادیث مبارکہ سے ہمیں تعداد رکعت کے متعلق مزید روشنی ملتی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رات کی نماز میں گیارہ رکعت یعنی چار دوگانے تہجد کے اور تین رکعت وتر نہایت خشوع و خضوع، عاجزی و فروتنی اور طوالت سے ادا فرماتے تھے۔

انسان کی کیفیت وحالت کبھی کچھ ہوتی ہے تو کبھی کچھ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز تہجد میں رکعت بدل بدل کر ادا فرمائیں تاکہ امتی اپنی طبیعت کے مطابق سنت پر آسانی سے عمل کر سکیں۔

حدیث نمبر ۲۶۲/۱۳

حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ اس نے فرمایا کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز

شروع کی تو فرمایا "اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریا العظمة"' راوی کہتا ہے کہ پھر سورہ بقرہ پڑھی ' پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کی طرح طویل تھا۔ رکوع میں " سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم" پڑھتے تھے۔ پھر سر اقدس اٹھایا اور قیام بھی رکوع کی طرح تھا اور "لربی الحمد لربی الحمد" پڑھتے تھے' پھر سجدہ فرمایا اور سجدہ بھی قیام کی طرح تھا اور "سبحان ربی الاعلی سبحان ربی الاعلی" پڑھتے تھے۔ پھر سر اقدس اٹھایا یہ بھی (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) سجدہ کی طرح طویل تھا اور "رب اغفر لی رب اغفر لی" فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ سورہ بقرہ ' آل عمران ' النساء اور المائدہ یا الانعام پڑھیں ' شعبہ وہ شخص ہے جس نے یہ شک کیا ہے کہ یا مائدہ پڑھی یا الانعام پڑھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ صحابی رسول ﷺ کا کتنا بلند مقام ہے۔ ان کا ذوق و شوق 'ولولہ اور دین متین سے وارفتگی کی حد تک لگاؤ ان کی سچی جستجو کا بین ثبوت ہے۔ انہوں نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انداز عبادت اور اس کے ایک ایک جزو کو نہایت تفصیل کے ساتھ امت تک پہنچا کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ ان نفوس قدسیہ کی سچی جستجو اور دین سے لگاؤ کا ردعمل ہے کہ آج ہمارے پاس سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہر ہر ادا محفوظ ہے۔ جس سے صراط مستقیم کے راہی رہتی دنیا تک مستفید ہوتے رہیں گے۔

صحابیؓ نے آپؐ کے رنگ عبادت کو سجدہ بسجدہ ' قومہ بقومہ اور ذکر بذکر اپنے دل و دماغ میں نقش کیا اور یہ نعمت عظمیٰ ہم تک منتقل کی۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں سرے سے اسلامی کتب کا شعور ہی نہیں۔ اور جو لوگ ان کتب کا مطالعہ کرتے بھی ہیں تو وہ بڑی بے توجہی اور بے دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہمارے دکھوں کا مداوا سرکار کون و مکاں ﷺ کی اتباع میں ہے۔ اگر ہم سنت مصطفویؐ کے دائرہ امن میں آ گئے تو یہ تمام دکھ ' تکالیف ' پریشانیاں اور خوف خود بخود کافور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۲۶۳/۱۴

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجید کی ایک ہی آیت تمام رات نماز میں پڑھتے رہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۴

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرما رہی ہیں کہ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آیت کریمہ ساری رات نماز میں دہراتے اور روتے رہتے تھے۔ اس سے سرور سروراں محبوب انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کی کیفیت کا انداز کیا جا سکتا ہے کہ قلب مبارک میں امت کے لئے کتنا درد، فکر اور احساس تھا۔ عابدین و زاہدین کے لئے یہ بہترین نمونہ ہے کہ وہ قرآن پاک کی ہر ہر آیت میں پورا غور و فکر کریں۔ یقیناً قرآن مجید کا نورانی فیض ان کے قلب کو منور کرے گا۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں اپنے رب کے حضور بار بار یہ عرض کرنا کہ "یہ تیرے بندے ہیں اگر تو ان پر عذاب کرنا چاہے تو اس کا اختیار رکھتا ہے۔ یہ تیرا عدل ہو گا۔ اور اگر انہیں معاف کرنا چاہے تو رحمٰن اور رؤف و رحیم ہے ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔" معلوم ہوا کہ آپؐ اپنی امت کی کوتاہیوں، بے راہرویوں اور فروگزاشتوں سے واقف ہیں۔ اور اپنے رب سے التجا کر رہے ہیں کہ اگر تو عدل کرے تو ان پر عذاب لازم ہے۔ اے بار الٰہ میں تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں۔ تو اپنی قدرت کاملہ سے ان پر رحم فرما اور انہیں بخش دے۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، بلندی، رفعت اور شان کس طرح بیان ہو۔ مولود ہوتے ہی اپنی امت کیلئے دعا فرما رہے ہیں، غاروں میں امت کا غم ساتھ ہے، رات کی عبادتوں میں یہی فکر ہے کہ میری امت بخش دی جائے، معراج کی رات اپنے رب کی اتنی قربت حاصل ہوئی کہ "قاب قوسین او ادنٰی" کے مقام پر پہنچے مگر امت کو بخشوانے کے لئے وہاں بھی بے تاب ہیں۔ اور جب بروز محشر میزان لگے گا تو بھی آپؐ کی زبان اقدس پر امتی امتی ہو گا۔ شاعر رسالت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کی گستاخیوں

کا جواب منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہو کر دیتے ہیں کہ یہ وہ عظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنکی طبیعت مبارک میں وفا ہی وفا ہے۔ اور امت کی بخشش کا ہر وقت دھیان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفا و عطا مقام محمود تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض رحیمانہ و کریمانہ ہے کہ آج ہم میں ایمان کا چھوٹا سا ذرہ موجود ہے اس میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ رحمت للعالمین ﷺ کی دعاؤں کا ثمر و نتیجہ ہے۔ یہ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت غیر مترقبہ اور بے پایاں فیض و کرم ہی ہے کہ شیطان کی تلوار کی دھار سے بھی تیز و تند ترکیبوں، گمراہیوں اور ممنوعات شرعیہ کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا نام لیتے ہیں۔ حالانکہ گھر گھر ٹی وی، وی سی آر اور ڈش کی شکل میں شیطان نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ یہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے کہ جب وہ کوہ طور پر گئے تو پیچھے اپنے بھائی جو کہ نبی تھے کو چھوڑ گئے تاکہ قوم گمراہ نہ ہو۔ سامری نے ایک کھلونا بنایا جس سے گائے کے بچھڑے کی آواز پیدا ہوئی۔ قوم موسیٰؑ نے جب یہ کرشمہ دیکھا تو فوراً" اس کی پوجا شروع کر دی۔ اور اپنے مالک حقیقی کو بھول گئی۔ آج کا انسان جو کرشمے دکھا رہا ہے ان سے ہر کوئی واقف ہے اور اب تو اس نے مریخ پر بھی کمندیں ڈال دی ہیں لیکن یہ آقاؐ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ ہم ان کمالات سے موعوب نہیں ہوتے۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ محبوب کبریا ﷺ نے توحید کی ایسی کامل و اکمل تعلیم سکھائی ہے کہ شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ آپؐ نبی آخر الزمان ﷺ ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپؐ کی تعلیمات کامل و اکمل اور جامع ہیں۔ آج اگر دین کے نام پر لاکھوں لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو یہ دینی جماعتوں کا کمال نہیں بلکہ یہ دین متین کی سچی تڑپ ہے جو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت و عبادت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کا سہرا حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر ہے۔ جبکہ آپؐ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۴/۱۵

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لمبا قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک امر قبیح کا ارادہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا وہ کیا ارادہ تھا انہوں نے کہا میں نے بیٹھنے کا ارادہ کر لیا تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا چھوڑ دینے کا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۵

حدیث مبارکہ سے صحابیؓ کی محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام لمبا فرمایا تو صحابیؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بیٹھ جاؤں۔ صحابہ کرامؓ کی یہ عظمت ہے کہ وہ دل کی کیفیت کو چھپاتے نہیں تھے بلکہ کھول کر بیان کر دیتے تھے تاکہ ساری امت نور حاصل کر سکے۔

حدیث نمبر ۲۶۵/۱۶

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پس قرات فرماتے بیٹھے ہوئے، پس جب قرات میں تیس یا چالیس کے قریب آیتیں باقی رہتیں تو کھڑے ہو جاتے اور باقی قیام میں پڑھتے، پھر رکوع اور سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا فرماتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۶

حدیث مبارکہ سے ہم تک یہ روشنی پہنچی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر خیال رکھتی تھیں۔ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ اگر عبادت میں مصروف ہوتے تو آپؓ ان پر نگاہ جمائے رکھتی تھیں۔ یہ آپؓ کے لازوال پیار و محبت کی بین دلیل ہے۔ امت کی تمام بیویوں کیلئے یہ درس ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کا ہر طرح سے خیال رکھیں اور ان سے پیار و محبت کریں۔ یہ نہ ہو کہ دن چڑھے تک سوتی رہیں اور معلوم نہ ہو کہ

خاوند کیا کر رہا ہے۔

اکثر احادیث میں حضور کائنات ﷺ کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پیار و محبت فرمانا معروف ہے۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہؓ کو بھی حضور پر نور ﷺ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ پیار کا جذبہ دل میں ہوتا ہے۔ دونوں نفوس قدسیہ کے دلوں میں پیار کی بہار موجود تھی۔ ذرا اس گلزار عشق کا بھی اندازہ لگائیے۔ اللہ کرے کہ اس کی بو و مہک ہمارے گھروں میں بھی نظر آئے۔

حدیث نمبر ۲۶۶/۱۷

عبداللہ بن شقیقؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے طویل حصہ میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے تھے۔ اور طویل حصہ میں بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے۔ پس جب قیام کی حالت میں قرات فرماتے تو رکوع اور سجدہ بھی قیام ہی کے دوران کرتے۔ اور جب بیٹھنے کی حالت میں قرات فرماتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے ہوئے فرماتے۔

حدیث نمبر ۲۶۷/۱۸

جنابہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ اپنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور قرآن کی کوئی ایک سورۃ پڑھتے۔ اور اسے ترتیل سے پڑھتے تاآنکہ وہ سورۃ اپنے سے لمبی سورت سے بڑھ جاتی۔

حدیث نمبر ۲۶۸/۱۹

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال مبارک کے قریب ایام میں نفلی نماز بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹

انسان اگر بیمار و کمزور یا عمر کے آخری حصے میں ہو تو وہ اپنی عبادات کے معمولات سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں انجام دے سکتا ہے۔ بعض لوگ اپنی عبادات کو آہستہ آہستہ بڑھاتے ہیں۔ اور اپنے اذکار اور نوافل میں بتدریج اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ مگر زندگی کے آخری حصوں میں ان کو پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جس سے وہ پریشان ہوتے ہیں۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے پریشان حال لوگوں کے لئے اپنی سنت پاک کا نقش چھوڑا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو کر وہ پریشانی سے نجات پا سکتے ہیں اور روحانی تسکین کے موتی سمیٹ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"میں ہر ایک پر اسکی استعداد کے مطابق بوجھ ڈالتا ہوں۔" (بقرہ ۲۸۶)

ہمارے دین میں وسعت اور آسانی ہے۔ عبادت کے معاملہ میں یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اگر انسان کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۹/۲۰

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز سے پہلے اور بعد دو رکعت اور مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۲۷۰/۲۱

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری ہمشیرہ ام المومنین جنابہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جس وقت اذان دینے والا اذان دیتا صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد تو حضور ﷺ دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ نافع نے کہا کہ وہ دو رکعت ہلکی ہوتی تھیں۔

حدیث نمبر۱۷۱/۲۲

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھ رکعت ازبر کی ہیں۔ دو رکعت ظہر کی نماز سے پہلے اور دو رکعت ظہر کی نماز کے بعد۔ اور دو رکعت مغرب کی نماز کے بعد اور دو رکعت عشاء کی نماز کے بعد۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے میری بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ دو رکعت صبح کی۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دو سنتیں نہیں دیکھیں۔

حدیث نمبر۱۷۲/۲۳

عبداللہ بن شقیقؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے متعلق میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا انہوں نے ارشاد فرمایا دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲۰،۲۱،۲۲،۲۳

امام بخاریؒ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے۔ یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے۔ احناف کے نزدیک ظہر سے قبل چار اور فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ہے۔

حدیث نمبر۱۷۳/۲۴

عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان نوافل کے بارے میں عرض کیا جو کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دن میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھتے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ جو ہم میں سے طاقت رکھتا ہوگا وہ پڑھے گا۔ تو امام الاولیاء کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت جب سورج آسمان پر اتنا چڑھ جاتا ہے جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے۔ اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہو جاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت چار رکعت (نماز چاشت) پڑھتے تھے۔ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے اور ظہر کے بعد دو رکعت اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے۔ چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین، انبیاءؑ اور مومنین پر سلام بھیجتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲۴

مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے ان اوقات کار میں نماز پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔ نیز یہ روشنی بھی ملی کہ ملائکہ مقربین، انبیاءؑ اور مومنین پر سلام بھیجنا جائز ہے۔ عابدین و زاہدین کو چاہیے کہ وہ ان پر سلام بھیجیں۔ ایسا کرنا قرین ادب ہے۔ صلحائے امت کا یہی طریقہ رہا ہے۔ امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی اسکی تائید فرما رہے ہیں۔ رب تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے

"جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ مومنین پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔" (مومن، ۷)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔" (بقرہ، ۱۵۲)

جب عرش والے فرشتے مومنین پر سلام بھیجتے ہیں تو مومنین بھی ان پر سلام بھیجیں۔ یہ فرشتوں کے ساتھ ایک رابطہ و تعلق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر41

باب صلوٰۃ الضحیٰ

یہ باب چاشت کی نماز کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۷۴/۱

معاذہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! چار رکعت اور جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا زیادہ فرما دیتے۔

حدیث نمبر ۲۷۵/۲

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز چاشت چھ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۷۶/۳

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ام ہانیؓ کے سوا مجھے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز چاشت پڑھنے کی خبر نہیں دی۔ پس بے شک ام ہانیؓ نے بیان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے گھر میں فتح مکہ کے دن تشریف لے گئے پھر غسل فرمایا، پھر آٹھ رکعت نماز نفل پڑھی، میں نے اس نماز سے ہلکی نماز حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نہیں دیکھی مگر یہ کہ آپؐ رکوع اور سجدے پورے پورے کر رہے تھے۔

حدیث نمبر۲۷۷/۴

عبداللہ بن شقیقؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے ' فرمایا نہیں مگر جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پڑھتے۔

حدیث نمبر۲۷۸/۵

ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب کبھی ترک ہی نہیں فرمائیں گے اور جب ترک فرماتے تھے تو ہم لوگ کہتے کہ اب گویا نہیں پڑھیں گے۔

حدیث نمبر۲۷۹/۶

ابی ایوب انصاریؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زوال سورج کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپؐ زوال آفتاب کے بعد یہ رکعت چہار مداومت سے پڑھتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا بے شک زوال آفتاب کے بعد آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پس ظہر کی نماز پڑھنے کے وقت تک بند نہیں ہوتے۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی نیک کام اس وقت آسمان پر پہنچ جائے۔ میں نے عرض کیا کیا ہر ایک رکعت میں قرات ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں نے عرض کیا ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔

حدیث نمبر۲۸۰/۷

عبداللہ بن سائبؓ سے روایت ہے یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر سے

پہلے زوال آفتاب کے بعد چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے بے شک وہ ایک ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پس میں بہت پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی نیک عمل اس وقت بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائے۔

حدیث نمبر ۲۸۱/۸

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال کے بعد ان کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرات پڑھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱ تا ۸

احناف کے نزدیک سورج کی ٹکیہ جب پوری طرح چمکنے لگے اور اس سے زردی ہٹ جائے تو اس وقت سے زوال تک کے وقت کو چاشت کا وقت کہتے ہیں۔

چاشت کی نماز اگر صبح کو پڑھی جائے جس طرح اہل احناف پڑھتے ہیں تو جتنی رکعت بھی پڑھی جائیں تیزی سے پڑھی جائیں۔ سنت یہ ہے کہ چار یا چار سے زیادہ رکعت پڑھنی چاہییں۔ نماز چاشت زوال آفتاب کے بعد یعنی ظہر سے قبل پڑھنا مقصود ہو تو ذرا طوالت کرنی چاہیے کیونکہ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں اور طلب گاروں اور شکرگزاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم عام ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اس سلسلے میں جو اہتمام کر رکھا ہے وہ سب درست ہے۔ کیونکہ ان کا ہر ہر عمل سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزین ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر42

باب صلوٰۃ التطوع فی البیت

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے گھر میں نفلی نماز پڑھنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں ایک حدیث ہے)

حدیث نمبر ۱/۲۸۲

عبداللہ بن سعدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہیں یا مسجد میں۔ ارشاد فرمایا کیا تو دیکھتا نہیں کہ یقیناً میرا گھر مسجد کے کتنا ہی قریب ہے مگر میں گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس سے کہ مسجد میں نماز پڑھوں سوائے فرض نماز کے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۱

حدیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھر کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر پاک سے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے اور نوافل کی ادائیگی گھروں میں کرنی چاہیے۔ اس میں مزید حکمت یہ ہے کہ مساجد میں کافی لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے ان کے سامنے نوافل ادا کرتے ہوئے دل میں کہیں ریاکاری نہ آجائے۔ جس سے اعمال برباد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ریا و غرور شیطان کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ریاکاری سے محفوظ فرمائے کیونکہ یہ بہت مہلک مرض ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ ریا انسان کے دل میں اس طرح داخل ہوتا ہے۔ جیسے احد پہاڑ پر چیونٹی رینگ رہی ہے اور تمہیں اس کی آواز نہیں سنائی دے رہی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 43

باب ماجاء فی صوم رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے روزوں کے بیان میں ہے

(اس باب میں سولہ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۲۸۳/۱

عبداللہ بن شقیقؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب سرور کائنات ﷺ روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہم لوگ یہ خیال کرتے کہ اب آپؐ روزہ ہی رکھیں گے۔ اور جب افطار فرماتے تو ہم لوگ یہی خیال کرتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور فرمایا لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

روزوں کا مفہوم علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز، فکر اور علمی پہنچ کے مطابق بیان کیا ہے۔ صوم کے معنی رک جانا یا ٹھہر جانا کے ہیں۔ یعنی روزے کی حالت میں ان تمام چیزوں سے رک جانا جو عام حالات میں حلال ہیں۔ تمام جسمانی و روحانی امراض کا مرکز پیٹ ہے۔ اور یہ پیٹ ہی کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت سے روزے رکھ کر امت کو یہ درس دیا کہ اگر جسمانی وروحانی آسودگی چاہتے ہو تو میری سنت مبارکہ کی پیروی کرو۔ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کو بنیاد بنا کر جسمانی و روحانی امراض سے بچنے کیلئے یہ حکیمانہ تعلیم

عطا فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ حضور کائنات ﷺ کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے ۔ (آمین)

حدیث نمبر ۲۸۴/۲

انس بن مالکؓ سے روایت ہے یہ کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو جناب انسؓ نے جواب دیا کہ کسی ماہ میں تو اتنے روزے رکھتے تھے کہ یہ خیال ہونے لگتا کہ اس میں افطار کرنے کا ارادہ ہی نہیں ۔ اور کسی مہینہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ آپؐ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے ۔ اگر تم رات کو نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھنا چاہتے ہو تو ضرور دیکھ لو گے اور اگر سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو وہ بھی میسر ہے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

حضرت انس بن مالکؓ جنہیں قرب رسول ﷺ کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی وہ اپنے مشاہدے کی بات کر رہے ہیں ۔ لیکن ہمیں یہ محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تڑپ اور وارفتگی لگتی ہے کہ وہ ہروقت حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی نگاہ و تصور میں رکھتے تھے ۔ اور آپؐ کے جسم اقدس کو کعبہ بنایا ہوا تھا ۔ یعنی وہ فنافی الرسولؐ تھے ۔ صوفیائے کرامؒ نے عشق و محبت کی تین منازل مقرر کی ہیں ۔ فنافی الشیخ ، فنافی الرسولؐ اور فنافی اللہ ۔ موجودہ دور میں ہمیں اس نصاب کی طرف زیادہ غور و فکر کرنا چاہیے ۔ اسی میں ہماری کامیابی ہے ۔

حدیث نمبر ۲۸۵/۳

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی مہینہ میں اکثر روزے رکھتے تھے کہ ہمارا خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں افطار نہیں فرمائیں گے ۔ اور کسی مہینہ میں مسلسل افطار ہی فرماتے کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب اس ماہ میں روزے رکھنے کا ارادہ ہی نہیں ۔ اور مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

دین متین میں آسانی ہی اسکی بنیاد ہے ۔ اور آپؐ نے روزوں میں مدانعت یعنی وقفہ کی تعلیم فرمائی ۔ اور یہ آزادی دی کہ (رمضان کے علاوہ) چاہے رکھو یا نہ رکھو مگر اتنی بھی غفلت نہ ہو جتنی ہمارے اندر آگئی ہے۔

حدیث نمبر۲۸۶/۴

ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سوائے شعبان و رمضان کے کہ دو مہینے پے درپے روزے رکھے ہوں۔

حدیث نمبر۲۸۷/۵

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سوائے شعبان کے مہینہ کے دوسرے کسی مہینہ میں بہت زیادہ روزے (نفلی) رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان میں بہت کم افطار فرماتے ۔ زیادہ روزے ہی رکھتے بلکہ سارا مہینہ روزے ہی رکھتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴، ۵

احادیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ آپؐ شعبان اور رمضان کے روزے متواتر رکھتے رہے۔ اور وصال مبارک کے سال زیادہ روزے رکھے ۔ اس عمل پاک سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ ہدایت تعلیم فرمائی ہے کہ زیادہ روزے رکھنا ہر لحاظ سے بہتر ہے ۔ سرتاج ولایت حضرت علیؓ کی بہادری، جوانمردی اور جنگیں تاریخ عالم میں بے مثل ہیں ۔ آپؓ اللہ تعالٰی کے شیر تھے ۔ آپؓ کی طاقت کا سکہ محکم و مسلم ہے ۔ آپؓ فقر رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس تھے ۔ یہ کمالات آپؓ کو فقر کی وجہ سے ملے۔

نقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
نقر ہے میروں کا میر نقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
نقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم روٹی کپڑا کی لڑائی میں اپنے دین کی اساس کو بھول چکے ہیں۔ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کھلے عام ہو رہا ہے۔ ملحدین کے نظریات و تفکرات مسلمانوں نے اپنا لئے ہیں۔ جس کا ردعمل یہ ہوا ہے کہ ذرا سی پریشانی میں یا تو خود سوزی کی جاتی ہے یا پھر نشے کا سہارا لیا جاتا ہے۔

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کی نعمت کے ذریعے روحانی قوت حاصل کرنے کا درس تعلیم فرمایا ہے۔ جبکہ ہمیں ایک دن بھی فاقہ آ جائے تو نجانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ یہ تو ہماری ایمانی حالت ہے۔ اوپر سے دعوے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ خداوند کریم عمل کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث نمبر۲۸۸/۶

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینہ کے ابتداء مین تین دن روزہ رکھتے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۲۸۹/۷

معاذہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا ہر مہینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے عرض کیا کون سے دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ ارشاد فرمایا اس بات کی پرواہ نہیں فرماتے تھے کہ کون سے دنوں میں روزہ رکھیں۔

حدیث نمبر۲۹۰/۸

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ رکھنے کا قصد پیر اور جمعرات کو فرمایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۲۹۱/۹

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ شعبان کے مہینہ میں جتنے زیادہ روزے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے تھے دوسرے کسی اور مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۲۹۲/۱۰

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اعمال پیر و جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں۔ پس میں بہت پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔

حدیث نمبر۲۹۳/۱۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مہینہ میں تو ہفتہ' اتوار اور پیر کو روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک مہینہ میں منگل' بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۲۹۴/۱۲

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی قریش عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن روزہ

رکھتے ۔ پھر جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ۔ پس جب رمضان فرض کیا گیا اور مختص ہو گیا فرض رمضان میں ہی ' اور ترک کر دیا عاشورہ کو ۔ لہٰذا اب جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے ۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۶ تا ۱۲

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپؐ تمام ایام میں روزے رکھتے تھے ۔ خصوصاً پیر و جمعرات اور چاند کی تیرہ ' چودہ اور پندرہ تاریخ کو ۔ جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ عاشورہ کا دن تھا اور یہودیوں نے روزہ رکھا ہوا تھا ۔ آپؐ نے اسی وقت عزم فرمایا کہ آئندہ سال ان دنوں میں دو روزے رکھوں گا ۔ کیونکہ ہم پر روزے رکھنے کا زیادہ حق ہے ۔ ان احادیث سے جو تاثرات و واردات ہمارے قلوب پر اترتے ہیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے ۔ اور سب سے عظیم سبق یہ ہے کہ آپؐ نے روزوں کیلئے بڑی محنت فرمائی ۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم تھا کہ آنے والے دور میں انسان کیلئے پیٹ کو قابو کرنا اور ضبط میں رکھنا بہت مشکل ہو گا۔ اس لئے آپؐ نے علاج کیلئے اپنی سنت مبارکہ کا نور سب کے لئے چھوڑا تاکہ امتی پریشان حال نہ رہے ۔ آج کا انسان جو مریخ پر قدم جما رہا ہے اس کا صرف یہی مقصد نظر آتا ہے کہ کسی طرح پیٹ کو بھرا جائے ۔ سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود بھی پیٹ کی حرص ختم نہیں ہوتی ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے

"پیٹ کو سوائے قبر کی مٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔"

موت کے آنے سے پیشتر پیٹ کو قابو کرنا اور ضبط میں لانا ہی کامیابی و کامرانی اور درس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔ یہ نہ صرف دین کی متاع عزیز ہے بلکہ انسان کے شر سے انسانیت کی حفاظت بھی اسی میں مضمر ہے ۔ اور اگر پیٹ دنیا کی حرص و لالچ میں پڑ گیا تو پھر اس کا نتیجہ فساد ہے جسے آجکل ہر کوئی دیکھ رہا ہے ۔

حدیث نمبر ۲۹۵/۱۳

علقمہؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا سے پوچھا' کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دن کو دنوں میں سے روزے کیلئے خاص فرماتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل دائمی ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ایسی طاقت رکھتا ہے جیسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳

ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل کرتے ہوئے ایصالی روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ بغیر سحر و افطار کے روزوں کو ایصالی روزے کہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ بہت کمزور ہو گئے۔ چہرے ماند پڑ گئے۔ کمزوری کی وجہ سے برا حال ہو گیا۔ کوئی یہاں نڈھال ہے تو کوئی وہاں' کوئی یہاں گر رہا ہے تو کوئی وہاں۔ انہیں اس حال میں دیکھ کر سرور انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی تو نہایت نحیف و کمزور آواز میں عرض کیا کہ ہم نے آپؐ کو ایصالی روزے رکھتے دیکھ کر ایسا کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ایکم مثلی" کیا تم میری مثال ہو؟

اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سوالی سے مخاطب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری امت کو درس تعلیم فرما رہی ہیں کہ تم میں وہ طاقت کہاں جو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی۔ آپؐ میں طاقت رسالت تھی اور آپؐ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

موجودہ دور جدید ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ انسان نے اپنی سہولیات کیلئے نئی نئی ایجادات کی ہیں۔ گرمی ہو یا سردی ان سے بچنے کی کئی چیزیں منظرعام پر آچکی ہیں۔ ریموٹ کنٹرول کا استعمال ہر نئی ایجاد میں ہو رہا ہے۔ زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم اختلافات کے بھنور میں بری طرح پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اور اتنے لاغر' بے حس' آرام طلب اور سہل پسند ہو گئے ہیں کہ ہم میں ریموٹ کا بٹن دبانے کی بھی سکت باقی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں دنیا میں ذلت و رسوائی کا سامنا ہے اور قرآنی و روحانی طاقت بھی میسر نہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہم یونہی اندھیرے میں بھٹکتے رہیں گے۔

حدیث نمبر۲۹۶/ ۱۴

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور پاکؐ گھر میں جلوہ افروز ہوئے اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کون ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں ہے جو کہ ساری رات نہیں سوتی ۔ پس رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا جتنی تم طاقت رکھتے ہو اتنے ہی نیک عمل کرو ۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ وہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم خود تھک جاؤ گے ۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ بات بہت پسندیدہ تھی کہ اس پر عمل کرنے والا مداومت کرے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۴

قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیت مبارکہ کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ۔ نفس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے اور وہی اسکی طاقت سے واقف ہے ۔جس طرح انسان شکل و صورت اور عقل کے اعتبار سے مختلف ہیں اسی طرح نفس کے اعتبار سے بھی ایک جیسے نہیں ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی تقسیم ہے ۔ اسی تقسیم میں ایک گروہ یا جماعت اولیائے کرام کی بھی ہے جو چنے ہوئے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں ۔ ان کی عبادات و اذکار اور ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے جسے جتنی فطری طاقت ودیعت کی ہے حکم یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرو ۔ جو عمل گراں گزرے اسے چھوڑ دو ۔ جتنا عمل کر سکتے ہو اتنا ہی کرو کیونکہ اگر جسم و ذہن پر بوجھ پڑے تو راہ فرار اختیار کی جاتی ہے جو مناسب نہیں ۔اولیائے کرام کے نزدیک تو دنیا ایک دن ہے جس میں وہ روزے سے ہیں ۔ ان مقدس ہستیوں نے اسے عمل کے ذریعے ثابت کیا ہے ۔ حدیث مبارکہ سے یہ قاعدہ کلیہ ملا کہ جس کی جتنی استطاعت ہو اتنا ہی عمل کرے ۔

حدیث نمبر۲۹۷/ ۱۵

ابی صالحؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدہ ام

سلمہؓ سے پوچھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل محبوب تر تھا۔ ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ عمل جو کہ دائمی کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۵

حدیث مبارکہ سے یہ واضح نور ہدایت ملا کہ عمل چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو لیکن متواتر کیا جائے اور اس میں ہیشگی اور دوام ہو۔ یہ بات حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تر ہے۔ درس سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں مستقل مزاجی کی تعلیم مل رہی ہے۔ کیونکہ کامیابی ہمیشہ اسی کے قدم چومتی ہے جو مسلسل عمل کرتا ہے۔ پانی کا ایک قطرہ اگر پتھر پر مسلسل گرتا رہے تو پتھر میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ہر کام کو درمیان میں چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک تنظیم سے لے کر حکومت تک اور ایک فرد سے لے کر پوری جماعت تک سب کا یہی حال ہے۔ لیکن حیرانگی اس بات پر ہے کہ ساری قوم عیاشی، بدعنوانی، رشوت ستانی اور ہر شیطانی کام میں مستقل مزاجی سے رواں دواں ہے۔ اور سارے حدود و قیود کو تہس نہس کرنے کی فکر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مستقل مزاجی سے عمل کرنے کی وجدانی کیفیت پیدا فرمائے۔ تاکہ ہم دوسری اقوام کے لئے نمونہ بن سکیں اور امت وسطیٰ ہونے حق ادا کریں۔ اور بھٹکتی ہوئی انسانیت جو ایک بدترین جنگ میں گھر چکی ہے کو درس امن و سلامتی دیں۔ اور امن قائم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔

حدیث نمبر۲۹۸/۱۶

عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ پھر وضو کیا، پھر اٹھے نماز پڑھی۔ میں نے حضور پاکؐ کی اقتداء کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع فرمائی۔ جب بھی کوئی رحمت کی آیت تلاوت فرماتے تو ٹھہر جاتے۔ پس دعا فرماتے اور جب بھی کوئی عذاب کی آیت تلاوت فرماتے تو ٹھہر جاتے اور عذاب الٰہی سے پناہ

مانگتے ۔ پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کے برابر کیا اور رکوع میں "سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة" پڑھتے رہے اور سجدے میں بھی "سبحٰن ذی الجبروت و الملکوت و الکبریا ولعظمة" پڑھتے رہے اور سجدہ بھی رکوع کے برابر فرمایا ۔ پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران تلاوت فرمائی ۔ اسی طرح ہر ایک رکعت میں ایک ایک سورہ تلاوت فرماتے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۶

اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی تمام مخلوقات سے افضل تخلیق فرمایا ہے ۔اور اسے اشرف المخلوقات کا لقب ملا ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام افعال کا مرکز دل کو قرار دیا ہے ۔ حدیث مبارکہ کے مطابق حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رحمت کی آیات مبارکہ تلاوت فرماتے تو قلب مبارک میں ان کی لذت محسوس فرماتے تھے ۔ آپؐ کے ظاہری اعمال قرآن کے الفاظ میں ڈھلے اور انکے اثرات آپؐ کے قلب مبارک میں وارد ہوتے ۔ رب کریم کے کلام سے دل کا تقاضا اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے قیام، رکوع اور سجود طویل ہوتے گئے ۔ اسی حالت کو صحابیؓ نے بیان فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی سچی تڑپ و تمنا پیدا فرمائے تاکہ وارفتگی پیدا ہو اور وارفتگی میں جسم و جان کو راحت و آرام نصیب ہو ۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی اتباع میں عابدین و ساجدین تاقیامت عبادت کے دل آویز مناظر پیش کرتے رہیں گے ۔ وہ قیام اور رکوع و سجود کی طوالت میں سیدالعابدین ﷺ کی پیروی کرتے رہیں گے ۔ ان کا ادب و احترام کرنا ضروری ہے ۔ ان پر اعتراض کرنا اور طرح طرح کی باتیں بنانا کم عقلی کی دلیل ہے ۔ اعتراض انسان کو نعمت سے محروم کر دیتا ہے ۔ جبکہ پسندیدگی، ادب و تعظیم کی وجہ سے ممکن ہے کچھ خیرات ہماری جھولی میں بھی آ جائے اور ایسی کوئی ایک رات، ایک نماز، ایک رکوع یا ایک سجدہ میسر آ جائے جس سے ہمارے مردہ جسم میں روح پڑ جائے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر44

باب ماجاء فی قراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی قرات قرآن مجید کے بیان میں ہے

(اس باب میں آٹھ احادیث ہیں)

تلاوت سے مراد ہے ترتیل سے پڑھنا۔ یعنی قرآن حکیم کو ترتیل و تجوید سے پڑھنا۔ تجوید القرآن بطور فن کے ایک مستقل شعبہ ہے اور اب یہ قانون کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جو لوگ تجوید اور ترتیل کے فن سے واقف ہیں قاری کہلاتے ہیں۔ قرآن حکیم کی سات قراتیں ہیں۔ یہ تمام کی تمام درست ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت افضل عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ جزوی تقسیم سے پاک ہے۔ اس کا فیض تا قیامت جاری و ساری رہے گا اور دلوں کو منور کرتا رہے گا۔ قرآن مجید کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اگر کوئی قاری "الم" پڑھے تو یہ تین حروف بنتے ہیں۔ تین حروف کی تلاوت کا یہ فیض ہے کہ قاری کو تیس نیکیاں مل جاتی ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ' صفات اور احکامات کی تفسیر ہے بلکہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و سیرت طیبہ کی تفسیر بھی ہے۔ لہٰذا اس کے ہر ہر حرف کو پورے خشوع و خضوع اور مخارج سے پڑھنا چاہیے۔ ز' ض' ذ اور س' ث' ص کے مخارج سے آگاہی انتہائی ضروری ہے۔

اچھی آواز نعمت خداوندی ہے۔ اور اگر اسی آواز سے تلاوت قرآن مجید کی جائے تو یہ نہ صرف دلوں کو نرم کرتی ہے بلکہ دل کی حالت کو بھی بدلتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جستجو کیلئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا عطیہ خداوندی ہے۔

حدیث نمبر ۱/۲۹۹

یعلی بن مملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ اس نے ام سلمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے قرآن مجید پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے کے طریقہ پر۔ اور حروف کو ادا کیا روشن، واضح اور الگ الگ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام اللہ یعنی قرآن مجید کی نہایت ہی اطمینان و سکون، رک رک کر، خشوع و خضوع اور وقار سے تلاوت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لہجہ انتہائی اثر انگیز ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ الفاظ کے مخارج (جسے تجوید القرآن کہتے ہیں) پر تلاوت فرماتے تھے۔ حدیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ ہم عمر بھر اپنی تلاوت میں تصحیح کریں اور تجوید القرآن کے اصولوں کے مطابق پڑھنے کی حتی المقدور سعی کریں۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ معنی پر بھی پورا غور و فکر کریں تاکہ ہماری زندگی کا رنگ صبغت اللہ میں ڈھل جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کی رضا میں رنگنے کیلئے خداوند قدوس نے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

حدیث نمبر۳۰۰/۲

ابی قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت قرآن مجید کس طرح تھی، انہوں نے فرمایا کہ مد سے پڑھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

جہاں مد آتی تھی اس کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ یعنی حروف علت کو بلا افراط لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم حفاظ کرام اور قاری حضرات سے اس طرز پر پڑھنا سیکھیں تاکہ اتباع سنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر سکیں۔ احادیث مبارکہ سے یہ روشنی بھی ملتی ہے کہ آپؐ بلند آواز سے بھی تلاوت فرماتے اور آہستگی سے بھی۔

حدیث نمبر ۳۰۱/۳

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قرات میں قرآن مجید کی آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے ۔ کہ "الحمد للہ رب العلمین" پھر ٹھہر جاتے ' پھر پڑھتے "الرحمٰن الرحیم" پھر ٹھہر جاتے ' پھر "مالک یوم الدین" پڑھتے تھے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر ' جدا جدا کر کے انتہائی اطمینان اور سکون سے پڑھنا چاہیے تاکہ ہر حرف کو صحیح مخارج سے ادا کیا جا سکے ۔

حدیث نمبر ۳۰۲/۴

عبداللہ بن ابی قیسؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی قرات کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ آہستہ تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے ۔ انہوں نے فرمایا دونوں طرح پر ' کبھی تو آہستہ اور کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے ۔ میں نے کہا کہ ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے دین کے امور میں فراخی عطا فرمائی ۔

حدیث نمبر ۳۰۳/۵

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تلاوت قرآن مجید کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں فرماتے تھے اپنے بستر پر سنتی تھی ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴'۵

حدیث نمبر ۴'۵ کے تاثرات وواردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۶/۳۰۴

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا اس حال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم "انا فتحنالک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر" کی آیہ کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ آخر سورۃ تک پڑھا اور نہایت خوش آوازی سے پڑھتے تھے۔ شعبہؒ نے کہا کہ معاویہ بن قرۃؓ نے کہا اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی آواز اور لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۶

فتح مکہ یوم سعید اور یوم حمید و مجید تھا۔ یہ دن اپنی نوعیت' واقعیت' حقیقت اور اہمیت کے اعتبار سے بے مثل و بے مثیل ہے۔ شہر مکہ میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت عظامؓ اور صحابہ کرامؓ پر دس سال تک ظلم و جبر' وحشت و بربریت اور غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا۔ اور انہیں تمام ممکنہ تکالیف اور مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا۔ جب سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوئے تو آپؐ کی زبان پر کلمہ شکر تھا۔ اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں سورہ فتح تلاوت فرما رہے تھے۔ اس دن آپؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔ آپؐ نے اس دن کسی ہنگامی حالت کا اعلان نہ فرما کر رہتی دنیا تک اسلامی جہاد کی روح کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ثبت کر دیا کہ اسلامی جہاد اللہ تعالیٰ کے کلام اور نظام کی سربلندی کے لئے ہوتا ہے۔

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی ہدایات کے مطابق مفتوح' ظالم و جابر دشمنان اسلام کے ساتھ عفو و درگزر سے مزین رحیمانہ و کریمانہ سلوک فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ

اسلام کے تصور جہاد کی حیثیت بالکل ایسے ہے جس طرح جسم پر کوئی زہریلا پھوڑا نکل آئے تو اسے چیرا پھاڑا جاتا ہے اور اس سے زہریلا مواد نکال کر پٹی باندھی جاتی ہے تاکہ وہ ٹھیک ہو سکے۔ آپریشن کے وقت سرجن اپنی پوری نگاہ اس زہریلے مواد پر رکھتا ہے جسے نکالنا مقصود ہوتا ہے۔ جس چیز کو کاٹنا ہو وہ اسے کاٹتا ہے اور جسے نہیں کاٹنا ہوتا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ نے بھی فتح مکہ کے دن اسی حکمت کو نہ صرف روا رکھا بلکہ قیامت تک کے لئے جہاد جو دین کی بنیاد ہے کی حدود بھی مقرر فرمادیں۔ آپؐ کی سنت مبارکہ سے آگے بڑھنا افراط ہے اور پیچھے رہنا تفریط۔

حدیث نمبر۳۰۵/۷

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوش رو اور خوش آواز مبعوث فرمایا اور تمہارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے اور آواز گلے میں گھما کر نہیں پڑھتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۷

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری شکل وصورت کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا چہرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا حلق (گلا) عطا فرمایا جسے اللہ تعالیٰ کا لہجہ بننا تھا۔ اس لئے آپؐ کو کسی قسم کی زحمت یا تکلیف نہیں کرنی پڑتی تھی۔ آپؐ کی آواز و سوز میں اللہ کی آواز اور قرآن کا سوز تھا۔ کتنے خوش قسمت تھے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کہ جنہیں رب تعالیٰ نے ایسے بے مثل حسن و جمال کا دیدار نصیب فرمایا اور ایسی دلنشیں آواز مبارک سننے کا شرف بخشا۔ کیونکہ آپؐ سب سے زیادہ حسین لہجہ کے مالک تھے۔

آپؐ کی آواز مبارک تمام پیغمبروں اور رسولوں سے دل کشا تھی۔ یعنی آپؐ سب سے زیادہ حسین آواز والے تھے۔ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپؐ قرآن مجید کو راگ رنگ میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو خوبصورت آواز آپؐ کو بخشی تھی اسی خوش آوازی کے لہجہ میں تلاوت فرماتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اے حبیب ﷺ! اپنی زبان نہ ہلا۔" (قیمہ، ۱۶)

قرآن مجید کو ہم جمع کریں گے اور اسکی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز گلے میں گھمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام بناوٹی عملوں سے پاک و منزہ رکھا اور وہ لہجہ عطا فرمایا جو خداوند قدوس کا لہجہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاؤں کی خاک کو بھی کوئی نہیں مل سکتا کیونکہ انہوں نے سراپا نور ہدایت سے براہ راست قرآن مجید کا نور حاصل کیا۔ ان کے قلوب مطہرازلا" تمام تقاسیر روحانی، عرفانی اور نورانی کو جذب کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ لیکن ابوجہل پر ذرا برابر بھی اثر نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ ازلی بدبخت تھا۔

احادیث مبارکہ میں ہمارے لئے یہ روشنی ہے کہ ہم قرآن مجید کو انتہائی خشوع و خضوع، سوز اور خوش آوازی سے مخارج کا خیال رکھتے ہوئے پڑھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ

"قرآن خوش آوازی سے پڑھو۔"

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ

"اپنی آواز سے قرآن کے الفاظ کو حسین سے حسین تر بناؤ۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا

"ہر چیز کا حلیہ یعنی زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو کچھ ہم لکھ پڑھ رہے ہیں اس کی برکات سے نوازے۔

کیا عجب ہے کہ خزاؤں کو بہاریں لوٹیں

حدیث نمبر ۳۰۶/۸

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت سنی جاتی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوٹھڑی میں فرماتے تو صحن

والے سن لیتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۸

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے بھی تلاوت فرماتے تھے اور صحن والے آپؐ کی آواز مبارک سماعت کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت قرآن مجید کرنا جائز ہے۔اور اگر کوئی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھے تو اسے سختی سے نہیں روکنا چاہیے بلکہ اپنی معقول وجہ بتا دینی چاہیے۔اگر وہ رک جائے تو ٹھیک ہے وگرنہ صبر کرنا چاہیے اور دل میں بغض، حسد یا عداوت کو نہیں آنے دینا چاہیے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ تعلیم فرمائی کہ "گھر گھر سے گانے بجانے کی آوازیں آئیں گی اور زمین کے چپے چپے سے راگ رنگ کی آواز آئے گی"

صحابہ کرامؓ متحیر ہوتے کہ یہ کیسے ہو گا۔ آج سرکار کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک پورا ہو رہا ہے۔ جہاں بھی جایئے گانے بجانے اور راگ رنگ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ہر گھر میں کیسٹوں کی دکان بجی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر یہی تماشا لگا رہتا ہے۔ راقم کے خیال میں اس پرفتن دور میں اگر قوالی کو بند کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ قوالوں کی جگہ ان لوگوں نے لے لی ہے جن کے اخلاق و کردار انتہائی گرے ہوئے ہیں۔ اور اس آڑ میں کہ بزرگان دین قوالی سنتے تھے ان خرابات سے گھروں کو بھر دیا گیا ہے۔ حالانکہ مسلمانوںؓ کے گھروں سے تلاوت قرآن مجید کی صدائیں آنی چاہییں تھیں۔ مگر یہ کام اب صرف ریڈیو اور ٹی وی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔جب ریڈیو اور ٹی وی پر کوئی دینی پروگرام لگتا ہے تو ہمارے نوجوان اٹھ کر چلے جاتے ہیں یا ٹی وی بند کر دیتے ہیں۔ سننے والے نیک بخت بہت قلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر45

باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے آنسو مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۳۰۷/۱

عبداللہ بن شخیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ انور سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آتی جیسے ہانڈی کے جوش کی آواز ہوتی ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

ہنسنا و رونا ایک فطری عمل ہے۔ زندگی ان دونوں جذبات سے عبارت ہے۔ قرآن مجید نے ان میں اعتدال کی تعلیم دی ہے اور افراط و تفریط سے منع کیا ہے۔ ہنستے ہوئے (خوشی میں) اور روتے ہوئے (غم میں) دونوں کیفیات میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود رہے تو یہ نہ صرف شرف انسانیت ہے بلکہ اللہ کے بندوں کی معراج ہے۔ جس طرح جذبات ان گنت ہیں اسی طرح رونے کے جذبات بھی بے شمار ہیں۔ ہر ایک کے رونے کا اپنا انداز ہے۔ کوئی معمولی سی بات پر روتا ہے تو کوئی بہت بڑے حادثے پر۔ جس طرح رب تعالیٰ جل شانہ نے ہر انسان کی شکل و صورت ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہے بالکل اسی طرح ہر ایک کے رونے کے انداز و جذبات بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ رونا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اس سے نہ صرف دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے بلکہ کسی حد تک غم بھی گھٹ جاتا

ہے۔

دین کی کتب میں مختلف پیغمبروں و رسولوں کا رونا ثابت ہے۔ مثلاً" حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا قرآن و احادیث سے واضح ہے۔ لیکن ان تمام انبیاء علیہم السلام میں سرور سروراں ہادی انس و جاں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنے پروردگار کی بارگاہ عالیہ میں رونا اس طرح افضل و ممتاز ہے جیسے آپ تمام رسل میں بلند و بالا اور بے مثل و بے مثیل ہیں۔

حدیث مبارکہ میں صحابیؓ سید الکونین ﷺ کے رونے کو ابلتی ہنڈیا کے جوش کی آواز سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یعنی دوران نماز سرور انبیاء ﷺ پر ایسی رقعت طاری ہوتی کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کے سینہ اقدس کی آواز سنتے تھے۔ یہ آواز اس لئے پیدا ہوتی کیونکہ آپؐ ضبط فرماتے تھے اور آپؐ کی آواز کھولتی ہوئی ہنڈیا کی آواز میں بدل جاتی تھی۔ آپؐ کی آواز مبارک اس لئے زیادہ نہ ہوتی تاکہ سنت کی اتباع کرنے والوں کیلئے نماز ٹوٹنے کا جواز نہ بن جائے۔ حدیث مبارکہ سے یہ سبق ملا کہ اگر نماز میں رونے کے لئے بے تابی پیدا ہو تو اسے ضبط کرنا چاہیے۔ یہی عمل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس وقت تک بعض صوفیائے کرام ایسے ہیں کہ جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو انکے مقتدی انکے رونے کی ایسی آوازیں سنتے ہیں۔ حضور کائنات مغفر موجودات ﷺ نے صحابہ کبارؓ سے ارشاد فرمایا

"جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانو تو بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ گریہ کرو۔" (بخاری شریف)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

"میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم سے بہت ہی زیادہ جانتا ہوں اور اس کے حضور میں تم سے بہت زیادہ خشیت رکھتا ہوں۔" (بخاری شریف)

پھر فرمایا

"اور قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان (مبارک) ہے جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روتے رہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کیا دیکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا میں جنت اور دوزخ کو دیکھتا ہوں۔ (مسلم شریف)

بخاری شریف کی احادیث مبارکہ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رونے

اور گریہ کرنے کی وجوہات ارشاد فرمائی ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ قیامت تک کے حالات جو امت کو پیش آنے تھے آپؐ کی نگاہ رسالت انہیں دیکھ رہی تھی۔ کہ میری امت دنیا کی خاردار اور پیچ دار راہوں میں ایسے الجھ جائے گی کہ قدم تک نہیں اٹھا سکے گی۔ امت کو آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات کو یاد کر کے آپؐ روتے تھے اور آپؐ پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے واضح ارشاد فرمایا جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔

مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد فرمایا میں دوزخ اور جنت دیکھتا ہوں۔ یعنی آپؐ دوزخ کے سخت عذاب و عتاب کو دیکھ کر امت کی فکر میں روتے تھے۔ اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو انعامات ہونے والے تھے انہیں دیکھ کر آپؐ مسکراتے تھے۔

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو ہمہ وقت امت کا غم رہتا تھا۔ اور اسی غم میں آنکھ مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ آپؐ اپنے رب کے حضور انتہائی خشوع و خضوع سے عاجزی و انکساری کرتے اور امت کے لئے دعا فرماتے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے آقا و مولا سرور انبیاء ﷺ کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ اسی میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ہے۔

اللہ رے کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیؐ نے دریا بہا دیئے ہیں

حدیث نمبر ۲/۳۰۸

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو آپؐ پر اترا ہے۔ ارشاد فرمایا میں دوسرے شخص سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ تو میں نے سورہ النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ "وجئنا بک علی ھوءلاء شھیدا" پر پہنچا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کو دونوں آنکھوں مبارک سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تعجب اور حیرانگی بجا تھی۔ کیونکہ قرآن مجید فرقان حمید حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر اترا۔ آپؐ صحابیؓ سے ہزار ہا درجہ بہتر جانتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کی زبان مبارک قرآن تھی۔ دوسروں سے قرآن مجید سننے میں یہ راز تھا کہ آنے والے دور میں حضور پرنور ﷺ کی ساری امت نے دوسروں سے تلاوت قرآن سماعت کرنی تھی۔ سماعت قرآن مجید کا الگ باب تھا جسے آپؐ کھول رہے تھے۔ آج یہ سلسلہ اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ آپ کسی بھی وقت ریڈیو یا ٹی وی پر تلاوت قرآن حکیم سن سکتے ہیں۔ سرتاج رسل ﷺ کا قرآن مجید سن کر آنسو بہانا اس بات کا اذن عام تھا کہ قیامت تک کے لوگ دوسروں کی زبان سے تلاوت قرآن مجید سن کر آنسوؤں کے دریا بہا دیں گے۔ اور اس سماعت سے امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کی طرفؐ سے جو انعام و اکرام ہونے تھے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نعمت غیر مترقبہ کا افتتاح فرمایا۔ آپؐ کا فرمان ذیشان ہے

"میں ہر نعمت کا افتتاح کرنے والا ہوں۔"

اس نعمت بے پایاں کی عظمت و شان عبداللہ بن مسعودؓ کی نگاہوں سے اوجھل تھی۔ مگر نگاہ رسالت ماب ﷺ اسے دیکھ رہی تھی۔ لہٰذا قرآن مجید سن کر گریہ کرنا نعمت عظمیٰ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مقبولؐ اور قرآن مجید سے محبت کی دلیل ہے۔ اگر آپؐ صحابیؓ کو نہ فرماتے کہ مجھے قرآن سناؤ تو یہ نعمت ہم تک کیسے پہنچتی۔ یہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہی کا فیض ہے کہ ہماری زیادہ تر تقریبات کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ سرکار دوجہاں راحت انس و جاںؐ کو قرآن مجید فرقان حمید سنانے کا اعزاز حنفیوں کے امام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (امام کوفہ) کو حاصل ہوا۔

حدیث نمبر۳۰۹/۳ :

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دن سورج گرہن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور

نماز شروع کی۔ اتنی دیر قیام فرمایا گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں اور پھر رکوع اتنا لمبا کیا کہ گویا اس سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں' پھر سر اٹھایا قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ ہی نہیں کرنا' پھر سجدہ کیا گویا سجدہ سے اٹھتے ہی نہیں' پھر اسی طرح سجدہ سے اٹھ کر جلسہ کیا اور پھر جلسہ کے بعد دوسرا سجدہ بھی طویل۔ آپؐ کا سانس مبارک آتا جاتا تھا اور رو رہے تھے اور دعا فرماتے تھے۔ اے اللہ! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ میں ان میں موجود ہوں تو تو انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اے میرے پروردگار! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار کریں گے انہیں عذاب نہیں ہو گا اور ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں۔ پس جب دو رکعت پڑھ چکے سورج کھل گیا تو حضور ﷺ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ جب یہ گہنا جائیں تو فوراً" اللہ جل جلالہ کی یاد کی طرف دوڑو۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۳

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ تعلیم ملی کہ جس دن سورج یا چاند گرہن ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے' نماز پڑھنی چاہیے اور رب کریم کے حضور انتہائی خشوع و خضوع سے مغفرت کی دعا و التجا کرنی چاہیے۔ یہاں آپؐ نے اس بات کی بھی تعلیم فرمائی کہ کسی کے مرنے یا جینے سے سورج گرہن نہیں ہوتا۔ اتفاق سے اس دن آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تھا اس لئے یہ بات مشہور ہو گئی کہ اس وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے۔ آپؐ نے اس کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تبارک و تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔

حدیث نمبر۳۱۰/۴

ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک لڑکی قریب المرگ تھی۔ اسے لیا اور گود مبارک میں اٹھایا (کہ دونوں ہاتھوں پر لیا) تو

وہ فوت ہو گئی اس حال میں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھوں میں تھی۔ ام ایمنؓ چلا کر رونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تو اللہ کے نبیؐ کے سامنے روتی ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں آپؐ کو نہیں دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ رو رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا میرا رونا رونا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ بے شک مومن ہر حال میں خیر ہی میں ہوتا ہے۔ یقیناً جب اس کا نفس نکالا جاتا ہے اس کے پہلو سے اس وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کہا ہے۔ ان مقدس، مطہرو منور اور بلند ترین ہاتھوں میں آپؐ کی دختر نیک اختر نے وصال فرمایا تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ سیدہ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ضبط کے بندھن بھی ٹوٹ گئے اور وہ بیٹی کی جدائی کے غم میں بے تاب ہو کر رونے لگیں اور آپؓ کی آواز بلند ہو گئی۔ سرور دو عالمؐ نے انہیں روکا اور ارشاد فرمایا کہ تیرا رونا بے صبری کا رونا ہے۔ جبکہ میرا رونا رحمت خداوندی ہے۔ اس میں صبر و حوصلہ ہے۔ اور مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر صبر و استقامت ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وجود اطہر سراپا پیکر رحمت ہے۔ آپؐ کی تعلیمات ہر موقع و محل کے لئے کامل و اکمل نمونہ ہیں۔ واقعات کی ظاہری حالت سے قلوب کا ردعمل سامنے آتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہنا دل کی کیفیت کا ردعمل ہے۔ چاہے موقع خوشی کا ہو یا غم کا آپؐ نے ہر ہر موقع کے لئے تعلیمات مرحمت فرمائی ہیں۔ حدیث مبارکہ سے یہ نور ملتا ہے کہ غم کے موقع پر رونا دھونا، چیخنا چلانا، پیٹنا، کپڑے پھاڑنا یا سینہ کوبی کرنا ممنوع ہے اور سنت کے خلاف ہے۔ بخاری و مسلم میں ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"میں اس شخص سے جو سر منڈائے، چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے بیزار ہوں"

جب حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیزاری کا اظہار فرمائیں تو خوف کرنا چاہیے کہ

اللہ تعالیٰ بھی بیزار ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں خلاف سنت کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگرچہ غم کے موقع پر رونا ایک فطری عمل ہے لیکن رونے اور چلانے کے فرق کو سمجھنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۱۱/۵

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے یہ کہ حضور سید عالمین ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کا بوسہ لیا اس حال میں کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور حضورؐ رو رہے تھے یا حضورؐ کی دونوں آنکھوں مبارک سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵

حدیث مبارکہ سے یہ سنت نبی کریم ﷺ ملی کہ مردوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ عثمان بن مظعونؓ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضائی بھائی تھے۔ ان کی وفات پر آپؐ نے انہیں منہ پر بوسہ دیا۔ اس موقع پر آپؐ کی آنکھوں مبارک سے آنسو ابر رحمت کی طرح چھم چھم کر برس رہے تھے۔ عثمانؓ کی خوش قسمتی اور اعلیٰ بختی پہ لاکھوں سلام۔ ان کو خداوند قدوس نے ایسی عزت و عظمت سے نوازا کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا اور ان کے لئے آنسو بہائے۔

ان کی سیرت کے متعلق حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"خوشخبری ہے تیرے لئے اے عثمان، نہ تو تونے دنیا پہنی اور نہ دنیا تجھے پہن سکی۔"

یعنی انہوں نے دنیا کی محبت کو دل سے نکال دیا اور ساری حیات طیبہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے گزاری اور دنیا کے اثرات انکے قلب منیب پر کوئی اثر نہ دکھا سکے۔ ثابت ہوا کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ مبارک قلب مومن میں دیکھ سکتی ہے اور اسکی ساری زندگی کا نچوڑ بیان کر سکتی ہے۔ عثمان بن مظعونؓ کو یہ سارا فیض قرب رسول ﷺ سے ملا۔

حدیث نمبر ۳۱۲/۶

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حاضر ہوئے حضور کائنات صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (ام کلثومؓ) کی تدفین پر اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے قریب تشریف فرما تھے۔ پس میں نے دیکھا کہ سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سو ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو۔ ابو طلحہؓ نے عرض کیا میں ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ قبر میں اتر۔ تو وہ قبر میں اترا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حدیث مبارکہ میں اہل بیت عظامؓ کی عظمت و رفعت، شان و شوکت، مقام و مرتبہ اور پاکیزگی و طہارت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ تدفین کے وقت تمام جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں بدری و انصاری سب موجود تھے۔ ارشاد فرمایا تم میں سے کون ہے کہ جس نے رات اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو وہ قبر میں اترے۔ اندازہ لگائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل بیت عظامؓ کی طہارت و پاکیزگی کا کتنا پاس تھا۔ صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں میں سے اس صحابیؓ کو اجازت ملی جو اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تھا۔ گو اسلام میں اپنی بیوی کے پاس جانا حلال ہے لیکن اہل بیت عظامؓ کی شان دیکھیے کہ سرور انبیاء ﷺ کو یہ بھی گوارا نہ تھا۔

فقہا نے لکھا ہے کہ حضور کائنات ﷺ کا جسم اطہر اپنی قبر انور میں جس جگہ کو مس کرنے کی سعادت سے مشرف کر رہا ہے وہ مطہر جگہ عرش بریں سے اعلیٰ و افضل اور بلند و بالا ہے۔ سرکار کائناتؐ کے جسم اطہر کی وجہ سے جب فرش کی عظمت و بلندی اتنی زیادہ ہے تو خود اندازہ لگائیے کہ سیدہ و طاہرہ کی کیا شان و فضیلت ہو گی۔ کیونکہ سیدہ و طاہرہ صاحب عرشؐ کی صاحبزادی تھیں اس لئے ان کی عظمتوں و پاکیزگیوں کا پورا خیال رکھا گیا۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ درس دیا کہ میری اہل بیت کا احترام کرو۔ اور حجت کے طور پر حضرت طلحہؓ کو قبر شریف میں اترنے کی اجازت فرمائی کیونکہ وہ رات کو اپنی بیوی کے پاس نہیں گئے تھے۔ حضرت طلحہؓ کی خوش قسمتی قابل رشک ہے۔ کہ ان نفوس قدسیہ کی قبور جو جنت کے ٹکڑوں میں سے اعلیٰ ٹکڑا ہے میں داخل ہوئے اور انوار و تجلیات سے مشرف ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

"اے مومنو! میں نے تم پر احسان کیا جو اپنا رسولؐ تم میں مبعوث فرمایا۔" (آل عمران' ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کے اہل بیت عظامؓ کی تکریم اور عزت و احترام دراصل اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا کرنا ہے۔ یہی درس حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ مگر افسوس کربلا کے میدان میں اہل بیت عظامؓ کے پاک و مطہر خون سے ہاتھ رنگے گئے اور ان پر قیامت صغریٰ ڈھائی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل بیت عظامؓ کی صدق دل سے قدر و منزلت سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور ان کی عزت و احترام کرنے کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر46

باب ماجاء فی فراش رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے بستر مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۳۱۳/۱

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک جس پر سوتے تھے چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حدیث نمبر ۳۱۴/۲

امام محمد باقر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے فرمایا چمڑہ کا تھا بھرا ہوا تھا کھجور کی چھال سے۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر کیسا تھا انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دہرا کر کے حضور ﷺ کے نیچے ہم بچھا دیتے تھے جس پر آپؐ سو جاتے۔ پھر ایک رات میں نے یہ کہا کہ اگر اس ٹاٹ کو میں چار تہہ کر دوں تو زیادہ نرم ہو جائے گا' میں نے اسے چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ جب حضور ﷺ صبح کو اٹھے تو فرمایا تم نے رات کو میرے لئے کیسا بستر بچھایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ آنجنابؐ کا ہی بستر تھا مگر میں نے اسے چار تہہ کر دیا تھا تاکہ آپؐ کے لئے نرم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا اسے پہلی ہی حالت پر

لوٹا دو' پس اس کی نرمی میری رات کی نماز میں روک بن رہی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲'۱

احادیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ وجہ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک چمڑے ' ٹاٹ اور بوریا کا تھا۔ آپؐ نرم بستر پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت علامہ یوسف النبہانیؒ وسائل الوصول میں فرماتے ہیں۔

"حضور کائنات ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اس کی لمبائی کم وبیش دو گز اور چوڑائی تقریباً" ایک گز ایک ہاتھ تھی۔"

آپؐ کے پاس ایک چٹائی بھی تھی جسے آپؐ جہاں بھی تشریف لے جاتے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس پر کبھی آرام بھی فرماتے اور دہرا کر کے بچھا لیتے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی بچھونے اور پلنگ میں عیب جوئی نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں اگر ہم سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بستر بچھا دیتے تو آپؐ اس پر آرام فرماتے تھے اور اگر نہ بچھاتے تو آپؐ زمین پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ آپؐ کا تکیہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔

"وکان قاب قوسین او ادنیٰ" کی شان والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امام باقر کی روایات ترمذی شریف میں منقول ہیں۔ ان سے ہمیں یہ نور ملا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نرم بستر یا آرام و آسائش بالکل پسند نہ تھی۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ٹاٹ کو چار گنا کر دیا تو آپؐ کو اس کی ذرا سی نرمی بھی گوارا نہ ہوئی۔ آپؐ نے سیدہ کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ بستر کی نرمی عبادت میں خلل اور یاد الٰہی سے غفلت کا باعث بنتی ہے۔ سید العابدین و ساجدین ﷺ کی عبادت کے ذوق و شوق اور بے تابی کا اندازہ کرنا ناممکن و محال ہے۔ کیونکہ محب و محبوبؐ کا قرب و تعلق بے مثل ہے۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہیں اتنا آپؐ کا ذوق عبادت بھی بے مثیل ہے۔ کسی اور نبی کو یہ مقام حاصل نہیں۔ کتنے خوش بخت' باسعید اور خوش نصیب ہیں وہ نفوس جنہیں شب خیزی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی انمول سعادت نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ مگر انہیں یہ سارا فیض حضور رؤف و رحیم

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اتباع سنت کی وجہ سے ملے گا۔

غافلین کے بستر کی سمجھ و پہچان

موجودہ پرفتن دور میں چہار سو بے حیائی و بے راہروی، عیاشی و فحاشی اور ظلم و ناانصافی کا راج ہے۔ انسان نفس پرستی اور اپنی سفلی خواہشات کی تسکین کے لئے عیش و نشاط کی محفلوں میں مدہوش ہے۔ کروڑوں روپے کی کوٹھیوں میں لاکھوں روپے صرف بستر کی زیبائش و آرائش اور سجاوٹ کے سامان تعیش پر صرف کئے جاتے ہیں۔ آج کا انسان بستر کی سجاوٹ پر جو کچھ خرچ کر رہا ہے پچھلی تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل و محال ہے۔ حتیٰ کہ فرعون کو بھی ایسا پر تعیش بستر میسر نہ تھا جو آج کے نفس امارہ کی قید کے فرعون کو حاصل ہے۔ انسان شیطان کی فرمانبرداری میں ساری ساری رات عیاشیوں، رنگ رلیوں اور رقص و سرور میں گزار دیتے ہیں۔ بدکاری اور زنا کاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ دنیا دار ہر رات ایک نئی کنواری لڑکی کو اپنے بستر کی زینت بناتے ہیں اور رات کی چند ساعتوں کی عیاشی کیلئے دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے۔ درحقیقت اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بستر پر بے دریغ خرچ کرنا مبذرین کا کام ہے۔ انسان کا نفس کبھی سیر نہیں ہوتا۔ آج جتنا کچھ صرف بستر کی بناوٹ پر خرچ کیا جاتا ہے اس سے ہزاروں انسانوں کے پیٹ کی آگ کو بجھایا جا سکتا ہے۔ لیکن نفس کا غلام صرف ایک رات کی عیش و عشرت کے لئے اسراف سے کام لیتا ہے۔ اس کی عیاشی اور خرمستی نہ صرف دین سے دوری کی علامت ہے بلکہ شیطان کی کھلی فرمانبرداری ہے۔ اگر اس قسم کی زندگی بسر کرنے والے انسان دوستی کا دم بھریں تو یہ سراسر جھوٹ و فریب، دھوکہ اور آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ گویا یہ زہریلے سانپ کو ریشمی رومال میں لپیٹ کر دکھانے کے مترادف ہے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم عطا فرمائی کہ بستر جائے شکر ہے۔ اس لئے سوتے وقت ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ایسی نعمت سے نوازا اور ہمیں نیند میسر آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بستر کی قدر و منزلت سمجھنے اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر 47

باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریم ؐ کی عاجزی و انکساری کے بیان میں ہے

(اس باب میں تیرہ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۳۱۵/۱

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میری تعریف میں ایسا مبالغہ مت کرو جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا' میں تو عبداللہ ہوں پس تم بھی کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ مجھے اتنا نہ بڑھاؤ کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات ' صفات یا احکامات میں شریک سمجھا جاؤں یا مانا جاؤں ۔ جس طرح عیسائیوں نے کیا اور حضرت عیسیٰ ؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا ۔

اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بڑا واضح ' روشن اور قرآن و احادیث کے عین مطابق ہے ۔ یعنی حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ قرآن و حدیث سے ملتا گیا ہم مانتے گئے ۔ یہ جماعت نہ افراط سے کام لیتی ہے نہ تفریط سے ۔ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعض صفات ایسی ہیں جو خود رب تعالیٰ جل شانہ کی صفات بھی ہیں ۔ مثلاً" رحیم 'کریم ' رؤف ۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مشترک ہیں ۔ اس کا آسان

جواب یہ ہے کہ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات عطائی ہیں ذاتی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ تمام صفات و مراتب عطا کئے ہیں۔ اس بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جبکہ یہی صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عطا کرنے کی قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ اور اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا عطا کیا یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اس کا حبیب ﷺ۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا انکار اس کی ذات کا انکار ہے جو ظلم عظیم ہے۔ یعنی اس سے یہ تصور ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا نہیں کر سکتا۔ ایسا تصور اللہ پر گرفت کرنے کے مترادف ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ارب پتی کے بارے میں کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یہ ایک پائی بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ وہ ساری دولت کا مالک ہوتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہمارے لئے یہ روشنی بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صفت کا مالک ہو اور کوئی دوسرا اسے بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا ہو تو فوراً اسے منع کر دینا چاہیے۔ کیونکہ وہ خوشامد کے وار سے خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کے اپنے مقاصد کار فرما ہوتے ہیں۔ حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے مبالغہ آرائی کو روا اور جائز نہیں رکھا۔ آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی کی صفات میں مبالغہ آرائی سے کام لے کر اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے اسے خوشامد کے جال میں پھنسایا جاتا ہے۔ اگر انسان ان مبالغوں کو سننے کا عادی ہو جائے تو بعد میں اسے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ خوشامدی لوگ ہر قسم کی حدیں پھلانگ جاتے ہیں۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر ان تمام تکلیفوں اور دکھوں سے بچا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۶/۲

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ آپؐ کے ساتھ ایک کام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہر کے کسی راستہ پر بیٹھ جائیں وہاں بیٹھ کر تیری بات سنوں گا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

حدیث مبارکہ سے آپؐ کی شان کریمی عیاں ہو رہی ہے۔ فرمایا اگر تمہاری کوئی ضرورت ہے یا کوئی پیغام مجھ تک پہنچانا چاہتی ہو تو کسی مقام کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے ہر جگہ مل سکتی ہو اور گزارش کر سکتی ہو۔ یعنی میں تمہاری داد رسی کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ یہ بے مثل کردار آپ ﷺ کے رحمت للعالمین ہونے کے لئے کافی ہے۔

حدیث نمبر۱۷/۳۱/۳

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے تھے، جنازے میں شریک ہوتے تھے، گدھے پر سواری فرمالیتے تھے، ہر آدمی کی دعوت قبول فرماتے، بنی قریظہ کی لڑائی میں آپؐ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۳

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ کسی کی تیمار داری کرنا سنت رسول مقبولؐ ہے۔ آپؐ کی سیرت پاک کے کئی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے دشمنوں کی تیمارداری بھی فرمائی۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی پوچھنے تشریف لے گئے جنہوں نے آپؐ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب وہ مرجائے تو اسکی نماز جنازہ میں شرکت کرے۔ یہی سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ میں ہر عام سے عام اور خاص سے خاص شخص کے لئے نمونہ چھوڑا ہے۔

دین اسلام میں جہاد فرض ہے۔ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑائی میں اس گدھے پر بیٹھ کر جہاد میں حصہ لیا جس کی لگام اور کاٹھی کھجور کے پٹھوں کی تھی۔ یعنی امت کیلئے یہ درس ہدایت ہے کہ اگر تمہیں چھوٹی سے چھوٹی سواری اور

معمولی سے معمولی اسلحہ بھی میسر ہو تو فورا" جہاد میں شرکت کرو۔ آپؐ نے سنت کا مینار ایسی سواری پر رکھ دیا ہے جس سے فرار کا راستہ نہیں بچا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت کیلئے اپنا فرض پورا کرنا چاہیے۔

گدھے کے بارے میں مختلف اقوام کے اپنے اپنے نظریات و خیالات ہیں۔ کوئی اسے خوش بختی کی علامت سمجھتا ہے تو کوئی بد بختی کی۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اس کے بارے میں ارشاد ہوا۔

"اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کیلئے اور وہ پیدا کرے گا جن کی تمہیں خبر نہیں۔" (النحل ۸)

آیت مبارکہ میں جن سواریوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب فطری سواریاں ہیں۔ یہ قوت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ان سب سے زینت ہے۔ آگے ارشاد فرمایا ایسی سواریاں ایجاد ہونے والی ہیں جن کا تمہیں علم نہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب انسان علم و تحقیق کی بناء پر ایسی ایسی سواریاں ایجاد کرے گا کہ جن سے مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو گا۔ آج انسان نے طرح طرح کی سواریاں ایجاد کر لی ہیں جن میں سائیکل سے لے کر خلائی شٹل تک شامل ہیں۔ ابھی مزید تحقیق و ترقی جاری ہے۔ اس کا تعلق انسان کے ارتقاء سے ہے۔ جیسے جیسے انسانی ارتقاء ہو گا نئی نئی سواریاں ایجاد ہوں گی۔ اسی طرح اگر انسانی علم زوال پذیر ہو گا تو یہ مصنوعی سواریاں معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن فطری سواریاں (گھوڑے 'گدھے 'خچر 'اونٹ وغیرہ) باقی رہیں گی۔

اس لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کی فرضیت کی تعلیم فرمائی کہ اگر اس قسم کی سواری بھی میسر ہو تو جہاد میں ضرور شرکت کرو۔

حدیث نمبر ۳۱۸/ ۴

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو بھی آنحضور ﷺ کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت دیتا تو قبول فرما لیتے۔ آپؐ کی ایک زرہ یہودی کے پاس تھی وصال مبارک تک رقم نہ ہونے کی وجہ سے اسے یہودی سے نہ چھڑا سکے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر۴

زندگی کے انتہائی نامساعد، کٹھن اور تکلیف دہ موڑ پر بھی آپ ﷺ نے اپنے کردار کی بنیاد رکھی ہے۔ فقر و فاقہ، تکالیف و پریشانی اور مجبوری و بے بسی کے حالات میں انسان اللہ تعالیٰ سے شکوہ شکایت کرتا ہے اور نافرمانی پر تل جاتا ہے۔ ایسے حالات سے مجبور ہو کر بددیانتی، خیانت اور چوری کرنے لگتا ہے۔ یہی وہ امتحان کی گھڑی ہوتی ہے جب وہ سب کچھ کرنے پر تیار نظر آتا ہے۔ اگر دل میں سچی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور امتی ہونے کا دعویٰ ہے تو اس نازک گھڑی میں صبر و استقامت اور ہمت و جواں مردی سے کام لیتے ہوئے سیرت محمدیہؐ میں اپنے دکھوں کا مداوا تلاش کرنا چاہیے۔ تزلزل، کمزوری اور مجبوری کا بہانہ بنانا مومن کے شایان شان نہیں۔ بلکہ مسلمان کہتے ہی اسے ہیں جو ہر حال میں اپنے رب کی فرمانبرداری کرے اور حبیب ﷺ کی سنت طیبہ کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی مل رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کے پاس آپؐ کے شایان شان دعوت کا سامان تو نہ ہوتا تھا لیکن ان کی محبت غربت پر غالب آتی اور وہ سرکار دو جہاں ﷺ کو دعوت کے لئے عرض کر دیتے۔ کیونکہ انہیں دو باتوں کا یقین تھا۔ پہلی یہ کہ آپؐ "نہ" نہیں فرمائیں گے اور دوسرا آپؐ ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ آپؐ کے حضور جو چیز بھی پیش کی جاتی آپؐ اسے تناول فرما لیتے تھے۔ آپؐ کے فقر کی یہ حالت تھی کہ وصال مبارک تک جو زرہ یہودی کے پاس رہن پڑی تھی رقم نہ ہونے کی وجہ سے واپس نہ آ سکی۔ آپؐ کو فقر بہت پسند تھا اور ہمیشہ فقر سے رہتے تھے۔ اس لئے فقراء اسلام یعنی صحابہ کبارؓ فقر کی حالت میں بھی آپؐ کو دعوت دینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اور آپؐ نے کبھی کسی کو مایوس نہیں لوٹایا کیونکہ آپؐ کا مقام رؤف و رحیم اور رحمت للعالمینؐ کا ہے۔

علم فقیہہ و حکیم فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

حدیث نمبر۳۱۹/۵

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج فرمایا اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوسیدہ اور پھٹے پرانے پالان پر سوار تھے۔ اس پر ایک چادر تھی جو کہ چار درہم کی قیمت کے برابر بھی نہ تھی' اور یہ دعا فرما رہے تھے اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنانا جس میں نہ کوئی دکھاوا ہو اور نہ ہی شہرت۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس سواری پر سفر فرمایا اس کی چادر کی قیمت صرف چار درہم تھی۔ یعنی آپؐ نے انتہائی سادگی سے سفر فرمایا۔ آپؐ کی نگاہ بلند و پروقار تھی۔ آپؐ کے نزدیک بارگاہ الٰہی میں حاضری سب سے بڑا انعام اور سب سے اعلیٰ سعادت تھی۔ حدیث مبارکہ میں ہمارے لئے یہ روشنی ہے کہ جو لوگ حج پر جاتے ہیں انہیں ہر قسم کے دکھاوے اور نمود و نمائش سے بچنا چاہیے۔ اور دل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے۔ کیونکہ رب کریم کے در پر حاضر ہونا ہی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ اور اگر اس راہ میں تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو اسے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھنا چاہیے کہ اس نے یہ توفیق بخشی اور رحمت بھری فضا میں سانس لینے کا شرف عطا فرمایا۔

حدیث نمبر۳۲۰/۶

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی دوسرا شخص نہیں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے جب آپؐ تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھڑے نہ ہوتے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

حدیث مبارکہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی درجے کی عاجزی و انکساری ظاہر ہو رہی ہے۔ آپؐ محبوب خدا ہیں اور اپنے غلاموں کو کھڑا ہونے سے منع فرما رہے ہیں۔ ایسی عاجزی و انکساری پہ لاکھوں سلام۔ یہ آپؐ ہی کا مقام ہے۔ صحابہ کرامؓ عشق و محبت کے اس مقام پر تھے کہ منع کرنے کے باوجود کھڑے ہوجاتے تھے۔ مختلف روایات میں کھڑے ہونے کے بارے میں ملتا ہے۔ مثلاً" ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ میں تشریف نہ لے جاتے۔

حدیث مبارکہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کھڑے ہونے سے کسی مسلمان یا بڑے مرتبے والے کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میرے لئے کھڑا ہوا ہے۔ کیونکہ اس سے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے فوراً" منع کر دینا چاہیے۔ موجودہ دور میں کسی کے لئے کھڑے ہونے کو خوشامد اور چاپلوسی کا کار آمد ہتھیار بنا دیا گیا ہے۔ خصوصاً" جب کوئی کسی اعلیٰ مرتبہ پر یا اقتدار میں ہو تو لوگ اس ہتھیار کو بڑی ہوشیاری سے استعمال کر کے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔ مگر جونہی رتبہ یا اقتدار ختم ہوتا ہے تو اسے اصل حقیقت کا پتہ چلتا ہے جس سے باہمی رقابت و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ ان خرابیوں کے سدباب کے لئے سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی لازمی ہے۔

حدیث نمبر۳۲۱/۷

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ سے دریافت کیا اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک کا بیان بہت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اس کی بہت ہی خواہش ہوتی کہ میرے سامنے حضورؐ کے کوئی اوصاف بیان کرے۔ تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شاندار تھے۔

اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے ۔ آنحضور سراپا نورؐ کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا ۔ امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں نے اس حدیث کو امام حسینؓ سے بیان نہیں کیا ۔ پھر جب میں نے یہ حدیث انہیں بیان کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر اس کے جاننے میں سبقت لے گئے ہیں اور دریافت کر چکے تھے جس کے متعلق میں نے پوچھا تھا ۔ نیز امام حسین علیہ السلام نے اپنے والدؓ سے بھی حضور ﷺ کے اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور آپؐ کے طور و طریقہ کے متعلق دریافت کر چکے تھے اور اس بارے میں ان سے کوئی شے نہیں رہ گئی تھی ۔ جناب امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرور دو عالم ﷺ کے گھر مبارک میں تشریف لے جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر مبارک تشریف لے جاتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹ دیتے ۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ' ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے اور ایک حصہ اپنے لئے ۔ پھر وہ حصہ جو اپنے لئے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں بانٹ دیتے ' کچھ اپنے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے ۔ لوگوں کے حصہ میں خواص کو عوام پر ترجیح دیتے اور ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھتے ۔ اور یہ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اجازت کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے اور اس وقت بھی فضل دینی کے اعتبار سے تقسیم فرما لیتے ۔ بعض ایک ضرورت والے ہوتے اور بعض دو ضرورتوں والے اور بعض زیادہ ضرورتوں والے ہوتے ۔ پس اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول رکھتے ان تمام امور میں جس سے ان کی اصلاح ہوتی اور امت کی اصلاح ہوتی ۔ اور حضور ﷺ ان کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے جو کہ ان کے لئے ضروری ہوتیں ۔ اور فرماتے چاہیے کہ موجود صاحبان ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں یہ احکام پہنچا دیں ۔ اور فرماتے کہ جو مجھ تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی ضرورت مجھے پہنچاؤ ۔ پس بیشک جو امیر تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا اور آپؐ کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتی تھیں اور کسی ایک سے

سوائے ان باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ حضور پاک ﷺ کے حضور میں اپنی حاجتیں لے کر داخل ہوتے آپؐ کی مجلس مبارک سے کچھ چکھے بغیر جدا نہیں ہوتے تھے۔ اور وہاں سے نکلتے تو لوگوں کو دلالت کرنے والے ہوتے خیر کی۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک سے باہر قدم رنجہ فرمانے کے بعد کیسے بسر ہوتا تھا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا فضول باتوں سے اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے تھے اور ان کی تالیف قلوب فرماتے۔ انہیں اپنے سے مانوس کرتے اور قوم کے سردار کی تکریم فرماتے اور اسی کو ان پر امیر فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراتے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے ان کو دریافت فرماتے اور ہر نیک بات کی تحسین فرماتے اور اس اچھی بات کو مزید تقویت عطا فرماتے اور بری بات کی برائی بیان فرماتے اور اس کو زائل فرماتے اور ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ متلون اور جلد باز تھے۔ اور کسی وقت بھی مخلوق خدا کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ امور دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسری طرف مائل نہ ہو جائیں۔ اور آپؐ کے پاس ہر کام کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا تھا اور حق کے ارشاد فرمانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی حد سے بڑھ جاتے تھے۔ آپؐ کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے۔ آپؐ کے نزدیک صاحب فضیلت وہ ہوتا جو کہ ازروئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا اور آپؐ کے نزدیک بڑے مرتبے والا وہ ہوتا جو کہ مخلوق خدا کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لیتا۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر میں نے لوگوں میں بیٹھنے کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی کرتے۔ اور جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ اس مجلس میں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور اس بات کا حکم بھی فرماتے اور حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ عطا فرماتے اور آپؐ کے حضور مبارک میں ہر ایک بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ کوئی ایک اس سے زیادہ حضور ﷺ کے نزدیک بزرگ نہیں ہے۔ جو شخص آپؐ کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی ضرورت آپؐ کی خدمت

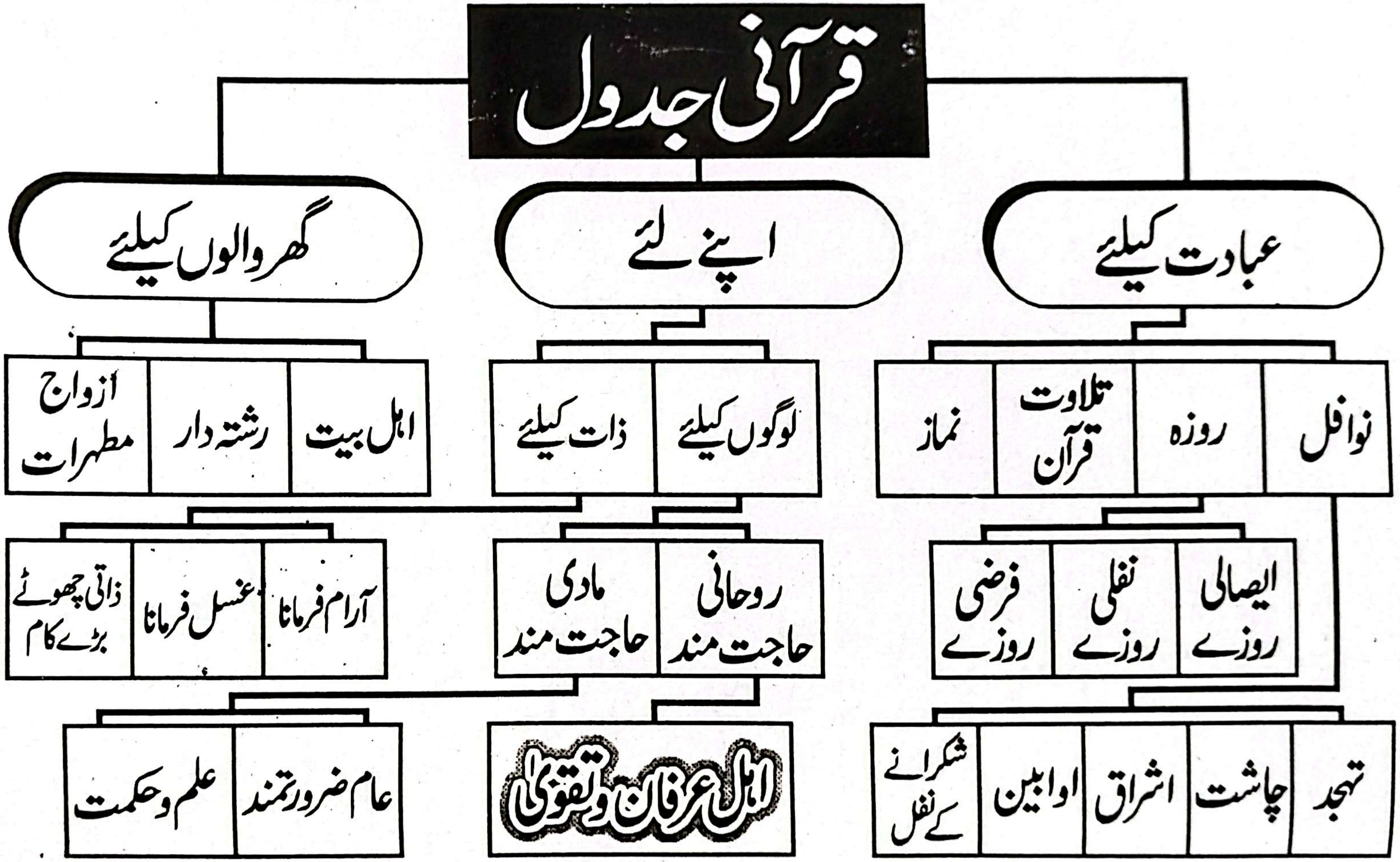
اقدس میں بیان کرتا آپؐ بڑے حوصلہ کے ساتھ تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اٹھ کر چلا جاتا اور جو شخص اپنی کسی ضرورت کو آنجناب ﷺ سے مانگتا تو آپؐ اسے نامراد نہ لوٹاتے۔ اگر وہ چیز میسر نہ ہوتی تو نہایت ہی معقول طریقہ پر عذر فرما دیتے۔ آنجناب ﷺ کی خندہ روئی اور اخلاق کریمانہ ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ تمام مخلوق کیلئے باپ کی طرح ہو گئے تھے۔ حقوق کے لحاظ سے تمام لوگ آپؐ کی نظر مبارک میں برابر تھے۔ آنحضورؐ کی صحبت مبارک علم' حیا' صبر اور امانت کا مرقع ہوتی۔ آپؐ کی مجلس مبارک میں کوئی بھی اونچی آواز نہ کرتا اور نہ ہی کسی کی بے حرمتی کی جاتی۔ کسی کی لغزشوں کو شہرت نہ دی جاتی۔ سب لوگ برابر جانے جاتے باہم ایک دوسرے پر۔ آپؐ کی مجلس مبارک میں فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی۔ آپؐ کی مجلس مبارک میں بڑی عمر والے کی توقیر کی جاتی اور مجلس پاک میں چھوٹی عمر والوں پر شفقت کی جاتی۔ باہم ضرور تمندوں کو ترجیح دیتے۔ مسافر کی رعایت کرتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنینؓ
آدھے سے حسنؓ بنے آدھے سے حسینؓ

حدیث مبارکہ کے چار راوی حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، ان کے ماموں ہند بن ابی ہالہؓ اور سرتاج ولایت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کے اوصاف حمیدہ جلیلہ بیان کئے جائیں تو الگ کتاب چاہیے۔ ان کے مقام و مرتبے کے بارے میں صرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہند بن ابی ہالہؓ جو حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ماموں ہیں انہوں نے شروع کے باب میں بھی حدیث روایت کی ہے۔ جس میں انہوں نے نہایت تفصیلاً اور جامع الفاظ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت کو کماحقہ بیان کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے آپؐ کی سیرت و کردار اور حلیہ مبارک کے احوال کو نورانی موتیوں کی ایک لڑی میں پرو دیا

حضورؐ کے گھر میں تشریف فرما ہونے اور باہر تشریف لے جانے کا



ہے۔ اس سے ان کے مرتبے، مقام اور علمی فہم کا پتہ چلتا ہے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث مبارکہ کے دوسرے راوی ہیں۔ آپؓ کی شان، عظمت، منزلت اور مرتبہ سورج کی طرح واضح اور معروف ہے۔ حدیث مبارکہ سے آپؓ کی اپنے نانا پاکؐ سے قلبی محبت اور ان کی سیرت و صورت اور جمال و کمال جاننے کی جستجو و تمنا کی روشنی ملتی ہے۔ شہادت سری کے امامؓ امت کو یہ درس عقیدت و محبت سکھلا رہے ہیں کہ ہم بھائی اسی کوشش و جستجو میں رہتے کہ کہیں سے سرکار دو جہاں رحمت کون و مکاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت و صورت کے پاک گوشے ہم پر آشکارا ہوں۔ اس معاملہ میں ہم بازی لے جانے کی فکر میں رہتے۔ یہ تڑپ و جستجو قلبی محبت، عشق میں وارفتگی اور رشک کا انتہائی حسین ترین، جمیل ترین اور باریک ترین امتزاج ہے۔

امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت و صورت جاننے کے معاملے میں امام حسین علیہ السلام مجھ سے بازی لے گئے۔ آپؓ یہ حدیث مبارکہ ابا حضور حیدر کرار ابو تراب کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ حسنین کریمینؓ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا بیاں ہو۔ آپؓ حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس تھے۔ امام بخاریؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

"ظاہری شکل و صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے **ہم شکل** حسن ابن علیؓ سے زیادہ کوئی نہ تھا اور حضرت حسینؓ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ بھی شکل و شباہت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔"

سید الشہداء امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ امام حسنؓ کے بیان کے مطابق امام ہمام امام حسینؓ علم رسالت، حکمت رسالت اور سیرت و صورت پاک کے رموز و اسرار پہلے حاصل کر چکے تھے۔ دراصل یہ رموز و اسرار نہیں بلکہ دین متین، صراط مستقیم اور قرآن حکیم کا نقشہ و خاکہ تھا جو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے فرزند دلبند سید الشباب الجنۃ محافظ دین اور بوئے رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پڑھایا اور سکھایا۔ کیونکہ آپؓ کی چشم ولایت یہ دیکھ رہی تھی کہ میرے اسی فرزند نے کرب و بلا کے میدان میں ناموس دین کی خاطر ایسی لازوال قربانی دینی ہے جو اس خون مطہر پر صدیوں سے واجب ہے۔ امام عالی مقام نے اس نقشہ دین کو باب العلم سے پڑھا، سیکھا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں نقش کیا۔ میدان

کربلا میں اپنے نانا پاکؐ کے دین کی سربلندی اور اس قرآنی و دینی نقشے کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر دین کی حرمت اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و صورت پاک کے نقشے پر داغ نہ آنے دیا۔ اپنے پاک و مطہر خون کی قربانی دے کر دین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ اگر امام عالی مقام یہ عظیم الشان قربانی نہ دیتے تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و صورت پاک کا نقش ہم تک کیسے پہنچتا؟ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سلطان ہندو پاکستان خواجہ غریب نوازؒ نے کیا خوب فرمایا ہے

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

امام عالی مقامؓ نے بنائے لا الہ کی جو تعلیم مولائے کائنات حضرت علیؓ سے حاصل کی، کربلا کے میدان میں دین محمدیہؐ کو بچا کر اس کا حق ادا کر دیا۔

حدیث مبارکہ کے چوتھے راوی سرچشمہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ آپؓ کی شان و عرفان، معرفت اور علمی مرتبہ کے بارے میں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ۔"

ہر راوی نے اپنے مقام و مرتبے کے مطابق حضور سرور انبیاء ﷺ کی سیرت و صورت کے بیان کا حق ادا کیا ہے۔ مجھ ناچیز کا اس بارے میں دم بخود رہنا کوئی حیرانگی کی بات نہیں۔ یہ پاک و مقدس ہستیاں عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درسگاہیں ہیں۔ ہمیں ان کی حیات طیبہ سے یہی نور ملتا ہے کہ سرور سروراں ہادی انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت پاک کا بیان سننا اور سنانا دراصل دین متین کی حفاظت کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۸/۳۲۲

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روات ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے کا بھی ہدیہ بھیجا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔ اگر مجھے اس کی دعوت پر بلایا جائے تو ضرور اس بلاوے کو منظور کر لوں گا۔

حدیث نمبر ۹/۳۲۳

جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو خچر یا ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۸،۹

دعوت قبول کرنے کے معاملہ میں رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے یہ روشنی ملی کہ دعوت دینے والے کی ظاہری شان و شوکت، دولت و ثروت یا اس کے اعلیٰ عہدے کو پیش نظر نہ رکھا جائے کیونکہ یہ تمام مصنوعی اور عارضی حد بندیاں ہیں۔ بلکہ دعوت دینے والے کو انسان سمجھ کر اس کے خلوص و محبت کو معیار بنانا چاہیے۔ مقام انسانیت مال و زر اور ظاہری سج دھج سے بالاتر ہے۔ تکریم انسان ہی کو اہمیت اور فوقیت دینی چاہیے۔ یہی سرکار کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دعوت پر تشریف لے جاتے تو کسی خاص قسم کی سواری کا بندوبست نہ فرماتے بلکہ پیدل ہی روانہ ہو جاتے۔ آج ہمیں ایسے ہی کامل واکمل نمونے پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ ہم غیر ضروری تکلفات کے بھنور سے آزاد ہوں۔

حدیث نمبر ۱۰/۳۲۴

یحییٰ بن ابی الہیثم العطار فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ سے سنا اس نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۰

پیغمبروں کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حدیث مبارکہ میں جس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ وہ خوبرو اور حسین ہو اس لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام یوسف رکھا۔

حدیث نمبر۳۲۵/۱۱

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا اور اس پر ایک کمبلی حاشیہ والی پڑی ہوئی تھی جس کی قیمت کا اندازہ ہماری نظروں میں چار درہم کے قریب تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہوئے تو آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ تبارک و تعالیٰ میں حج کے لئے تیرے حضور میں کھڑا ہوں ایسے حج کے لئے جس میں لوگوں کو نہ سنانا مقصود ہے اور نہ ہی دکھاوا۔

حدیث نمبر۳۲۶/۱۲

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ ایک درزی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ثرید پیش کی گئی اس پر کدو کے ٹکڑے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سے کدو اٹھاتے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھے۔ ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا جس میں کدو ڈلوانے کی طاقت ہو اور اس میں کدو نہ ڈالا گیا ہو۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۱ ، ۱۲

حدیث نمبر۱۱ اور ۱۲ کے تاثرات و واردات شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

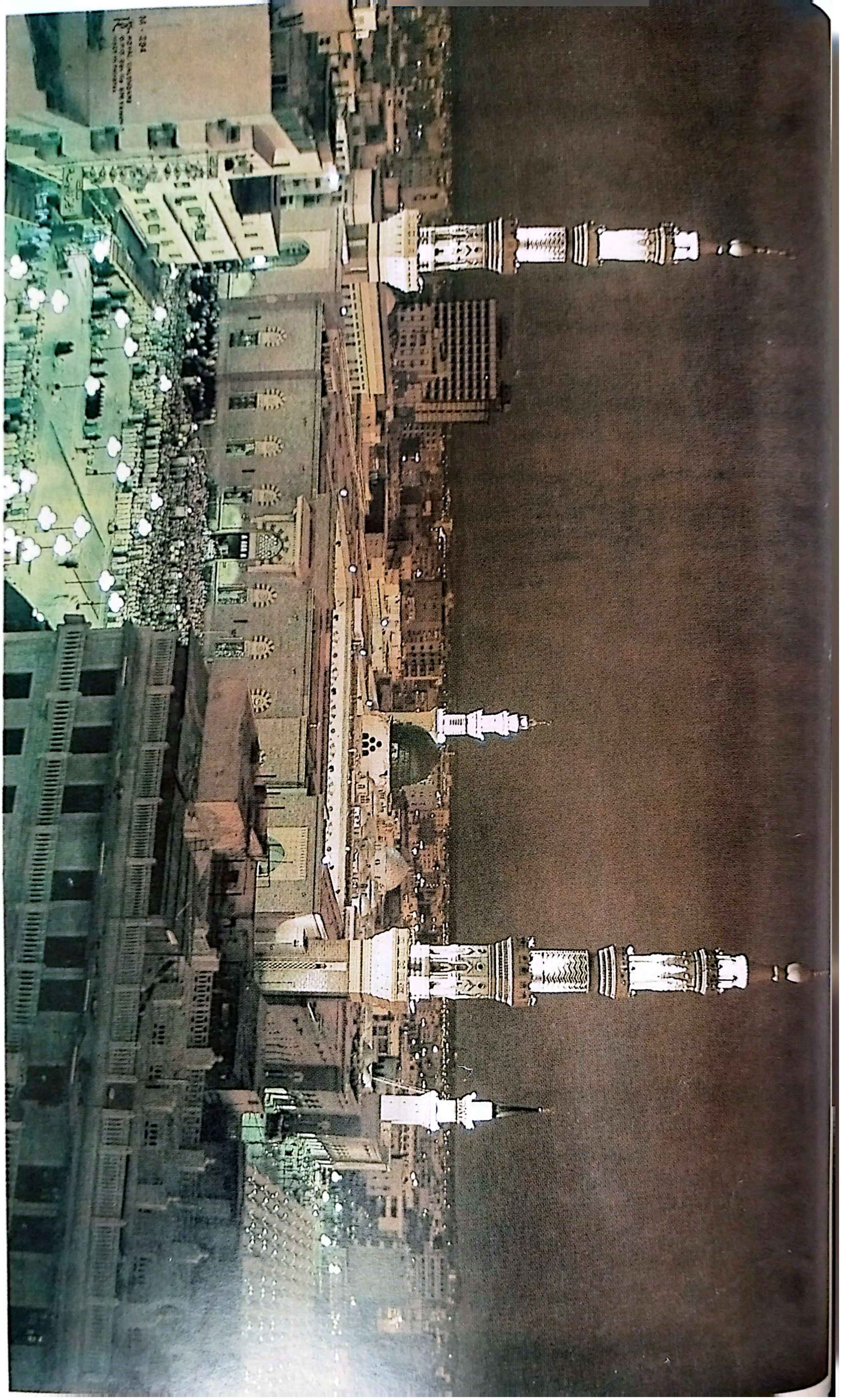
حدیث نمبر ۳۲۷ / ۱۳

عمرہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسولؐ خدا اپنے گھر مبارک میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں جوں ڈھونڈ لیتے تھے اور اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳

حضور ﷺ کے مقام سے بڑھ کر کسی کا مقام نہیں ہو سکتا۔ آپؐ کا مقام خدا کے بعد ہے۔ شرف کی تین قسمیں ہیں۔ شرف انسانیت یعنی اولاد آدم ہونا، مسلمان ہونا اور سب سے اعلیٰ و ارفع شرف یہ ہے کہ تمام انبیاء و رسلؑ کا امام ہونا اور محبوب خداؐ ہونا۔ یہ سارے شرف حاصل ہونے کے باوجود آپؐ گھر کا چھوٹے سے چھوٹا کام بھی خود اپنے ہاتھ مبارک سے کرتے تھے۔ یعنی آپؐ اپنے غلام کو کام نہیں بتاتے تھے۔ آپؐ نے یہ ساری محنت و مشقت اپنی امت کیلئے کی۔ جبکہ امت کا حال یہ ہے کہ ہاتھوں سے کام کرنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ایسے آرام پرست، سست اور لاغر ہو گئے ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نوکروں سے کرواتے ہیں۔ یعنی ہم سنت رسول مقبولؐ کے بالکل الٹ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خواب غفلت سے جگائے اور دین متین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

نکتہ :- حدیث مبارکہ میں جوں تلاش کرنے کا ذکر ہے۔ علماء کرام کی تحقیق یہ ہے کہ حضور کائناتؐ کے بدن اطہر یا کپڑوں میں جوں نہیں ہوتی تھی۔ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینے سے بڑھتی ہے۔ جبکہ حضور اقدس ﷺ سراپا نور تھے وہاں میل کہاں تھا۔ اسی طرح پسینہ مبارک سراسر مشک و عنبریں تھا وہاں جوں کا کیا کام۔ یقیناً کسی کی جوں چڑھ جاتی اور آپؐ اسے تلاش فرماتے۔ تلاش کرنا دوسروں کے لئے نمونہ بھی تھا تا کہ وہ اس طرح کر سکیں اور یہ سنت بن جائے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر 48

باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے اخلاق حسنہ کے بیان میں ہے

(اس باب میں پندرہ احادیث ہیں)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔ سعد بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں جنابہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضور ﷺ کے اخلاق کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا

کَانَ خُلُقُہ الْقُرآن

"قرآن حکیم ہی آپ ﷺ کا خلق عظیم ہے۔"

قرآن مجید کی ہر ایک آیت سے صاحب خلق عظیم سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ بیان ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید میں سورہ قلم پارہ ۲۹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

"بے شک تمہاری خوبو (عادت مبارکہ) بڑی شان کی ہے۔" (قلم، ۴)

یعنی سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر عادت مبارکہ بڑی شان و مرتبہ والی ہے۔

حضور پاک صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے

"میں پیغمبر ہی اس لئے بنا کر بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے

اَکْثَرُ مَا یَدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ تَقْوَی اللّٰہِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ

"جنت میں جو بات اکثر لوگوں کو لے جائے گی وہ پرہیز گاری اور خوش خلقی ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے

"ایمان والوں میں سب سے زیادہ مکمل ایمان والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو۔"

نیز ایک اور مقام پر ارشاد ہے

"اعمال کے ترازو میں خوش خلقی سے زیادہ کوئی نیکی بھاری نہ ہوگی۔"

حضرت علامہ محدث کبیر الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت علامہ قاضی عیاضؒ کی کتاب "شفا" شریف سے نقل کرتے ہیں

"ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہائے آفرینش تک پوری کائنات کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ اس عقل کا ایک ذرہ ہے جو سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشی گئی۔"

امام قسطلانی "مواہب" میں "عوارف المعارف" کے حوالہ سے لکھتے ہیں

"اگر عقل کے سو اجزاء تسلیم کئے جائیں تو اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ ننانوے جزو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کئے گئے اور ایک جزو تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا گیا۔"

حضرت علامہ فاضل اکمل محدث کبیر قاضی عیاضؒ تحریر فرماتے ہیں

یعنی "اختلاط باہمی کے **دل کشا** مظاہر و آداب کے ہمرکاب، خندہ پیشانی اور بے پایاں لطف و مہربانی کے جلو میں دوسروں کی تکالیف کو برداشت کرنے نیز ان کے مصائب کی گرہ کشائی، بردباری، صبر و تحمل، پے در پے برتری کی نمو کا ترک، مروت، احسان کے مواقع پر درشتی اور سختی کی روش سے پہلو تہی، بدلہ لینے کے محاسبے اور غصے سے اجتناب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار اور اخلاق حسنہ کے ممتاز اور نمایاں جواہر ہیں۔"

انسان کو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق پر فضیلت و برتری عقل کی وجہ سے حاصل ہے۔ عقل کا معیار یہ ہے کہ انسان انتہائی گھمبیر، تنگ و تاریک اور مشکل ترین حالات میں بھی حواس باختہ نہ ہو بلکہ تاریکی کے ان دبیز اور گہرے پردوں کو چاک کرتا جائے اور عقل کی روشنی سے کام لے۔ ایسا شخص انسانیت کی رہنمائی کا حق دار ہے اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر جو خوشی اور غمی میں حواس باختہ ہو جائے اور جذبات کی لہروں میں تنکے کی طرح بہہ جائے اور عقل سے روشنی لینا چھوڑ دے یقیناً ایسا شخص نجات دہندہ نہیں ہو سکتا۔ وہ انسانوں کی رہنمائی سے گر جاتا ہے۔ یہ عقل کے معیار کی بات ہے۔ شروع میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ اگر نعمت عقل کے سو حصے کئے جائیں تو رب تعالیٰ جل شانہ نے ننانوے حصے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائے۔ اس لئے آپؐ رؤف و رحیم ہیں

اور رحمت للعالمین کا تاج بھی آپؐ کے سر سجا ہے۔ انسانی کیفیات و حالات خواہ وہ کسی قسم کے بھی ہوں ان کے لئے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے رہنمائی لینا یقیناً انسان کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ راستے سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے آپؐ کی ایک عادت مبارکہ کو عظیم کہا ہے۔ اور یہ حقیقت سورج کی طرح روشن اور واضح ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور وجود مسعود کا ترجمان ہے۔

مذکور ہے اس میں تری ایک ایک ادا کا
قرآن سے ظاہر تری صورت تری سیرت

لہٰذا نہایت ہی ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کے ساتھ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا باب مبارک لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی و انکساری اور تزلزل و فروتنی سے درخواست والتجا ہے کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لامحدود اخلاق حسنہ میں سے اس ذرے کو کچھ نہ کچھ لکھنے کی توفیق و سعادت مرحمت فرمائے۔ ذرے اور سورج میں نسبت ہے مجھ ناچیز کو تو اس قسم کی نسبت بھی حاصل نہیں۔ ایسے کام کی سعی کر رہا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق کے سوا اور کوئی بھروسہ نہیں۔

حدیث نمبر۱/۳۲۸

”خارجہ بن زید بن ثابتؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ چند افراد زید بن ثابتؓ کے پاس آئے انہوں نے استدعا کی کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں سے کچھ احادیث بیان کریں۔ زیدؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے سامنے کون کون سی باتیں بیان کروں، میں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسایہ ہوں جس وقت آپؐ پر وحی اترتی تو مجھے بلا بھیجتے۔ تو میں اس وحی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھ لیتا۔ پس جب ہم معاملات کی باتیں کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے۔ اور جب ہم اخروی امور کا ذکر کرتے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور یہ تمام باتیں ہیں جو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبرا

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابیؓ کو گھر سے بلوا کر وحی لکھنے کا حکم صادر فرماتے۔ گویا صحابیؓ کو وحی لکھنے کا شرف بخشتے۔ حضرات شارحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ کاتبان وحی بالاتفاق آٹھ تھے یعنی جناب حضرت عثمان ذوالنورینؓ، جناب علی المرتضیٰؓ، حضرت ابی خالد بن سعیدؓ، حضرت حنظلہؓ، حضرت علاء حضرمیؓ، حضرت ابان بن سعیدؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت امیر معاویہؓ۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اگر ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاملات کی باتیں کرتے تو حضور ﷺ بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے۔ اگر ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے اور اگر ہم معقولات کی باتیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے۔ الغرض ہم جس موضوع کا ذکر کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو فرماتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات مجلس کا حسین ترین سلیقہ و قرینہ ہے۔ کیونکہ صحابیؓ کہہ رہا ہے کہ ہم جو بھی بات چھیڑتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے متعلق سچائیاں بیان فرماتے۔ یہ آپؐ کا نہایت ہی حکیمانہ انداز تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے رجحان کا علم ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ اسی قسم کی گفتگو فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار خاطر نہیں بنتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفیق نگاہ صرف اس نکتہ پر رہتی تھی کہ دین کی تعمیر، تفسیر و تعمیل کا تذکرہ ہمہ وقت جاری رہے۔ نیز مشورہ دینے میں کسی قسم کے غرور یا نفرت کا اظہار نہ فرماتے بلکہ غائت درجہ بے تکلفی فرماتے اور پوری توجہ فرماتے۔

وہ لوگ جو علمی یا مالی دولت سے مالا مال ہوں یا اقتدار پر آجائیں ان کے لئے یہ خاص ہدایت ہے کہ حضور رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل نمونہ سے حسن سلوک کا نور حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کریں۔ اگر وہ اس کے برعکس معاملہ کریں گے تو وہ وجود خیر نہیں

ہوں گے بلکہ وجود شر بن جائیں گے۔ان کے اس عمل کا ردعمل یقیناً دل سوزی اور جہان سوزی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی المتوفی ۱۰۰۳ھ اس حدیث شریف کے ضمن میں ایک فائدہ تحریر کرتے ہیں۔

"حاکم نے تخریج حدیث کرتے ہوئے جو حدیث ابن مسیب سے روایت کی ہے وہ آقائے نامدار سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال حلم، نرمی اور لطف وکرم کی گواہی دیتی ہے۔ ابن مسیب جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) مسند خلافت پر جلوہ آرا ہونے کے وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مجھ سے وہی پرانی شدت اور سختی کی توقع رکھتے ہو لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں اپنے آقا و مولیٰ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت میں کافی سے زیادہ عرصہ رہ چکا ہوں اور حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا عبد بنا رہا جو کہ قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کا طالب تھا اور خادم خاص رہا۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ و امانوالہ وازاسمہ ازبرہانہ کے ارشاد گرامی کے مطابق اپنی امت کے ساتھ انتہائی ترحم اور رافت کا سلوک فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامان کے حلقہ میں میری حیثیت ایک سونتی ہوئی تلوار کی طرح تھی۔ یہ تلوار اسی وقت نیام میں بند ہو جاتی جب سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ فرما دیتے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تاثرات لے کر لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا کرتا اور نرمی کو سختی پر ترجیح دیتا۔"

اس حدیث شریف کے شروع میں جب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ احادیث مبارکہ، حالات زندگی اور اخلاق حسنہ بیان کریں تو صحابیؓ نے کہا کہ میں کیا کیا بیان کروں۔ آپؐ کے احوال مبارک احاطہ بیان میں نہیں آسکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سید الکائنات حضور رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی اور اخلاق حسنہ سے واقفیت حاصل کرنے کا کمال درجہ ذوق و شوق اور طلب و جستجو رکھتے تھے۔ جو ان کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کا بین اور منہ بولتا ثبوت ہے۔

حدیث نمبر۳۲۹/۲

عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس شخص کی طرف جو برے سے برا بھی ہوتا اپنے پورے روئے انور کے ساتھ اور نرم گفتگو کے ساتھ متوجہ ہوتے تاکہ وہ اس اخلاق حسنہ کی بدولت حق کی طرف الفت اور رغبت حاصل کرے۔ سو اسی طرح پوری توجہ اور محبت بھری گفتگو میرے ساتھ بھی فرماتے یہاں تک کہ میرا یہ یقین ہو گیا کہ میں قوم کا بہترین فرد ہوں۔ پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بہتر ہوں یا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بہتر ہوں یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ، پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آیا میں بہتر ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ۔ جب میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہایت ہی سچا جواب مرحمت فرما دیا۔ پس ہر وقت میں اس بات کی خواہش رکھتا کہ اے کاش میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

ارشاد ہے کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس شخص کی طرف جو برے سے برا بھی ہوتا اپنے پورے روئے انور کے ساتھ اور نرم گفتگو کے ساتھ متوجہ ہوتے تاکہ وہ اس اخلاق حسنہ کی بدولت حق کی طرف الفت اور رغبت حاصل کرے" یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انتہائی بداخلاق اور کمال درجے کے بدترین افراد سے بھی انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اپنا رخ انور اسکی طرف پھیر کر پوری توجہ سے متوجہ ہوتے، محبت بھری گفتگو اور نظر کرم سے اسکے حال پر فکر فرماتے اور اسکی اصلاح فرماتے تاکہ اس کا دل نرم ہو اور حق قبول کرنے کی طرف مائل ہو کر دین اسلام اور

اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جائے اور قوم کا ایک قابل ترین فرد بن جائے۔

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ نور ملا کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ سے بے مثل مروت، محبت، الفت اور کمال درجے کی توجہ فرماتے تھے۔ جب صحابیؓ نے دیکھا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے حد درجہ نرم اور محبت بھری گفتگو فرما رہے ہیں تو اس نے یہ جرات کی اور عرض کر بیٹھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا میں ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں یہ سب تجھ سے بہت افضل ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی تعریف یوں فرمائی کہ آپؐ کو "رحمت للعالمین" کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "رحمت للعالمینؐ کے عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہو کر ہر ایک پر اپنی پوری توجہ اور رحمت فرماتے۔ جس طرح رحمت کائنات کا احاطہ نہیں ہو سکتا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار اور اخلاق حسنہ زمان و مکاں میں محیط نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سارے زمان و مکاں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو جس زمان و مکاں میں رہتا ہے وہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے استفادہ کر سکتا ہے۔ چاہے صحرائی ہے یا خلائی، میدانی ہے یا پہاڑی الغرض ہر ہر عالم کے لئے صاحب لولاک محبوب کبریا شافع یوم جزا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل و اکمل نمونہ موجود ہے۔ اسی طرح اس صحابیؓ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاملہ روا رکھا اور اپنی پوری رحمت کے ساتھ متوجہ ہوئے تو اس کردار کے بے مثل کمال کا الفاظ میں احاطہ کرنا ناممکن اور محال ہے۔ پس جس شخصیت میں اس عظیم الشان کردار کی روشنی جتنی زیادہ ہو گی وہ شخصیت اتنی ہی ممتاز و درخشاں ہو گی۔ ہر امیر و غریب، صالح و بد اور اپنے و پرائے کے دل میں اس کا گھر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی محبت اور ان سے اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آں عقل کجا کہ کمال تو رسد
آں روح کجا کہ جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

حدیث نمبر ۳۳۰/۳

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف دس برس تک حاصل رہا۔ مجھے کبھی بھی اف تک نہیں فرمایا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از روئے اخلاق کے تمام انسانوں میں بہت ہی بہتر تھے۔ اور میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو' اور میں نے ہرگز کبھی بھی کسی قسم کا مشک اور عطر حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

کردار نظر نہیں آتا لیکن اس کا اثر دل کی اتھاہ گہرائیوں تک جاتا ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند و بالا کردار سے متاثر اور دس سالہ غلامی سے مشرف صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ معترف ہے کہ اس دوران سرور سروراں مالک دو جہاں حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اف تک نہیں کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک بھی بے مثل ہے اور جسم اطہر بھی بے مثل و بے نظیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کہہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک اتنے نرم و ملائم تھے کہ میں نے کسی ریشم یا حریر میں ایسی نرمی و ملائمت نہیں دیکھی۔ سبحان اللہ

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو ہاتھ چھو جائے تو ملائمت بے مثال اور جسم مبارک کا قرب حاصل ہو تو خوشبو بے مثال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دوستوں اور دشمنوں سے جو رویہ رہا وہ بے مثال۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

"آپ ﷺ کی ایک ایک عادت عظیم ہے۔" (قلم ۴)

آپ ؐ ہر ہر عادت مبارکہ پہ لاکھوں سلام۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واحد و یکتا کی بے مثل و بے عدیل برہان ہیں۔ "لا الہ الا اللہ" کا دعویٰ بھی بے مثال اور "محمد رسول اللہ" اس دعویٰ کی دلیل بھی بے مثال۔

حدیث مبارکہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عظمت اور شان بھی صاف اور واضح ہے۔ ارشاد ہے "اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔" اس مقام پر حضرت علامہ محمد عاقل صاحب اپنی شرح میں فرماتے ہیں

یعنی "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکمل فضیلت کے مالک تھے کہ مکمل دس سال آپ ؐ کی خدمت اقدس میں رہ کر خلاف شرع کسی فعل کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ خلاف شرع کام پر آنحضور ﷺ کا سکوت ممکن ہی نہ تھا۔"

ارشاد ہے "اور میں نے ہرگز کبھی بھی کسی قسم کا مشک یا عطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا" یعنی یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی اپنی خوشبو تھی کسی عطر یا مشک وغیرہ کی خوشبو نہیں تھی۔

اسحاق بن راہو یہ فرماتے ہیں کہ "یہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے کے تھی گویا خود آپ ؐ کے وجود اقدس و مطہر کی تھی۔ آنحضور ﷺ کا وجود مبارک طیب و مطیب تھا۔ جس راستے سے آپ ؐ گزرتے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو پا کر اس راستے پر جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا لیتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ جس راستہ پر سے گزرتے اور کوئی شخص آنجناب ؐ کو تلاش کرتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ؐ اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں

"حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ کے بازاروں میں سے کسی بازار کو

تشریف لے جاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو پاکر اسی راستے سے آپؐ کو پالیتے۔ اور کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی راستے سے گزرے ہیں۔"

آج بھی مہکتے ہیں راستے مدینے کے
ایسی یکتا خوشبو تھی میرے آقاؐ کے پسینے میں

ایک بار حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ کو پسینہ آیا۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ ایک شیشی لائیں اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنے لگیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسینہ جمع کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب عرض کیا ہم اس کو اپنی خوشبو میں مدد دیں گے اور یہ پسینہ مبارک اعلیٰ درجے کی خوشبو ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

"ام سلیمؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم قوی امید رکھتے ہیں کہ ہمارے بچے اس پسینہ مبارک سے بابرکت ہو جائیں گے۔ شفیق امتؐ نے ارشاد فرمایا اے ام سلیمؓ تو نے سچ کہا۔

صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں "یعنی اس سے ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کی نشانیوں کا تقرب اور تبرک حاصل کرنا مستحب ہے۔ جبکہ کہا گیا ہے جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ اس خوشبو سے مجھے خوشبو لگائی جائے۔"

حضور پاک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی سے مصافحہ کرتے تو تمام دن اس شخص کو اپنے ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست ہائے مبارک کو چھونے کی بدولت خوشبو آتی رہتی۔ اور اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ مبارک پھیر دیتے تو وہ بچہ اس خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں میں پہچانا جاتا۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"میں نے ظہر کی نماز حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے جانے کیلئے مسجد سے نکلے۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل پڑا۔ پس جو بچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے آتے تو ہر ایک کے گال پر دست شفقت پھیرتے۔ جب میری باری آئی تو میرے دونوں رخساروں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ میں

نے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک کو پایا اور خوشبو بھی پائی۔ وہ خوشبو ایسی تھی کہ گویا ابھی کسی عطر فروش کی ڈبیہ سے نکلی ہے۔" ایک اور حدیث شریف ہے

"ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امداد فرماویں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں مگر ہاں ایک کھلے منہ والی بوتل لا' وہ لے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بازوؤں مبارک سے پسینہ (مبارک) لے کر شیشی میں ڈالا اور فرمایا یہ لے جا اور اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ اس شیشی سے پسینہ مبارک لے کر بطور خوشبو استعمال کرے۔ چنانچہ جب کبھی وہ اس پسینہ مبارک کو بطور خوشبو استعمال کرتی تو تمام مدینہ منورہ اس خوشبو سے مہک جاتا۔ اسی وجہ سے اس گھر کا نام ہی خوشبو لگانے والوں کا گھر پڑ گیا۔" ابراہیم بن اسماعیل مزنی نے جناب جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے

"یہ کہ حضورؐ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا' میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کو اپنے منہ کے اندر لے لیا تو اس سے مشک کی مہک اور لپٹ آ رہی تھی۔" صاحب روض نظیف فرماتے ہیں

یعنی "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک میں جو چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ عورتیں اس کو بجائے عطر کے لگاتی تھیں۔"

حدیث نمبر۱۳۳/۴

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زرد نشان تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ایسی تھی کہ کسی کی ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو اس وقت حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہیے تھا کہ اسے کہتے کہ زردی

لگانا چھوڑ دے۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۴

حضور سرکار دو عالم ﷺ زردی کے دھبے قلب مبارک میں محسوس فرما رہے تھے مگر یہ آپؐ کی رحمت بے پایاں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار کی۔ صحابیؓ کے جانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اسے منع کر دیتا۔ یہ سب کے لئے تنبیہ تھی کہ حضور ﷺ کی مجلس میں پسندیدہ لباس پہنا جائے اور آپؐ کی بارگاہ عالیہ میں آداب کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

دل ما زار ہرچہ خواہی کن
کہ در طریقت ما غیرازیں گناہ نیست

"کسی کا دل مت دکھاؤ کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے"

وہ شخص بڑی محبت سے آیا تھا اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی نہ تھا مگر آداب لباس میں خامی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کی اس خامی کو ایسے احسن طریقے سے دور فرمانے کے لئے کہا کہ اس کا دل بھی نہ دکھے اور صحیح بات بھی اس تک پہنچ جائے۔ تعلیم دینے کا یہ بڑا حکیمانہ انداز ہے۔

حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس قسم کی خوشبو لگانا حرام نہیں ہے۔ ورنہ حرام کام کرنے کو حضور سرور انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی وقت بھی برداشت نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص بھی کسی غیر شرعی کام کو کرتا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اس وقت آپؐ کا مزاج شریف غصہ کے عالم میں بدل جاتا اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کیفیت کو دیکھ کر کانپ اٹھتے۔ حضرت علامہ قاضی محمد عاقل صاحبؒ شارح شمائل شریف حلاوۃ المتعلمین میں تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی "شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس خوشبو کا استعمال حرام نہیں تھا، اگر حرام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے مجلس سے اٹھ جانے تک کا انتظار نہ فرماتے اور اس کو اس خوشبو کے استعمال کو ترک کرنے کا حکم فرماتے۔"

سلسلہ چشتیہ کے اکثر بزرگ زعفرانی رنگ کے کپڑے استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا اس رنگ کو دیکھ کر ان سے نفرت کرنا یا ان کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو ان کے جسم مبارک پر زرد رنگ کا لباس ہو گا۔ یعنی حضور کائنات ﷺ کے نور ولایت سے بھی منور ہوں گے مگر ان کا مقام و مرتبہ نبی کا ہو گا۔

حدیث نمبر۳۳۲/۵

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ تو طبعاً بد خلق تھے اور نہ ہی بتکلف فحش بات فرماتے۔ نہ بازاروں میں شور فرماتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن درگزر فرما دیتے اور اعراض فرما دیتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ روشنی ملی کہ آنحضور ﷺ نہ طبعاً اور نہ ہی تکلفاً فحش گو تھے۔ ارشاد ہے "اور نہ بازاروں میں شور کرتے" یعنی بازاروں میں چیختے چلاتے نہ تھے۔

تورات میں بھی حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہی اوصاف جمیلہ لکھے ہوئے تھے۔

حضرت کعب الاحبارؓ نے فرمایا کہ تورات میں ہے

"محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا بندہ ہے اکھڑ اور سخت مزاج نہیں ہے، نہ بازار میں چلانے والا ہے اور نہ ہی شر کرنے والا۔"

وسائل الوصول میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ

"ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کوئی ناشائستہ اور نازیبا بات زبان پر نہ لاتے تھے۔ بازاروں میں اونچی آواز سے بات نہیں کرتے تھے۔ کوئی آپ کے ساتھ برائی کرتا تو اس کا بدلہ برائی میں نہیں دیتے تھے اسے معاف فرما دیتے تھے۔" تورات

میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

"نہ سخت مزاج ہے اور نہ بازاروں میں اونچی آواز میں بولتا ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا۔ لوگوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اس کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ طابہ (مدینہ منورہ) میں ہجرت کرے گا۔ وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کے ساتھی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تہہ باندھتے ہوں گے اور وضو کرتے ہوں گے۔"

یہی تعریف انجیل میں بھی مذکور ہے

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے "اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے لیکن درگزر اور اعراض فرماتے" یعنی اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی شخص بداخلاقی، برائی اور بدی سے پیش آتا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انتہائی کریمانہ اور رحیمانہ اخلاق سے بخش دیتے اور معاف فرما دیتے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ ہزار ہا ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ صاحب روض نظیف فرماتے ہیں

یعنی "آپؐ اپنے کرم سے ہر خطاوار کو معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپؐ اس کا عذر قبول فرماتے۔"

بدقسمتی سے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ انتہائی پرفتن ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروکار اور سیاسی جماعتوں سے وابستہ لوگ اپنے عقائد اور منشور کا اظہار کھلے عام میڈیا پر کر رہے ہیں۔ ان میں ملحدین بھی شامل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عریانی، جنسی بے راہ روی اور ہم جنس پرستی پر کسی قسم کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ یہ انسان کو ان تمام بندھنوں سے آزاد تصور کرتے ہیں اور مرد و زن کو عریاں کرنے اور جنسی آزادی دینے کے نہ صرف طرف دار ہیں بلکہ اس تصور کے حق میں بڑے شد و مد سے دلائل پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ الغرض اس قسم کے شور و شغل اور ہلڑ بازی برسرعام ہو رہی ہے۔ مگر جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم امتی و غلام ہیں ان کی سیرت طیبہ اس قسم کی تمام باتوں سے پاک و مطہر ہے۔ یعنی یہ تمام تصورات نہ صرف خلاف سنت ہیں بلکہ دین متین کے صریحاً منافی ہیں۔ بحیثیت مسلمان ان تمام خرافات کی اصلاح از حد ضروری ہے۔ جوں جوں اصلاح ہوتی جائے گی انسان کے چین و سکون میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور جب اسے راحت و آرام نصیب ہو گا تو وہ خود بخود سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرنے کیلئے بے تاب و بے چین ہو گا۔

اللہ تعالیٰ راقم کو اور پڑھنے والوں کو راحت و سکون عطا فرمائے۔ اور جن لوگوں کی طبیعت قرآن حکیم اور سنت مبارکہ کے متعین کردہ قوانین کو قبول نہیں کرتی وہ ازلی بد بخت ہیں۔ قرآن مجید میں نص قطعی سے ثابت ہے کہ

"بہت سے لوگ قرآن پڑھ کر گمراہ ہو جائیں گے اور بہت سے ہدایت پائیں گے۔" (بقرہ ۲۶)

یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۶/۳۳۳

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی ایک کو نہیں مارا ماسوائے جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ اور حضور پاک ﷺ نے نہ تو کسی خادم کو اور نہ ہی بیوی کو کبھی مارا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

ارشاد ہے "حضور سرور کائنات ﷺ نے کبھی بھی اپنے ہاتھ مبارک سے نہیں مارا، مگر ہاں مارا جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا" یعنی سوائے جہاد کے کسی کو بھی اپنے ہاتھ مبارک سے نہیں مارا۔ شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ دست بدست لڑائی جنگ احد میں واقع ہوئی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے ابی بن خلف مارا گیا تھا۔

ارشاد ہے "اور حضور پاک ﷺ نے نہ تو کسی خادم کو اور نہ ہی کسی بیوی کو مارا"

موجودہ دور میں بیویوں سے جو سلوک روا رکھا جاتا ہے اس میں افراط و تفریط کا پہلو نمایاں اور واضح ہے۔ بیویوں کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ گھر کے سارے معاملات خود سلجھائیں اور مردوں کے حواس پر سوار ہو جائیں۔ جبکہ مرد حضرات انکے چشم ابرو پر حرکت کرتے ہیں۔ رشتے ناطے طے کرنے میں عورتوں کو کلیدی حیثیت دی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت مال و دولت اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز نہیں کی

جاتی۔ یہ افراط کا پہلو ہے۔

دوسری طرف عیاش مرد حسین و جمیل عورتوں سے شادیاں رچاتے ہیں حتیٰ کہ وہ چار شادیاں تک کرتے ہیں مگر پہلی تینوں کے حقوق زوجیت ادا نہیں کئے جاتے اور یہاں بھی شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔

تیسرا معاملہ یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جانوروں سے بھی برا سلوک روا رکھا جاتا ہے جسے دیکھ کر انتہائی حیرت ہوتی ہے یہ تفریط کا پہلو ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ آج کے انسان کو شریعت کا ذرا برابر بھی لحاظ نہیں۔ صرف اپنے نفس کا غلام بنا بیٹھا ہے اور نفس پرستی کی طرف مائل ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس قرآن کی شکل میں پاک و طیب تعلیم موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مرتب کردہ بے عیب و بے ریب قانون ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ بطور کامل نمونہ کے ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

"بے شک تمہارے لئے حضورؐ کی زندگی کامل نمونہ ہے۔" (احزاب، ۲۱)

شریعت میں حضور ﷺ نے کوئی جزو کل ایسا نہیں چھوڑا جو کہ تشنہ رہ گیا ہو۔ اسلام میں عورت کو بلند مقام حاصل ہے۔ اسلام عورت کو پیٹنے یا اسکی تذلیل کرنے سے منع کرتا ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو اپنی ازواج مطہرات کو اور نہ ہی غلاموں کو کبھی مارا۔ سرکار دو جہاں ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمارے لئے ہر طرح کا امن و سکون ہے۔ جبکہ آپؐ کی سنت مبارکہ سے دوری راحت و سکون اور آرام و چین سے محروم ہونے کا دوسرا نام ہے۔ خالق کائنات نے حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کی سنت مبارکہ کو ہر ایک کے لئے واجب قرار دیا ہے تاکہ انسان اونچ نیچ، افراط و تفریط، انشقاق و اختلاف اور ریزہ ریزہ ہونے سے بچ جائے۔ اور انسان کا اپنے مالک حقیقی سے رشتہ جڑا رہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں کئی مقام پر ارشاد فرمایا

"اللہ اپنے بندوں پر ظالم نہیں" (آل عمران، ۱۸۲)

سرکار کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ دراصل صراط امن ہے اور اس صراط سے ہٹنا حقیقتاً اپنی موت آپ مرنا ہے۔ حدیث مبارکہ سے یہ نور ہدایت ملا کہ اپنی بیویوں اور غلاموں (نوکروں) سے

اچھا سلوک روا رکھنا سنت نبویؐ ہے جبکہ انہیں مارنا پیٹنا سنت رسول مقبول ﷺ کی کھلی خلاف ورزی ہے ۔ کیونکہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ آپؐ نے نہ کبھی ازواج مطہرات میں سے کسی کو مارا اور نہ ہی غلاموں میں سے ۔ کسی کو جوڑنے والے مقدس و مبارک ہاتھ کسی کو مار کر اس کا دل کیسے توڑ سکتے تھے ۔ آپؐ کا کام دلوں کو جوڑنا تھا اور آپؐ نے دلوں کو ایسے جوڑا کہ قیامت تک شیطان باوجود کوشش کے ان کو نہ توڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امن کا راستہ دکھائے اور مثبت سوچ عطا فرمائے ۔ ہمیں دلوں کو جوڑنے والا بنائے نہ کہ توڑنے والا ۔ آمین

حدیث نمبر ۳۴۴/۷

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ اپنی ذات اقدس کے لئے کسی شخص سے ظلم کا بدلہ لیا ہو' ہاں البتہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے ۔ سو جس وقت اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو کوئی توڑتا تو اس شخص پر از روئے غصہ کے حضور ﷺ سے زیادہ غضبناک کوئی دوسرا نہ ہوتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کام کو اختیار فرماتے جو آسان ہوتا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال اخلاق تھا کہ جس شخص نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنی بھی زیادتی کی' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے زیادتی کا بدلہ نہیں لیا بلکہ اسے معاف فرما دیا ۔ ہاں اگر کسی کو اوامر الٰہی کی نافرمانی کرتا اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتا دیکھتے تو پھر اس شخص پر بہت ہی غضبناک ہوتے اور بہت سخت ناراض ہوتے اور غصہ فرماتے ۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دے دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر کو اختیار فرماتے جس کی ادائیگی آسان اور سہل ہوتی ۔ حافظ صاحبزادہ علی احمد جان

صاحبؒ نے ارشاد فرمایا

"اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنی امت کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو امور کا اختیار دیا جاتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حق میں جو آسان ہوتا اسکو اختیار فرماتے۔ نیز اسی طرح دنیاوی امور میں جہاں دو آراء ہوتیں ان میں آسان کو اختیار فرماتے جب تک کہ اس میں کسی کا شرعی نقصان نہ ہو۔"

حضرت امام جعفر صادقؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے نزدیک عقل مند کون ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا "جو برائی اور اچھائی میں تمیز کر سکے۔"

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا یہ تعریف پوری نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ "عقلمند وہ ہے کہ جو گناہ کبیرہ کو چھوڑ کر گناہ صغیرہ کرے اور نیکی میں سے بڑی نیکی کو اختیار کرے۔"

یہ تعلیم حضور ﷺ کی تعلیمات مبارکہ کا عکس جمیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۵/۸

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھی کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے قبیلے کا برا بیٹا ہے یا اپنے قبیلے کا برا بھائی ہے۔ پھر اسے اجازت دے دی اور بڑی نرمی سے اسکے ساتھ باتیں کیں۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب نے تو اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی تھی۔ پھر جب باتیں فرمائیں تو اس کے ساتھ بڑی نرمی سے کیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ بدترین انسانوں میں سے وہ انسان ہے جس کو لوگ چھوڑ دیں یا اسکی بدکلامی سے بچنے کی خاطر اسکو چھوڑ دیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۸

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے یہ فرمایا کہ یہ شخص قبیلے کا برا بیٹا ہے یا قبیلے کا برا بھائی ہے۔ پھر اسے اپنی باریابی کا شرف عطا فرمایا اور پوری توجہ سے اس سے باتیں کیں۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا اعتراض کے لئے نہ تھا بلکہ جو بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر آگئی تھی اس کے بارے میں پوچھنا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ شخص مردود ہو کر مرے گا اور اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہو گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی پیش گوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حرف بحرف اس طرح پوری ہوئی کہ وہ شخص (جسکا نام عینیہ بن حصین تھا اور وہ العشیرہ قبیلے سے تعلق رکھتا تھا) اسلام کے خلاف لڑتے ہوئے پکڑا گیا اور قیدی کی حیثیت سے لایا گیا۔ جب وہ گلیوں سے لایا جا رہا تھا تو بچوں نے اس پر آوازیں کسیں اور اسے کہا گیا کہ منافق آ رہا ہے۔ اس پر اس نے بچوں کو یہ جواب دیا کہ تمہارا اچچا اسلام کب لایا تھا۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص جہاد میں بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ جہنمی ہے۔ وہی شخص لڑائی کے دوران زخمی ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کرلی۔ یہ حدیث شریف اسی قبیل سے ہے۔

بعض اوقات والدین اپنے گمراہ بیٹوں کے بارے میں ایسی رائے رکھتے ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر ان کی موجودگی میں ایسا نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض اساتذہ بھی اپنے نالائق اور گستاخ شاگردوں کہ جن میں حد درجہ انانیت ہوتی ہے اس قسم کی رائے کا اظہار ان کی عدم موجودگی میں کرتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔ لہٰذا اس قسم کی صورت حال کے لئے جواز یا راستہ موجود ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مشکل ترین کام میں ہمارے لئے سنت مقدسہ کا نور فراہم کیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور کائنات ﷺ سے سوال کرنے میں یہ راز تھا کہ آپؐ اس موڑ کے چھپے ہوئے گوشے کو مزید کھول کر بیان فرما دیں تاکہ امت تک یہ سنت مبارکہ پہنچ سکے۔

حدیث نمبر ۹/۳۳۶

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طور و طریقہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر وقت ہنس مکھ ہوتے۔ نرم اخلاق والے تھے' نرم طبیعت تھے' نہ تو سخت کلام اور نہ ہی تند خو تھے' نہ تو چلانے والے اور نہ ہی فحش گو تھے' نہ کسی کے عیب بیان کرنے والے اور نہ ہی بخل یا حرص کرنے والے تھے۔ نہ تو کسی کی مدح کرنے والے تھے اور نہ کسی سے مذاق کرنے والے' جو چیز پسند نہ فرماتے اس سے تغافل برتتے اور اسے ناامید بھی نہ فرماتے اور اس کا جواب نہ دیتے۔ تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل محفوظ کر رکھا تھا جھگڑے سے' تکبر سے اُور لایعنی باتوں سے۔ اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت کرتے تھے' نہ ہی کسی کا عیب بیان کرتے تھے اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی جستجو کرتے تھے کہ جس کے واقع ہونے سے عار آتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گفتگو نہیں فرماتے تھے مگر وہی جس سے ثواب کی امید ہوتی ہو۔ اور جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہم مجلسؓ نہایت ہی خاموش آنکھیں نیچے کئے ہوئے بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ پھر جب آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاموش ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہم مجلس رضوان اللہ علیہم اجمعین گفتگو کرتے اور حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی موجودگی میں اپنی باتوں میں کسی قسم کا جھگڑا نہ کرتے۔ اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض معروض کرتا باقی سب کے سب خاموش رہتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتا۔ ان حضرات کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور مبارک میں ایسی ہوتی جیسے ان میں سے پہلے شخص کی بات۔ جس بات سے سب حضرات ہنستے آنجناب

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تبسم فرماتے اور جس پر سب تعجب فرماتے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی تعجب فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اجنبی یا مسافر کی سخت گفتگو اور بے ادبی کے پوچھنے پر صبر کرتے تا آنکہ آنحضور ﷺ کے صحابہؓ مسافروں کو آپؐ کی مجلس میں لے آتے اور حضور پاکؐ یہ بھی ہدایت فرماتے کہ جب کسی ضرورتمند کو دیکھو کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے تو اسکی امداد کرو۔ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس شخص کی تعریف کرنا منظور فرماتے جو حد سے تجاوز نہ کرتا۔ کسی ایک کی گفتگو منقطع نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ حد سے نہ بڑھ جاتا۔ پس اسے منع فرما کر بات ختم فرما دیتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

حدیث مبارکہ سے امام عالی مقام علیہ السلام کی حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بے پناہ محبت کا نور پھوٹ رہا ہے۔ امام عالی مقام علیہ السلام کے نجیب الطرفین ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔ نانا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، نانی خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا، ماں فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور باپ سرتاج ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ امام عالی مقام علیہ السلام کی تعلیم و تربیت ان منور نفوس قدسیہ کے سایہ میں ہوئی۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا اپنے لخت جگر نور نظر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کو تعلیم دینا امت کے لئے مشعل راہ ہے۔ اور ایک روشن و تاباں مینار کی طرح تاقیامت حق و باطل کے درمیان حد کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظام باطل کا کوئی طوفان اسے نہیں بجھا سکتا۔ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کے متعلق جو انداز بیان اختیار کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی آپ رضی اللہ عنہ باب الحکمت اور باب العلم ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس طرح ارشاد فرمایا کہ علیؓ اور قرآن کو جدا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے بھی امت کو قرآن مجید کی صحیح تعلیم سے نوازا کہ قرآن صورت رسولؐ بھی ہے اور سیرت رسولؐ بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نفوس قدسیہ کے ساتھ

کیونکہ پانی مخصوص مقامات پر ملتا ہے ہر جگہ عام نہیں ہوتا۔اس کے برعکس ہوا ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ ہوا اور حیات آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اور رحمت بے کنار کو ہوا سے تشبیہ دے کر گویا آپؐ نے "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ" کی تفسیر کر دی ہے۔ یہ آپؐ کا منفرد مقام ہے۔ آپؐ ہیں ہی مفسر قرآن۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کا فیض اور رحمت زمین تک محدود نہ تھی بلکہ اس کا دائرہ سارے عالم و عالمیان کو گھیرے ہوئے تھا۔

حدیث نمبر ۳۳۹/۱۲

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والے دن کے لئے کسی چیز کا بھی ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۲

کچھ لوگوں نے اپنی زندگی اور معاشرے کا حل یورپی سامراج یا روس و چین کے ملحدانہ نظام کو سمجھ رکھا ہے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ انسانیت کی خدمت و فلاح ' کامیابی و کامرانی اور روٹی ' کپڑا اور مکان کا علاج ہمارے پاس ہے۔ یہاں تقابلی جائزہ مقصود نہیں بلکہ جناب محمد مصطفیٰؐ کا عمل پیش ہے جو ساری دنیا کے لئے کھلی کتاب ہے۔ اگر ان میں واقعی انسانیت کی خدمت کا سچا جذبہ موجود ہے تو وہ یہ ضرور دیکھیں کہ ان کے نظام نے انسانیت کو کیا دیا ہے اور اسلام کا درس تعلیم اور نظام امن کیا ہے؟ ان کے ئے لمحہ فکر ہے ' بس تھوڑی سی اصلاح کریں ' خالق حقیقی کو مانیں اور اس کی رضا کے لئے اس کی مخلوق میں مال تقسیم کرنے سے گریز نہ کریں۔

آج کی سامراجی قوتیں اور نظام باطل جو نام نہاد انسان دوستی اور انسان پروری کا دم بھرتی ہیں ساری دنیا کی معاشیات اور اقتصادیات پر قابض ہیں۔ جبکہ چشم فلک یہ نظارہ بھی کر رہی ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسان بھوک و افلاس کی وجہ سے بلک بلک کر جان گنوا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس کامل و اکمل دین ہے اور یہ نمونہ موجود ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کا آدھا سامان

انسانوں کی خدمت کے لئے آپؓ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار امیر و کبیر اشخاص میں ہوتا تھا اسلام کی راہ میں ایسی فراخدلی سے سخاوت کی کہ غنی کے لقب سے نوازے گئے۔ وصال کے وقت آپؓ کے پاس جو مال بچا اس سے عالم اسلام بخوبی آگاہ ہے۔ بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ غنی فقیر ہو گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس قلم اور تلوار جیسی دو عظیم قوتیں تھیں۔ آنکھ مبارک کھولتے ہی ان کا استعمال شروع کیا اور شہادت مبارک تک یہ جہاد جاری رہا۔ وصال کے وقت حسنین کریمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وصیت فرمائی کہ نانا جان کا سارا دین تمہیں دے دیا ہے۔ مال و دولت نہیں ہے۔ فقر و فاقہ کی علت غائی یہ تھی کہ آپؓ کے پاس جو کچھ آتا راہ خدا میں خیرات فرما دیتے گھر میں کچھ نہ چھوڑتے۔ آپؓ کا یہ عمل مبارک تقویٰ کی انتہا اور اللہ تعالیٰ ہی کے رازق ہونے پر کامل عقیدہ رکھنے کا غماز ہے۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

عمل مبارک میں ہمارے لئے یہ نور ہدایت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایسا عقیدہ رکھیں کہ صرف وہی ہمارا رازق حقیقی ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور رزق کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے۔ دین متین انسان پر بوجھ ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ بوجھ اٹھانے کے لئے ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اس ایک خالق حقیقی کو مانا جائے اور اس کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کو سب کچھ دیا جائے۔ یہی قرآن اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کا ماحصل، نچوڑ، ماخذ اور لب لباب ہے۔

حدیث نمبر ۳۴۰/۱۳

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور پاک رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پس اس نے سوال کیا تاکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کچھ عطا فرمائیں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے پاس کچھ بھی نہیں البتہ جو لینا ہے وہ خرید لے اور اس کی قیمت میرے ذمہ ہے۔ پھر جس وقت میرے پاس کچھ آ جائے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے اسے عطا فرما

دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو تکلیف نہیں دی اس چیز کی جس کا کرنا آنجنابؐ کے ذمہ نہیں۔ تو آنحضور ﷺ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہی پسند نہ فرمائی تو انصار میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! خرچ کیجئے۔ کسی قسم کی کمی کا خوف صاحب عرش سے نہ کیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاریؓ کی اس بات سے آپؐ کے رخ انور پر فرخندگی اور تازگی ظاہر ہو رہی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ حضور ﷺ کے پاس کتنا مال و منال تھا اس سے آپؓ اچھی طرح باخبر تھے۔ یعنی آپؓ کو معلوم تھا کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت کوئی مال و دولت نہیں۔ جب آپؐ نے سائل سے یہ فرمایا کہ میرے نام پر ادھار لے لو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ اور اس احساس سے کہ آپؐ کو قرض کی وجہ سے تکلیف ہو گی اظہار محبت کر دیا۔ لیکن حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ تو سراپا رحمت، ہمدردی اور فیض رساں تھی۔ آپؐ کے جود و سخا اور لطف و کرم کا فیض عام تھا۔ جب انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ خرچ کیجئے۔ تو آپؐ نے تبسم فرمایا اور آپؐ کی رحمت کا نور جگمگ کرنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل پاک سے ساری امت کے لئے حسن سلوک کا ایسا دروازہ کھولا جو تاقیامت سوالیوں کی جھولی بھرتا رہے گا۔ اور بندگان خدا اپنی پرواہ کئے بغیر دکھی انسانیت کی ضروریات کو پورا کرتے رہیں گے۔ یہی سنت رسولؐ کی اتباع ہے۔

حدیث نمبر ۳۴۱/۱۴

ربیع بنت معوذ بن عفراؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں تازہ کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی ککڑیوں (جن پر خفیف رواں) کا طباق لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک بھر

کر زیور و سونا عطا فرمایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۴

حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات باب نمبر۳۰ میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر۳۴۲/۱۵

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل عطا فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۵

دلوں کو جوڑنے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے تحائف دینا ضروری ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ کا درس ہر ہر حالت کے لئے عنایت فرمایا ہے۔ تحفہ دینے کا تعلق دل سے ہے۔ لہٰذا دل کو لالچ، حرص، دھوکہ، طمع، خود نمائی یا فخر سے پاک رکھا جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسان دوستی کا جذبہ کار فرما ہو۔ اگر دل میں یہی جذبہ ہو تو تحفہ دینے اور لینے کا وہی رد عمل ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور آپس میں پیار و محبت۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہے۔ کیونکہ اس کا علم صرف روزے دار اور اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔ تحفہ دینا بھی بالکل اسی طرح ہے۔ جو لوگ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسان کی محبت میں بغیر کسی لالچ و مقصد کے تحفہ دیتے ہیں وہی لوگ شرف انسانیت کی معراج پاتے ہیں۔ ان کا ذکر لوگوں کے دلوں پر رہتا ہے۔ اور وہ دلوں پر راج کرتے ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور جذبہ کار فرما ہو تو شرمندگی اور نفرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا مجرم قرار پاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر49

باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے حیاء کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۳۴۳/۱

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور سید دو عالم ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی بہت زیادہ شرم و حیاء رکھتے ہیں جو مکان کے اندر اپنے ایک مخصوص حصہ میں رہتی ہے۔ اور جب آپؐ کو کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو اس کا اثر رخ انور سے معلوم ہوتا۔

حدیث نمبر ۳۴۴/۲

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محل شرم پر نظر نہیں کی' یا فرمایا کہ میں نے کبھی بھی آنجناب ﷺ کی شرم گاہ نہیں دیکھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱'۲

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء کا یہ عالم تھا کہ کسی چہرہ پر نظریں گاڑھ کر گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"حیاء ایمان کی نشانی ہے اور ایمان کا ہونا جنتی ہونا ہے۔"

ابن ماجہ کی دوسری حدیث شریف ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"یقیناً ہر دین کا ایک خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔"

ایک اور حدیث مبارکہ ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے

"حیاء سے بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے۔"

خداوند کریم نے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا جو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی طرف بھیجا۔ آپؐ ایسی عظیم ہستی ہیں کہ اپنے عمل پاک سے ہر ہر حالت کے لئے درس عظیم عطا فرمایا۔ اور ان مستور معاملات و حالات تک کی تعلیم مرحمت فرمائی جو میاں بیوی کے مابین ہوتے ہیں۔ صحابیؓ نے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء مبارک کی تمثیل کنواری لڑکی سے دی ہے۔ اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کنواری لڑکی اپنے آپ کو چھپانے کی حتی المقدور کوشش کرتی ہے۔ اسے یہ جذبہ فطرتاً ملتا ہے۔ لیکن سرکار کائنات ﷺ کا شرم و حیاء کنواری لڑکی سے بھی زیادہ تھا۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو اس کا اثر رخ زیبا سے معلوم ہو جاتا تھا۔ کیونکہ آپؐ شرم و حیاء کی وجہ سے اپنی زبان مبارک سے اس بات کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے بلکہ رخ انور سے سمجھ لیا جاتا کہ یہ بات ناپسند ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"جناب رسول خدا ﷺ حجروں کے پیچھے جا کر غسل فرماتے تھے اور کسی نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محل ستر کو کبھی نہیں دیکھا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر50

باب ماجاء فی حجامۃ رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے پچھنے (سینگی) لگوانے کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

پچھنے (سینگی) لگوانا سرورانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قول مبارک اور فعل پاک سے ثابت ہے ۔ اطباء نے اس کے بہت سے فوائد تحریر کئے ہیں ۔ "ذکر جمیل" میں حضرت خطیب اسلام مولانا مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی صفحہ نمبر۴۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پچھنے لگوائے ۔ جو خون نکلا وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا ۔ "فقال اذھب فقد احذرت نفسک من النار" (خصائص کبریٰ ' زرقانی صفحہ نمبر۲۲۹) تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضورؐ کا خون پاک پی گئے ۔ جب پچھنے لگوا کر خون مبارک ان کو دیا گیا کہ جاؤ کہیں باہر ایسی جگہ پر چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے ۔ وہ باہر نکل کر اس خون پاک کو پی گئے ۔ جب واپس آئے تو فرمایا کہ کیا کر آیا ہے ؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا کر آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے گا ۔ فرمایا شاید تو پی آیا ہے ۔ عرض کیا ہاں ' کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپؐ کا خون ہو گا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی ۔ ارشاد فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا ۔ پھر فرمایا "افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو ان سے نہ بچے گا۔"

(مستدرک ' کنز العمال شریف ' بزاز ' ابویعلی ' بیہقی ' خصائص کبریٰ صفحہ ۶۸ جلد نمبر۱ ازقانی صفحہ ۲۳۰ جلد نمبر۴)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ خون اقدس کا ذائقہ کیسا تھا تو فرمایا میٹھا شھد کی طرح اور خوشبو کستوری جیسی ۔ (شرح شفا ملا علی قاری")

خون پینا ناجائز ہے ۔ مگر صحابہ کرامؓ کے عشق و محبت کی وارفتگی دیکھئے کہ محبوب دو جہاں صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون مطہر کو کہیں پھینکنا گوارا نہ کیا بلکہ اسے پی لیا۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
وگرنہ مرد مسلماں ہے کافر و زندیق

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے

"سر میں پچھنے لگوانا سات امراض کی شفا ہے اور وہ یہ ہیں۔ جنون' حد' جذام' برص' درد داڑھ' ظلمت چشم اور درد سر۔"

پشت پا پر پچھنے لگوانے سے رانوں اور پنڈلیوں میں زخم نہیں ہوتے۔ اور اگر ہو گئے ہوں تو مندمل ہو جاتے ہیں۔ خارش سے بھی نجات ملتی ہے۔ سینے کے زیریں حصے میں پچھنے لگوانے سے چھوٹے جوڑوں کے درد' بواسیر' پیٹھ کی خارش اور فیل پا (ایک مرض ہے جس سے جلد ناہموار ہو جاتی ہے) سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

حدیث نمبر۳۴۵/۱

حمید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے پچھنے (سینگی) لگوانے کی مزدوری کے متعلق دریافت کیا گیا تو جناب انسؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے (سینگی) لگوائے تھے اور یہ پچھنے ابوطیبہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لگائے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو صاع خوراک دینے کا امر فرمایا اور حضور اکرم ﷺ نے اسکے مالک کے ساتھ گفتگو کر کے اس پر سے کمی کروا دی۔ اور ارشاد فرمایا یقیناً بہتر علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنے لگانا ہے یا افضل کی جگہ امثل فرمایا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

پچھنے لگوانے کی ایک علت غائی یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے لوگ کھجور زیادہ استعمال کرتے تھے جس سے ان کا خون گاڑھا ہو جاتا تھا اور انہیں مختلف قسم کے پھوڑے نکل آتے تھے۔ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ اس قسم کے امراض کے لئے پچھنے لگوانا مباح ہے۔ اور اس سے متعلق لین دین

بھی جائز ہے۔ یعنی علاج کے لئے اجرت وغیرہ لینا جائز ہے۔ حدیث مبارکہ میں غلام کا ذکر آیا ہے۔ اب غلام رکھنے کا دور نہیں البتہ جو لوگ کلینک وغیرہ پر نوکر رکھتے ہیں انہیں اجرت دینا ضروری ہے۔

پچھنے لگوانے سے متعلق علماء کرام نے جو بھی تفاسیر بیان کی ہیں ان سے مجھے اختلاف نہیں۔ موجودہ دور میں خون سے متعلق جتنی بھی تحقیقات کی گئیں ہیں اور خون کے مختلف گروپ بنائے گئے ہیں ان کے مطابق علاج کے لئے خون کے گروپ کا ملنا اشد ضروری ہے۔ یہ دور انتقال خون کا دور ہے ڈاکٹر صاحبان خون کے گروپ پر تحقیق و تجربات کر رہے ہیں۔ آئے دن نئی نئی باتیں منظرعام پر آ رہی ہیں۔ اب خون کے ایک ایسے گروپ کا پتہ چلایا گیا ہے جو بوقت ضرورت کسی کو بھی منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اسے (-O) یا یونیورسل ڈونر کا نام دیا گیا۔ خون سے متعلق جتنے بھی کام ہو رہے ہیں ان کے بارے میں قرآن و احادیث سے روشنی و راستہ ملتا ہے۔ وہ ڈاکٹر جو قرآن و احادیث کا علم رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس کے جائز و ناجائز ہونے کا فیصلہ خود کریں۔ کیونکہ خون نکلوانے اور کمی بیشی سے متعلق معلومات احادیث مبارکہ میں واضح موجود ہیں۔ جو جدید تحقیقات کے لئے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ احادیث مبارکہ سے یہ روشنی ملتی ہے کہ انسان کی بقا کے لئے خون سے متعلق ہر قسم کی تحقیقات کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۶ تا ۲/

امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور مجھے امر فرمایا۔ پس میں نے اس حجام کو اس کی اجرت ادا کردی۔

حدیث نمبر ۴۳۷ /۳

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں رگوں کی طرف اور دونوں شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے اور پچھنے لگوانے والے کو اس کی اجرت عطا فرمائی۔ اور اگرچہ یہ حرام ہوتی تو آپؐ اسے عطا نہ فرماتے۔

حدیث نمبر۳۴۸/۴

ابن عمرؓ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنے لگانے والے کو بلایا اور پچھنے لگوائے۔ اور اس سے پوچھا کہ تیرا روزانہ کا کتنا محصول ہے۔ تو اس نے عرض کیا کہ تین صاع۔ آپؐ نے ایک صاع کم کروا دیا اور اس کو مزدوری بھی عطا کردی۔

حدیث نمبر۳۴۹/۵

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن کی دونوں رگوں کی جانب اور مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ تاریخ کو پچھنے لگواتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲، ۳، ۴، ۵

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب نے حلاوۃ المتعلمین میں تحریر کیا ہے کہ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان تواریخ میں پچھنے لگوانا بیماری سے صحت و شفا کا باعث ہے۔ اور مزید فرماتے ہیں

کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پچھنے لگوانا قوت حافظہ اور عقل کی زیادتی کا باعث ہے۔ لہٰذا اللہ جل جلالہ کا اسم پاک لے کر پچھنے لگوایا کرو۔ اور جمعرات، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو پچھنے نہ لگوایا کرو، مگر ہاں پیر کے دن پچھنے لگوایا کرو۔ جذام اور برص تو بدھ کے دن ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ منگل کے دن پچھنے لگوانا مکروہ ہے۔

الغرض اگر کوئی شخص ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ تاریخ کو پچھنے لگوائے تو یہ سنت کی اتباع ہے۔ اور یہ علاج کے لئے افضل ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا خون سے متعلق آپریشن وغیرہ ہونا ہے اور وہ ان تواریخ کا انتظار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے گا اور یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع

بھی ہے۔

حدیث نمبر ۶/۳۵۰

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملل کے مقام پر پاؤں مبارک کی پشت پر پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

اگر کوئی شخص احرام باندھے ہوئے ہو اور اسے کسی قسم کا خونی مرض لاحق ہو جس سے اس کے خون کے خراب ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں وہ اپنا علاج کروا سکتا ہے۔ اور اس کا علاج کروانا مباح ہے۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین امن ہے۔ یہ ہمارے ایمان، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے۔ اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ ہمارے تمام دکھوں کا مداوا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر اس قسم کا سلسلہ پھیل جائے اور مقصود علاج ہو تو یہ ساری چیزیں مباح میں آتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر51

باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے اسماء مبارکہ کے بیان میں ہے

(اس باب میں دو احادیث ہیں)

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضرت علامہ ابراہیم بن محمد البیجوری شمائل شریف کی شرح صفحہ ۱۸۳ پر کعب احبار سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"اہل جنت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی عبدالکریم ہے۔ اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار' اہل عرش کے نزدیک عبدالمجید' تمام فرشتوں کے نزدیک عبدالحمید' انبیاء کرامؑ کے نزدیک عبدالوہاب' شیاطین کے لئے عبدالقہار' جنات کے نزدیک عبدالرحیم' پہاڑوں میں عبدالخالق' صحراؤں میں عبدالقادر' سمندروں میں عبدالمہیمن' زندوں کے نزدیک عبدالقدوس' حشرات الارض کے نزدیک عبدالغیاث' جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق' درندوں میں عبدالسلام' چوپایوں میں عبدالمومن' پرندوں میں عبدالغفار' تورات میں موذ موذ' انجیل میں طاب طاب' صحف میں عاقب' زبور میں فاروق' اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک طٰہٰ ویٰسین اور مومنین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کنیت ابو القاسم ہے۔ اس لئے جنتیوں میں آپؐ جنت تقسیم فرمائیں گے۔ حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ تحریر فرماتے ہیں

"آپؐ کے اسماء مبارکہ میں سب سے افضل نام (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے تخلیق کائنات سے دو ہزار سال قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک محمد رکھا۔"

امام حافظ قاضی ابوبکر بن عربی مالکی اپنی کتاب احوذی جو ترمذی شریف کی شرح ہے میں لکھتے

ہیں۔

"کہ بعض صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہزار ہی نام ہیں۔" پھر فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ کے اسماء تو ہزار کے عدد میں محصور نہیں ہو سکتے لیکن حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی نام بھی بے شمار ہیں۔" قاضی محمد عاقل صاحب لکھتے ہیں

یعنی "بعض علماء نے ایک ہزار نام اور بعض نے ننانوے اور بعض نے تین سو اسماء مبارکہ بتائے ہیں۔" علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ تحریر فرماتے ہیں

"حافظ جلال الدین سیوطی نے "البھجتہ السنیہ فی الاسماء النبویہ" کے عنوان سے ایک رسالہ تالیف کیا جس میں نبی علیہ السلام کے پانچ سو اسماء گرامی ذکر کئے ہیں۔"

چاہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء مبارک ہوں یا ختمی ماب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان میں ایک اسم اعظم ہے یعنی "اللہ" یہ خداوند تعالیٰ کا ذاتی اسم مبارک ہے۔ اور ایک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ اسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی اسم ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا اسم "احمد" ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق ہے۔ اور اس کے معنی ہیں "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا" جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک "محمد" ساری کائنات سے متعلق ہے جس کے معنی ہیں "کائنات میں سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔" اور کائنات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

"ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے۔" (تغابن '۱)

کامل تسبیح وہی ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو۔ جو چیز بھی عالم وجود میں آ چکی ہے یا آئے گی تو اس کا عالم وجود میں آنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ وہ جس حالت یا کیفیت میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہوتی ہے۔ جب حضرت یونس علیہ السلام پانیوں میں سیر کر رہے تھے تو آپؑ نے ایک پتھر سے اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک سنا جو یہ تسبیح کر رہا تھا

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

"کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔" (انبیاء '۸۷)

اس لئے اولیائے کرام بھی سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کی مختلف قسم کی تسبیحات کا لکھا ہے ۔ اس کے علاوہ علماء حق نے بھی آپؐ کے اسماء مبارک کے متعلق لکھنے کی بڑی کوششیں کی ہیں ۔ ان کی ان کوششوں پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر خیر عطا فرمائے ۔ یہ صرف صاحب دل اور روحانی علماء کا کام ہے ۔

حدیث نمبر۱۳۵/۱

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میرے بہت نام ہیں ۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور میں احمدؐ ہوں ' اور میں ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میری وساطت سے کفر کو نیست و نابود فرماتا ہے ۔ اور میں حاشر ہوں یعنی لوگ میدان حشر میں میرے پیچھے ہو کر چلیں گے ۔ اور میں عاقب ہوں یعنی عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

ارشاد ہے "بے شک میرے بہت نام ہیں ۔"

امام حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ شافعی دمشقی نے اپنی کتاب "تاریخ دمشق" میں باقاعدہ ایک باب لکھا ہے جس میں حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے اسماء کا ذکر کیا ہے ۔ ان میں سے بعض اسماء مبارک تو بخاری اور مسلم شریف میں آ چکے ہیں اور باقی دوسری کتب احادیث میں موجود ہیں ۔ ان میں بعض یہ ہیں

"محمدؐ ' احمدؐ ' حاشرؐ ' عاقبؐ ' مقفیؐ ' ماحیؐ ' خاتم النبیینؐ ' نبی الرحمتؐ ' نبی الملحمہؐ ' نبیؐ التوبہ ' الفاتح ' طٰہٰؐ ' یٰسینؐ ' عبداللہؐ ۔"

امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام نے ان ناموں کے ساتھ وہ اسماء مبارکہ بھی جمع کر دیئے ہیں جو کہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رکھے ہیں ۔ مثلاً" رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' امی ' نبی ' شاہد ' مبشر ' نذیر ' داعیا اللہ باذنہ ' سراج ' منیر '

رؤف، رحیم، مذکر، رحمت، نعمت، ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے "البہجة السنیہ فی الاسماء النبویہ" کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ سو اسماء گرامی ذکر کئے ہیں۔

علامہ یوسف نبھانیؒ لکھتے ہیں

"قسطلائی فرماتے ہیں ایک ہزار اسماء مبارکہ سے مراد آپ ﷺ کی مدحیہ صفتیں ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہو گیا۔ تو جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بے شمار ہیں ایسے ہی اسماء گرامی بھی بے شمار ہیں۔

ارشاد ہے "میں محمد ﷺ ہوں۔ قاضی محمد عاقل صاحب" تحریر فرماتے ہیں

"یعنی یہ اسم علم ہے اور اسم مفعول بیان کیا گیا ہے۔ جس کے معنی بہت ہی تعریف کیا گیا کے ہیں۔" علمائے دیوبند کے مشہور و معروف عالم محدث سہارنپوری جناب زکریا صاحب شرح شمائل میں لکھتے ہیں

"علماء نے لکھا ہے کہ محمد حمد کا مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔"

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ، سابقین انبیاءؑ، ملائکہ معصومین اور اولیائے کرامؒ نے آنجناب حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال درجے کی حمد کی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد ﷺ رکھ دیا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی کتاب "رحمت للعالمینؐ" کے صفحہ ۱۴۱ پر تحریر کرتے ہیں

"لفظ محمد، حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے۔ اسم محمد سے حمد کی کثرت و کمیت اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔" حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے

و شق له من اسمه لیجله
فذو العرش محمود و هذا محمد

خداوند تعالیٰ نے آپؐ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے آپؐ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرتؐ محمدؐ ہیں۔ واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضورؐ کا نام محمدؐ و احمدؐ ہے اور حضورؐ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمدیہ

کا نام حمادون ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لواء کا نام لواء الحمد ہے۔ مشہور اہل حدیث، صاحب لغات الحدیث جناب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں

"ایک عجیب امر یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمد نہیں تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو کسی اور کے پیغمبر موعود ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔"

ارشاد ہے "میں احمد ہوں" یعنی میرا نام احمد ہے۔

حضرت قاضی محمد عاقل صاحب لکھتے ہیں

"یہ علم افضل تفضیل سے فاعل کے معنی میں ہے۔ یعنی بہت ہی زیادہ تعریف بیان کرنے والا، پس حمد بیان کرنے والوں میں بہت ہی زیادہ حمد بیان کرنے والا۔"

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نام نامی اسم گرامی مرتبت حضرت موسیٰ نے اس طرح لیا تھا "اللھم اجعلنی من امۃ احمد" اے میرے اللہ مجھے امت احمدؐ سے کیجئے۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۸۲) اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی نام پاک کو لیکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی۔ فرمایا "و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

ارشاد ہے "اور میں ماحی ہوں یعنی اللہ میری وساطت سے کفر کو نیست و نابود فرماتا ہے۔"

گویا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اطہر و مقدس کی بدولت اور وساطت سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور تمام بلاد عرب نیز روئے زمین سے کفر و شرک مٹ جائے گا۔ قاضی محمد عاقل صاحب تحریر کرتے ہیں

"یعنی تمام ادیان پر غلبہ اور بلاد کی فتح کی طرف اشارہ ہے۔"

آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر و شرک کو مٹانے والے ہیں۔ کذابوں اور جھوٹوں کو دلائل و براہین سے شکست دینے والے ہیں۔ نیز اپنی امت کے گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

ارشاد ہے "اور میں حاشر ہوں یعنی لوگ میدان محشر میں میرے پیچھے ہو کر چلیں گے یا سب سے پہلے قیامت کے دن قبر سے اٹھوں گا اور لوگ میرے بعد اٹھیں گے میرے قدم پر۔ ایک حدیث شریف میں ہے

"میں پہلا شخص ہوں جس کے لئے قبر سب سے پہلے شق کی جائے گی۔"

لہٰذا تمام لوگ آپؐ کے بعد اٹھائے جائیں گے۔ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب تحریر فرماتے ہیں

"خوب جان لو! کہ محو اور حشر کی نسبت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ازروئے مجاز ہے اور حقیقتاً تو محو اور حشر اللہ جل جلالہ کا کام ہے۔"

ارشاد ہے "اور میں عاقب ہوں یعنی عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے۔" گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی آ سکتا ہے۔ اور اب جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال، کذاب اور جھوٹا ہے۔

حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے جتنے بھی اسماء گرامی ہیں وہ ابن نعمت کا ابدی مصدر ہیں اور وہ نعمت دائمی ہے۔ عام لوگوں کے جو بھی نام ہوتے ہیں ان کے اندر انکے نام کی صفت کا ہونا لازمی نہیں۔ اور نہ ہی ان میں یہ صفت ہوتی ہے۔ مثلاً "جمال الدین ایک نام ہے اور برکت کے لئے رکھا جاتا ہے۔ یہ تعارف کے لئے اپنے باپ، قوم اور علاقے کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر یہ ساری نسبتیں جمع نہ کی جائیں تو اس شخص کا ملنا محال و دشوار ہے۔ لیکن جب یہ ساری نسبتیں جمع ہو جائیں گی تو اس کا تعارف ہو گا۔ اگر وہ سیاہ رنگ کا ہے تو بھی جمال الدین ہے اور اگر وہ بدکار ہے تو بھی جمال الدین ہے۔

قارئین کرام اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسماء گرامی بیان کرتے وقت یہ دھیان رہے اور اسے عقیدہ بنانا چاہیے کہ یہ نام مبارک اسی صفت کے مصدر ہیں اور یہ ابدی ہیں۔

مثلاً" احمد یعنی اللہ کا ذکر کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے ذاکر حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک کی ابتداء تو نظر آتی ہے لیکن انتہا نظر نہیں آتی۔ سو اللہ تبارک و تعالیٰ کے جتنے بھی صفاتی اسماء گرامی ہیں وہی اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اسماء گرامی قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اور اس نام کی صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت نبی کے ہیں نہ کہ خدا کے۔ یہ تمام صفتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نام ماحی ہے یعنی مٹانے والا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی صفاتی نام عطا کر کے ان کو

فرمایا۔ اس لئے جس قلب میں ایک ذرہ بھی ایمان ہے وہ روشن ہو گا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔" (انبیا ' ۱۰۷)

ارشاد ہے "میں نبی توبہ ہوں" یعنی صرف استغفار کرنے سے میری امت کی توبہ قبول ہو جائے گی۔
قاضی محمد عاقل صاحب لاہوری حلاوة المتعلمین میں لکھتے ہیں

یعنی "حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی توبہ بمجرد استغفار مقبول ہے بخلاف گزشتہ امتوں کے۔" صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحبؒ نے ارشاد فرمایا

کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو نہایت ہی زیادہ استغفار پڑھنے کا اور توبہ کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ نیز خود بھی بہت ہی استغفار پڑھنے والے تھے۔"

ارشاد ہے "اور تمام انبیاءؑ کے آخر میں آنے والا ہوں"۔ گویا آپؐ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں۔

ارشاد ہے "اور میں نبی جہاد ہوں" یعنی کسی ایک پیغمبر نے یا کسی ایک پیغمبر کی امت نے اللہ تعالیٰ کے دین اور کلمۂ توحید کو بلند کرنے کے لئے اتنا جہاد نہیں کیا جتنا آپؐ اور آپؐ کی امت نے کیا اور کرتے رہیں گے یہاں تک کہ دجال سے لڑیں گے۔ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب شیخ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں۔

یعنی "صرف ان اسماء مبارکہ کو بیان کرنا باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بھی اسماء مبارکہ ہیں اس لئے تھا کہ امم سابقہ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نام مبارک اپنی کتابوں اور اپنے علماء سے معلوم تھے۔" کنز العباد میں آنحضور ﷺ کے یہ ننانوے نام لکھے ہیں

محمد 'احمد' محمود' حامد' عاقب' فاتح' خاتم' حاشر' ماحی' داعی' سراج' مبشر' بشیر' نذیر' رسول' نبی' حاد' مہتد' مہدی' خلیل' ولی' نصیر' طٰہٰ' یٰسین' مزمل' مدثر' حبیب' کلیم' مصطفیٰ' مرتضیٰ' مختار' مصدق' قائم' حجہ' بیان' حافظ' شہید' عادل' حکیم' نور' مبین' برہان' مذکر' امین' واعظ' صاحب' ناطق' مکی' مدنی' ابطحی' عربی' ہاشمی' قریشی' عزیز' مضری' حریص' رؤف' رحیم' جواد' غنی' کریم' علیم' طیب' مطیب' خطبة' فصیح' سید' طاہر'

مٹانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس کی مادی مثال سورج ہے۔ سورج اندھیرے کو مٹاتا ہے لیکن سورج کو چمکانے اور مٹانے والی ذات تو رب العزت کی ہے۔ اس لئے ہمیں بحث میں نہیں الجھنا چاہیے بلکہ قرآن کے فکر کو صحیح معنوں میں سمجھنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے کفر و شرک کے اندھیرے کو بحیثیت نبی کے مٹایا۔ کیونکہ آپؐ کی ایک صفت حاشر بھی ہے یعنی اٹھانے والا۔ اٹھانے والا اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ یہ آپؐ کی عطائی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں آپؐ اول ہیں اور آپؐ کے اول ہونے کی یہ صفت معدوم نہیں ہوئی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی اور سب سے پہلے میدان محشر میں آگے چلنے والا میں ہی ہونگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاشر ہونے کی صفت اس لئے عطا کی ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ علیٰ ہذا القیاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اسماء مبارک کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جماعت سے بچائے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الفاظ کے ترازو میں تولتے ہیں اور تفرقے پیدا کرتے ہیں۔ میرے اس ذکر کا مقصد تفرقہ کو مٹانا ہے نہ کہ تفرقہ پیدا کرنا۔

حدیث نمبر ۲/۳۵۲

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری ملاقات سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ منورہ کے بعض راستوں پر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں، اور میں نبی رحمت ہوں، اور نبی توبہ ہوں اور تمام انبیاءؑ کے آخر میں آنے والا ہوں، اور میں حاشر ہوں اور میں نبی جہاد ہوں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۲

ارشاد ہے "اور میں نبی رحمت ہوں۔"

یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از روئے نبی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قد رعنا کو رحمت للعالمین کے لباس فاخرہ سے مزین

مطہر، امام، امی، متقی، بار، شفاء، متوسط، سابق، مقتصد، متین، اول، آخر، زاہد، باطن، رحمتہ، شافع، مشفع، محلل، امر، ناہی، حلیم، قریب، شکور، رقیب، مجتبیٰ، منیب، منجی، منیر، بصیر، صادق، رشید

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننانوے اسماء گرامی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ اسماء سابقہ آسمانی کتب مثلاً" تورات، انجیل، زبور وغیرہ اور تمام صحائف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے سے ہی لکھ دیئے تھے۔ اس لئے سابقہ امتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کا وسیلہ دے دیکر اپنے مصائب و آلام کو دور کرواتے تھے۔ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں صریحاً" ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اے حبیب (ﷺ) یہ آپؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔" (انعام، ۲۰)

سابقہ امتوں کے علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور جود و سخا کی کما حقہ وضاحت کی تھی۔ اس کے علاوہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش اور جائے ہجرت کا ذکر پاک پوری تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ جلیلہ کو پہچاننے میں بھی غلطی نہیں ہو سکتی ہے۔

احمد کا نام مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لیا اور فرمایا میرے بعد ایک نبی آئے گا جو "نبی آخر الزماں" ہو گا اور اس پر نبوت کا سلسلہ ختم و اتم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جو وجود سے پاک ہے واجب الوجود ہے، کا کامل و اکمل ذکر سب سے پہلے "احمدؐ" نے کیا اس وقت آپؐ عالم نور میں تھے۔ پھر احمدؐ کے نور سے لوح محفوظ، قلم، عرش، کرسی اور ارواح کو پیدا کیا گیا۔ اس حقیقت سے یہ روشنی ملی کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم "اسم احمدؐ" سے ملا۔ اس لئے وہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "محمدؐ" کہنے لگے۔ جس وقت احمد اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا تھا اس وقت خود رب تعالیٰ جل شانہ نے "احمدؐ" کو "محمدؐ" بنایا اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرمائی۔ کیونکہ رب تعالیٰ جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔" (بقرہ، ۱۵۲)

"یعنی جب محبوب خدا ﷺ اپنے رب کا ذکر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ حضور کائنات

ﷺ کی تعریف فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ رب کی تسبیح کر رہی ہے۔" (تغابن ۱)

یہ حقیقت سورج سے بھی زیادہ روشن ہے کہ ساری کائنات کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت پاک سے اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر ملا ہے۔ اس لئے ساری کائنات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر احسان ہے۔ یعنی آپؐ محسن کائنات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ساری کائنات اپنی اپنی حالت میں آپؐ کے ذکر مبارک اور تعریف میں ہمہ وقت مشغول ہے۔ اس حقیقت پر یہ حدیث مبارکہ دال ہے کہ سرکار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا

"ہر چیز مجھے جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہوں ماسوائے گناہ گار جنوں اور انسانوں کے۔"

نہایت اختصار سے احمدؐ اور محمدؐ میں ربط و تعلق لکھنے کی سعی کی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ اس کا پہلا لفظ "یٰسین" ہے جس کا مطلب ہے "یا سید الانبیاء" یعنی تمام نبیوں کے سردار۔ آپؐ نبی اول و آخر اور امام الانبیاءؑ ہیں۔ جس جماعت کے آپؐ سردار ہیں کیا وہ آپؐ کی فضیلت اور اعلیٰ و ارفع مراتب سے آگاہ نہیں تھی۔ یقیناً آگاہ تھی۔ اس لئے تمام نبیوں و رسولوں کو رب تعالیٰ جل شانہ نے بیت المقدس میں جمع فرمایا اور آپؐ کی امامت میں سب نے نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس جماعت کو اس وقت تک انتظار کروایا جب تک سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدار بشریت میں تشریف نہیں لائے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت اور بشریت دونوں اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی طرح رب تعالیٰ جل شانہ سے آپؐ کا قرب بھی بے عدیل ہے۔ یعنی جب محب نے محبوب کو قریب بلایا تو "قاب قوسین او ادنی" کی عظمتوں اور رفعتوں سے نوازا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے فریم میں شیشہ لگا ہوا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے کوئی روغن کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ آئینہ بن جائے۔ پھر اس کے سامنے جو کچھ بھی آتا ہے آئینہ وہی عکس دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی جمال کی مظہر کامل آپؐ کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے رب تعالیٰ کا فرمان ہے

"اور اگر زمین کے سارے درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر اسکی سیاہی ہو اور اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔" (لقمان ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے یہ اسماء صفاتی ہیں۔ تسخیر کائنات کا باب یا دروازہ اب کھل رہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا اظہار ابھی باقی ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسماء مبارک بھی ابھی صیغہ راز میں ہیں۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ کی کائنات تسخیر ہوتی جائے گی یہ بات بھی عیاں ہوتی جائے گی کہ اس کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہے۔ اور اسی طرح سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسماء مبارک بھی افشا ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ آپؐ کی ذات کریمہ نے ہر شے کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائی۔

در رسولؐ سے ہم کو ملی ہے ذات خدا
خدا سے ہم کو دوعالم کے تاجدار ملے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر52

باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے گزر اوقات کے بیان میں ہے

(اس باب میں نو احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۱/۳۵۳

سماک بن حرب نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ آیا کھانے اور پینے میں جو کچھ تم چاہتے ہو تمہیں میسر نہیں ہے۔ البتہ تحقیق میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آنجنابؐ پیٹ بھر کر ردی کھجور بھی نہ پاتے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱

حدیث مبارکہ کے تاثرات وواردات باب نمبر ۲۶ میں بیان ہو چکے ہیں۔

حدیث نمبر ۲/۳۵۴

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ یقیناً ہم آل محمد ﷺ ہیں۔ ہم پر پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سلگتی تھی سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ ہوتی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

سرور سروراں، راحت انس و جاں، حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور

آل محمدؐ کے فقر کا تذکرہ کرتے ہوئے جہاں زبان گنگ ہو جاتی ہے وہاں قلم اور الفاظ اس ذکر پاک کے کسی ایک پہلو کا بھی احاطہ کرنے سے قاصر اور عاجز نظر آتے ہیں۔ دو جہانوں کی دولت قدموں کی دھول ہے مگر فقر کا یہ عالم کہ مہینہ مہینہ چولہے میں آگ نہیں سلگتی۔ کیونکہ رہبر انسانیتؐ نے قیامت تک آنے والوں کے لئے شمع ہدایت کو فروزاں کرنا تھا اس لئے اپنی سیرت مبارکہ کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو ہر دور میں غم دوراں اور گردش ایام میں گرفتار انسانوں کے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرما رہی ہیں کہ ہم پورا پورا مہینہ کھجوروں اور پانی پر گزر اوقات فرماتے۔ ایسے عالم میں زندگی گزارنا انہی نفوس قدسیہ کا کام تھا۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ غوث، قطب اور ولی ان نفوس (آل محمدؐ) کے مقامات کی ابتداء کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں یہ مقام قرب رسولؐ اور آپؐ کے ساتھ ہر حال میں گزر اوقات کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔ ان مقدس ہستیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہم نماز میں ان کی ذات کریمہ پر درود پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کے طفیل ہم پر بھی رحم و کرم فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۳۵۵/۳

ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹوں پر سے کپڑے اٹھائے تو ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ پس حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم مبارک سے اپنے کپڑے کو ہٹایا تو آپؐ کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

جنگ خندق کے موقع پر جب ایک صحابیؓ نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیٹ پر بندھا پتھر دکھایا تو آپؐ نے صحابیؓ کو اپنے پیٹ مبارک پر بندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔ اس میں یہ راز تھا کہ اے صحابیو! دیکھ لو میں تم سے دہری تکلیف اٹھاتا ہوں۔ یعنی تکلیف کی شدت کا احساس آپؐ پر

زیادہ تھا۔ جہاد فرض ہے۔ اس میں جس قسم کی بھی تکالیف آئیں صبر و تحمل سے برداشت کرنی چاہئیں اور منہ نہیں موڑنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے منہ موڑنا پرلے درجے کی محرومی اور ازلی بدبختی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں بہت سے صحابہ کرامؓ کے پتھر دکھانے کا تذکرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ سید الصابرین و شاکرین ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہ کبارؓ نے فقر و فاقہ اور بھوک و تنگ دستی کے عالم میں کافی وقت گزارا۔ بظاہر مال و متاع اور زر و دولت کی کمی تھی لیکن ان کے قلوب نور ایمانی سے معمور اور عشق رسول ﷺ سے منور و تاباں تھے۔ یہ حقیقت سورج کی طرح روشن اور واضح ہے کہ دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جتنی محنت و مشقت اور راہ خدا میں ناقابل یقین تکالیف، مصائب و آلام اور صعوبتیں ان نفوس قدسیہ نے برداشت کیں ان کا تصور بھی محال ہے۔

ایسے پر کٹھن حالات میں ان نفوس پر اللہ تعالیٰ کے جو انوار چھم چھم کر برستے ہوں گے انکی ناقابل بیان لذتیں اور انوار و تجلیات یہی نفوس مقدسیہ ہی جانتے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ پر لب کشائی کرنا انتہائی بدبختی اور احسان فراموشی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اللہ کو یاد کرو اور میرے صحابہؓ کے حق میں زبان پر بری بات نہ لاؤ۔"

حدیث نمبر ۳۵۶/۴

ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز خلاف عادت شریفہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپؐ باہر تشریف نہیں لایا کرتے تھے، اور نہ ہی اس وقت کوئی ایک ملاقات کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملنے آتا۔ دریں اثنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر اس وقت تیرے آنے کا باعث کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس ارادہ و نیت سے گھر سے نکلا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ملاقات کروں اور چہرہ اقدس کو دیکھوں اور آپؐ کی خدمت بابرکت میں سلام عرض کروں۔ پس تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ پس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر تجھے اس وقت کونسی ضرورت لے آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ بھوک یا رسول اللہ ﷺ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کچھ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں' پھر یہ تینوں حضرات ابی ہیثم بن تیہان انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ اور یہ صاحب کافی کھجور' درخت اور بکریاں رکھتا تھا اور اس کا کوئی نوکر نہیں تھا۔ یہ انصاری گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی سے پوچھا تیرا خاوند کہاں ہے اس نے کہا وہ تو ہمارے لئے میٹھا پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ انصاری پانی سے بھری ہوئی مشک لے آیا جس کو وہ بوجھ کی طرح اٹھا رہا تھا۔ پس فورا" اس مشک کو رکھ دیا پھر آیا اور آتے ہی فرط محبت سے حضور پاک ﷺ سے لپٹ گیا۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا ماں باپ قربان کرنے لگا' پھر ان تمام حضرات کو اپنے کھجوروں کے باغ میں لے گیا۔ ان بزرگوں کے لئے بچھونے بچھائے' پھر ایک درخت کی جانب گیا اور کھجور کا خوشہ لے آیا (جس میں کچی پکی آدھ کچری کھجوریں تھیں) اور ان گرامی قدر بزرگوں کے آگے پیش کر دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے ہمارے لئے پکی کھجور چھانٹ کر کیوں نہ توڑی۔ تو ابوالھیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ خود پکی اور کچی کھجوریں پسند فرما کر تناول فرماویں۔ تینوں حضرات نے وہ کھجوریں نوش فرمائیں اور اس پانی سے پانی پیا۔ پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے جس کا سوال قیامت میں ہو گا۔ ٹھنڈا سایہ' تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ ابوہیثمؓ جانے لگے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ہمارے لئے دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ تو ان حضرات کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا جسے ان صاحبان کے سامنے پکا کر پیش کر دیا۔ ان حضرات نے اسے تناول فرمایا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تیرا خادم کوئی نہیں ہے؟ ابوہیثمؓ

عرض کیا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب بھی غنائم میں غلام آئیں تو مجھے یاد کرانا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں دو غلام پیش کئے گئے۔ ابوہیثمؓ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشا فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرلے۔ ابوہیثمؓ نے عرض کیا اے اللہ پاک کے نبیؐ آپ ہی میرے لئے ایک منتخب فرمالیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلام لے لے کیونکہ میں نے اسے نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ اور میری ایک وصیت اس کے حق میں قبول کر' وہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کرتا رہ۔ ابوہیثمؓ اپنی بیوی کے پاس گئے اور حضور ﷺ کا ارشاد اسے بتایا تو اسے اس کی بیوی نے کہا کہ اس غلام کے بارے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو فرمایا ہے تو اس کو پورا نہیں کر سکتا سوائے اس بات کے کہ تو اسے آزاد کردے۔ فوراً ابوہیثمؓ نے کہا کہ غلام آزاد ہے تو (جب اس کی آزادی کی اطلاع آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہنچی) نبی کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر نبی اور اس کے جانشین کے لئے دو باطنی مشیر اور صلاح کار پیدا کرتا ہے جن میں سے ایک مشیر بھلائی کا امر کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ایک مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ اور جو شخص برے مشیر سے بچالیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے بچالیا گیا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

حدیث مبارکہ میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جو آپؐ کا معمول نہ تھا۔ فقر کی جو حالت حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تھی ویسی ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی تھی۔ ارشاد فرمایا ابوبکرؓ تمہیں کون سی ضرورت باہر لائی۔ عرض کیا چہرہ انور کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں فنائیت کا مقام ہے۔ گو بھوک نے ستایا تھا لیکن دیدار یارؐ نے سب

بھی بھلا دیا۔

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ ان سے بھی بے وقت آنے کا سبب پوچھا، عرض کیا بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے بھی بھوک لگی ہے۔ آپؐ ان دونوں حضرات کو ساتھ لے کر ایک صاحب ثروت انصار صحابی حضرت ابوہیثمؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ گھر میں موجود نہ تھے لیکن تھوڑی دیر بعد پانی کا مشکیزہ اٹھائے آتے دکھائی دیئے۔ جونہی سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پر نگاہ پڑی مشکیزہ رکھ دیا اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے آپؐ سے لپٹ گئے۔

اپنی قسمت پہ کیوں نہ ناز کروں
آج سرکارؐ میرے گھر آئے ہیں

وہ آپ حضرات کو اپنے باغ میں لے گیا۔ فرش بچھایا اور کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سارا خوشہ توڑنے کی کیا ضرورت تھی صرف پکی ہوئی کھجوریں ہی توڑ لاتے۔ عمل مبارک سے ہمیں یہ درس ہدایت ملا کہ اگر کوئی کسی کا مہمان بنے تو وہ میزبان کو ایسا عمل کرنے سے روک دے جس سے اس کا نقصان ہوتا ہو۔ صحابیؓ جب ان حضرات کے لئے کھانے کی تیاری کے لئے جانے لگا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ایسا جانور ذبح نہ کرنا جو دودھ دیتا ہو۔ کتنا عظیم درس ہے جو سرکار دو جہاںؐ اپنے امتیوں کو تعلیم فرما رہے ہیں۔ بعد میں تینوں حضرات نے کھانا تناول فرمایا۔ انصار صحابیؓ کے پاس کوئی غلام نہیں تھا اس لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کہیں سے غلام آئیں تو یاد دلانا۔ اتفاقاً ایک جگہ سے دو غلام آئے۔ صحابیؓ حاضر خدمت ہوا اور یاد دہانی کرائی۔ آپؐ نے اس سے پسند پوچھی، عرض کیا خود پسند فرما دیں، فرمایا یہ تیرے لئے بہتر ہے کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز کس قدر ضروری ہے۔ آپؐ کی نگاہ نمازی پر ہوتی ہے۔ اسی لئے نمازی کو پسند فرمایا اور اس کے حق میں سفارش کی کہ اس کا خیال رکھنا۔ انصار صحابیؓ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عقیدت کا نور روشن تھا۔ بیوی نے کہا یہ غلام حضور کائناتؐ کا عطا کردہ ہے اگر اس کے حق میں ہم سے کوئی غلطی ہو گئی تو بے ادبی ہو گی۔ بہتر یہی ہے کہ اسے آزاد کر دو۔ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا خوبصورت اور سچا درس ہے جو اہل محبت کے دلوں کو منور کر رہا ہے۔ اللہ

تعالیٰ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھے۔ (آمین)

حرف آخر یہ ہے کہ اگر کوئی محب اپنی محبت میں ایسا وارفتہ ہو جائے کہ حد سے زیادہ خرچ کرنے لگے تو اسے روکنا چاہیے۔ اور اگر اس کے گھر میں کوئی تکلیف ہو اور اسے مشقت کرنی پڑ رہی ہو تو اسکی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہی درس سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ جبکہ ہماری صورتحال یہ ہے کہ ہم اپنے دوست واحباب کی کمزوریاں معلوم کر کے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کو چالاکی اور کمال سمجھتے ہیں اور اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچانے کی بات آئے جو ہمارے بس میں بھی ہو تو ہم منہ پھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی مطلب پرستی سے محفوظ فرمائے کیونکہ یہ دلوں کو توڑنے اور نفرت کا باعث بنتی ہے۔ اس سے دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ ہمیں بار بار احادیث مبارکہ کو پڑھنا چاہیے تاکہ اصلاح کی روشنی میسر آسکے۔

حدیث نمبر ۵/۳۵۷

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کافر کا لہو بہایا ہے۔ اور یقیناً سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا ہے۔ بے شک میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر جہاد کرتا تھا جن کا گزر اوقات صرف درختوں کے پتے اور ببول کے کانٹے ہوتے' جن سے ہمارے جبڑے پھٹ گئے اور ہم میں سے ہر ایک بکری اور اونٹ کی طرح پاخانہ کرتا۔ اس کے باوجود قبیلہ بنو اسد کے لوگ مجھ کو اسلام سکھاتے ہیں اور میری ناواقفیت کا یہ عالم ہے تو میرے عمل اکارت ہو گئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ ہیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے دور میں آپؓ کوفہ کے امیر مقرر کیئے گئے۔ بعض لوگوں نے خلیفہ سے آپؓ کی شکایت لگائی۔ اور

بعض نے یہاں تک کہا کہ آپؓ نماز صحیح طرح سے نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو طلب فرمایا۔ آپؓ نے اپنی صفائی میں جو دلائل دیئے وہ حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ درس ملا کہ اگر حقیقتاً کسی شخص نے دین اسلام کے لئے انتہائی کٹھن زندگی گزاری ہو اور ساری عمر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہا ہو تو اس کا اظہار کرنا اور اسے بطور دلیل پیش کرنا جائز ہے۔ دوسروں کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیے۔

یہ بہت بڑے فضائل ہیں جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بحیثیت دین کے خدمتگار کے سرانجام دیئے۔ صحابہ کرامؓ میں ان کی فضیلت اور قدر و منزلت ایسے تھی جس طرح آج کل تمغات رکھنے والوں کی ہے۔ جسے حکومت کسی تمغے سے نوازتی ہے تو وہ یہ تمغات لوگوں کو فخریہ انداز سے دکھاتا ہے۔ جس میں غرور و کبر کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ جبکہ صحابیؓ کے تمغات سے قرآن و معرفت کا نور جھلکتا ہے۔ اسی نور سے انکی زندگیاں منور نظر آتی ہیں۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

"میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔"

ہم صحابہ کرامؓ کے ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں دے سکتے۔ بس اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح موجودہ دور میں اولیائے کرام جیسی مقدس ہستیوں کو بھی ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل واضح، روشن اور ناقابل تردید ہے کہ دین متین انہی نفوس قدسیہ کے ذریعے سے پھیلا۔ لہٰذا انکے افعال و کردار کو مشعل راہ سمجھ کر سامنے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ان کے کردار تقویٰ کے روشن مینار ہیں جبکہ ہمارے اعمال و کردار ہر اعتبار سے کمزور تر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کے مقام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حدیث نمبر ۶/۳۵۸

خالد بن عمیر اور شویس ابا الرقاد فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم اور تمہارے ساتھی جاؤ یہاں تک کہ منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جس جگہ سے سرزمین عجم بہت ہی نزدیک رہ

جاتی ہے۔ پس وہ لشکر روانہ ہوا یہاں تک کہ مرید پہنچا۔ انہوں نے وہاں سفید پتھر دیکھے ' لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے ' پھر چل پڑے یہاں تک کہ چھوٹے پل کے قریب پہنچ گئے۔ تو انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ جگہ وہی ہے جس جگہ ہمیں اترنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تو وہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر تمام واقعہ راویوں نے مفصل بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے کہا البتہ تحقیق مجھ پر ایک ایسا دور گزرا ہے کہ میں حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے ساتواں فرد تھا۔ ہمارے پاس کچھ بھی کھانے کا نہیں ہوتا تھا مگر درختوں کے پتے۔ ان کے کھانے سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے۔ نیز مجھے ایک دفعہ ایک چادر ملی جو کہ نصف میں نے اور نصف سعدؓ نے لے لی۔ پس (آج یہ عالم ہے) کہ ہم ان سات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک صحابی کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد کے حکام کو آزما کر دیکھو گے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱

حدیث مبارکہ میں جن تکلیف دہ ' جانکاہ اور آزمائش کی گھڑیوں کا ذکر ہے صحابہ کرامؓ نے یہ پر آشوب وقت انتہائی صبروتحمل ' بردباری اور استقامت سے گزارا۔ یہ ساری تفصیل لوگوں کو ترغیب دینے اور اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنے کے لئے بیان فرمائی گئی ہے۔ ان صبر آزما تکالیف کو گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام و اکرام کیا اس کا ذکر بھی حدیث مبارکہ میں ہے۔ فرمایا کہ ہم سات تھے جن میں سے ہر ایک اب کسی نہ کسی علاقے کا امیر ہے۔ حدیث مبارکہ سے خلافت راشدہ کے زمانے کے حکمرانوں کے مرتبے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنے متقی و پرہیزگار تھے۔ اور انہوں نے کیا کیا قربانیاں دیں۔
جبکہ آج کے حکمرانوں کا احوال نہ پوچھئے۔ انہوں نے بددیانتی ' چوری ' اقربا پروری اور لوٹ کھسوٹ کی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ پوری دنیا میں ہمارا چرچا ہے۔ ہر شخص کی زبان پر احتساب کا نعرہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ ہمارا حکمران ٹولہ بددیانتی کے عروج پر ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب لوگ خلیفہ وقت سے اس کے کپڑوں تک کے بارے میں استفسار کرتے تھے۔ اور ایک یہ وقت ہے کہ حکمران کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ ملک و قوم کے نجات دہندہ اور خیر خواہ

ہونے کے دعویدار بھی ہیں۔ یہ تو ایسے ہے جیسے چور چوری کے لئے گھر میں آئے اور ہاتھ پر چراغ رکھا ہوا ہو۔ یہ سارا رونا کسی پر تنقید کی غرض سے نہیں بلکہ جس درد و کرب میں پورا عالم اسلام مبتلا ہے اس دکھ اور تکلیف نے یہ سب کچھ لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ ہماری مصیبتوں اور تکلیفوں پر نظام باطل بغلیں بجا رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم امن و سکون سے رہیں۔ یہ سب کچھ ہماری غفلت' بددیانتی' تن آسانی' آرام طلبی اور سنت مصطفیٰ ﷺ سے دوری کا نتیجہ ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں قرب قیامت کی یہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں کہ

☆ علماء کی جگہ جہلا لے لیں گے۔

☆ عدل کی کرسی پر خائن آجائیں گے۔ اور

☆ عابدین اکثر جاہل ہوں گے۔

اگر ہم غور و فکر کریں تو معلوم ہو گا کہ عالم اسلام میں یہ تمام عیوب بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اس لئے مسلمان سب سے زیادہ حقیر و کم تر نظر آتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۹/۷

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا میں ڈرایا گیا ہوں اتنا کسی ایک کو بھی نہیں ڈرایا گیا۔ اور قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا دکھ مجھے دیا گیا ہے کسی ایک شخص کو اتنا دکھ نہیں دیا گیا ہے۔ اور قسم ہے کہ گزرتے تھے مجھ پر تیس دن رات' حالانکہ میرے لئے اور بلالؓ کے لئے کھانا نہیں ہوتا تھا کہ ہم کھاتے جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑے سے کھانے کے جو بلالؓ کی بغل میں چھپا ہوا ہوتا۔

حدیث نمبر ۳۶۰/۸

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دسترخوان پر صبح اور شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوا مگر بہت مہمانوں کی موجودگی میں۔ عبداللہ

نے کہا کہ بعض نے کہا کہ ضفف کے معنی ہیں کھانے میں بہت ہاتھ ۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷‘۸

سرزمین عرب میں جب سرکار دو جہاںؐ کی تشریف آوری ہوئی تو وہ کھلی گمراہی کا دور تھا۔ انسان اپنی جبین نیاز کو خدائے بزرگ و برتر کے حضور جھکانے کی بجائے لات و منات کے آگے جھکا رہا تھا۔ ہر سو ظلمت ' جہالت اور بے راہ روی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ایک طرف انسانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی تو دوسری طرف شیطنت ننگا ناچ ناچ رہی تھی۔ طاقتور کمزوروں کی گردنیں دبوچ کر ان کے گلے میں غلامی کا طوق ڈال رہے تھے ۔ حق و انصاف کی کرن معدوم ہو چکی تھی ۔ ایسے پرفتن ' پر آشوب اور گمراہی کے دور میں جب سرکار کائناتؐ نے حق کی شمع روشن کی اور خدائے واحد و یکتا کی تبلیغ کا کام شروع کیا تو کفر اپنی تمام تر قوت کے ساتھ شمع رسالتؐ کو بجھانے کے لئے کمربستہ ہو گیا۔ سرکار دو جہاںؐ کو قدم قدم پر مصائب و آلام اور تکالیف سے دوچار کیا گیا۔ کبھی سرکار کائناتؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے تو کبھی جسم اطہر کو لہولہان کیا گیا۔ لیکن بالاخر حق غالب آگیا۔ سرکار دو جہاںؐ کے عزم و استقامت نے دنیا کا نقشہ بدل دیا ۔ ظلمت کدہ عرب بقعہ نور بن گیا۔ ظلمتیں چھٹ گئیں اور انصاف کا بول بالا ہو گیا۔

سرکار دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا کہ راہ خدا میں مجھ سے بڑھ کر کسی نے دکھ نہیں اٹھائے ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں غلامان مصطفیؐ میں ایک خاص مقام حاصل ہے فرماتے ہیں کہ سرور کون و مکاںؐ کے ہاں فقر کا یہ حال تھا کہ تیس تیس دن تک کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ سرکار کائناتؐ کی حیات طیبہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے ۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمارے دل کی دنیا رحمت دو جہاںؐ کے نور سے منور فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر۱۳۶/۹

نوفل بن ایاس ہذلی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہم نشین تھے ۔ اور وہ ایک بہترین نیک ہم نشین تھے ۔ ان کے ساتھ

واپسی پر ایک دن ہم آئے تو ان کے گھر چلے گئے۔ وہ اندر تشریف لے گئے غسل فرمایا پھر باہر آئے ہمارے سامنے ایک بڑا کاسا لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ رکھ دیا گیا تو عبدالرحمٰنؓ رو پڑے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابو محمد کونسی ایسی بات تھی جس کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری ہوا' انہوں نے فرمایا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے مگر انہوں نے اور ان کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی' پس میرے خیال میں جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وقت دیا گیا ہے تو یہ آسودگی کی حالت ہمارے لئے کچھ اچھی نہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شخصیت تاریخ اسلام میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ صحابہ کرامؓ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشکلات یاد کر کے روتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابی کہ جن کے صحابہ کرامؓ کے درمیان کئے گئے فیصلے آج بھی اپنی سچائی میں معروف ہیں کا اس طرح رونا انکے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بین دلیل ہے۔ اسی طرح واقعہ کربلا میں اہل بیت عظامؓ پر جو قیامت بیتی اور خاندان رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو خون کی ہولی کھیلی گئی اس پر رونا اور غم کرنا محبت و ایمان کی علامت ہے۔ جب اتنے بڑے صحابیؓ کہ جو حجت الاسلام ہیں حضورؐ کے کھانے کو یاد کر کے اشکبار ہو جاتے ہیں تو وہ قیامت کی گھڑی بھی آج تک اہل محبت کو خون کے آنسو رلاتی ہے جب ظلم و بربریت' جور و جفا اور مصائب و آلام کے طوفان میں نواسہ رسولؐ جگر گوشہ بتولؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا کے لال' کربل کے شاہ سوار' جنت کے سردار' متقیوں کے امام' مظلوموں کے سرتاج' بے نواؤں کے آسراء' دین متین کے علمبردار' پیکر حق و صداقت' منبع جود و سخا' عکس رسولؐ' شاخ رسولؐ' خوشبوئے رسولؐ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ اپنے شیر خوار بچے حضرت معصوم علی اصغر تک کو کربلا کی تپتی ریت پر خون سے غسل دے کر پیاسا راہ خدا میں قربان کرتے ہیں۔ اہل بیت رسولؐ پر ظلم و بربریت کے ایسے پہاڑ توڑے جاتے ہیں کہ زمین تھرا اٹھتی ہے' آسمان پر سورج ظالموں کی

بے حمیتی پر شرمندگی سے چہرہ چھپالیتا ہے۔ ایک طرف ظلم و ستم اور جور و جفا کی نئی تاریخ لکھی جاتی ہے تو دوسری طرف شہدا کے خون سے اسلام کی آبیاری ہوتی ہے اور حق کا علم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سربلند ہوتا ہے۔ باطل تمام تر فتوحات کے باوجود سرنگوں اور ناکام و نامراد ہوتا ہے۔ کیونکہ نیزے پر امام عالی مقامؓ کی زبان مبارک پر قرآن کا ورد رواں دواں ہوتا ہے۔

شاہ سوار کربلا کی شاہسواری کو سلام
نیزے پہ قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر53

باب ماجاء فی سن رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کی عمر شریف کے بیان میں ہے

(اس باب میں چھ احادیث ہیں)

حدیث نمبر ۳۶۲/۱

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ برس مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے، اس حال میں آنجنابؐ پر وحی آنا شروع ہوئی اور دس برس مدینہ منورہ میں گزارے اور وصال مبارک ہوا جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۳/۲

جریر نے امیر معاویہؓ سے سنا جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک اس وقت ہوا جبکہ ان کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ کی عمر بھی اتنی ہی تھی اور اس وقت میری عمر بھی تریسٹھ برس ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۴/۳

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت وصال فرمایا جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱،۲،۳

انبیاء علیہم السلام کی دو جہتیں ہیں ۔ ایک جہت ارتقائی ہے اس کا تعلق یا ذکر نبی اول و نور اول سے ہوتا ہے ۔ اسے لفظ "نور مقدم" سے سمجھا جا سکتا ہے ۔ دوسری جہت نزولی ہے ۔ یہ تمام الفاظ ہم اپنے آپ کو سمجھانے کیلئے استعمال کرتے ہیں ۔ ورنہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہتوں کا اندازہ کرنا ناممکن و محال ہے ۔

احادیث مبارکہ میں جسم موخر کی حقانیت بیان کی جا رہی ہے ۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی اول و نور اول ہونے کا عقیدہ ضروری ہے اسی طرح یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ انسانوں میں سے آئے ہیں نہ کہ جنات و ملائکہ میں سے ۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پاک بشریت کا کمال ہے ۔ آپؐ کی نورانیت و بشریت دونوں بے مثال ہیں ۔ ان میں وحدت و کلیت اور سالمیت و یک جہتی ہے ۔ انکا آپس میں تعارض یا تضاد نہیں ہے ۔ اسی لئے آپؐ کو عام بشر کہنا یا یہ کہنا کہ آپؐ ہم جیسے تھے کفر ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید البشر ہیں ۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا

"ایکم مثلی" کیا تم میری مثال بن سکتے ہو؟

ہمیں سرکار دو جہاںؐ کی ذات کریمہ کے متعلق لب کشائی کرتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ کہیں دوزخ کا سامان تو جمع نہیں کر رہے ۔ کیونکہ معاملہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے ۔

لے سانس بھی آہستہ کہ خلاف ادب نہ ہو
نازک ہے آئینے سے طبیعت حضورؐ کی

صحابہ کرامؓ ، محدثین ، محققین ، مفسرین ، جمہور علماء اور اہل سنت والجماعت آپؐ کی عمر مبارک کے بارے میں متفق و متحد ہیں کہ آپؐ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وصال فرمایا ۔ یعنی اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمائی ۔ پہلی تین احادیث کے راوی بہت معروف ہیں ۔ ہر ایک کا اپنا مقام و مرتبہ ہے ۔ انہوں نے حضور کائناتؐ کی عمر (تریسٹھ برس) بیان فرمائی ہے اسی پر اجماع امت ہے ۔ اس پر مزید دلیل یہ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر

فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا عرض کی کہ ہماری عمر آپؐ سے زیادہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کا وصال تریسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۵/۴

عمار مولی بن ہاشم نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے وقت آنحضور ﷺ کی عمر شریف پینسٹھ برس کی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۶/۵

وغفل بن حنظلہ سے روایت ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مبارک قبض کی گئی جبکہ عمر شریف پینسٹھ برس کی تھی۔ صاحب شمائل ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ وغفل کو ہم نہیں پہچانتے کہ اس نے حضور ﷺ سے حدیث سنی ہو لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں یہ جوان تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۷/۶

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ زیادہ دراز قد تھے نہ پستہ قد' نہ بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ کے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس برس کی عمر شریف میں نبوت کے اعلان کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد دس برس مکہ مکرمہ اور دس برس تک مدینہ منورہ میں جلوہ افروز رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ساٹھ برس کی عمر میں آپؐ کو وفات دی اور آپؐ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴،۵،۶

احادیث مبارکہ میں ساٹھ ' پینسٹھ اور تریسٹھ کے اختلاف کی وجہ محدثین و محققین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جنھوں نے ساٹھ برس روایت کی ہے انھوں نے کسور کو نظرانداز کردیا ہے اور جنھوں نے پینسٹھ برس روایت کی ہے انھوں نے سال ولادت پاک اور سال وصال مبارک کو مستقل شمار کیا ہے۔ نیز جنھوں نے تریسٹھ برس روایت کی ہے انھوں نے ان دونوں برسوں کو نہیں گنا اور صحیح تریسٹھ برس ہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر54

باب ماجاء فی وفاۃ رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے وصال مبارک کے بیان میں ہے

(اس باب میں چودہ احادیث ہیں)

رب تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ذیشان ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

"ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (انبیاء ۳۵)

قرآن حکیم کے اسی قانون کے تحت ہر ذی روح موت کا ذائقہ چکھے گا۔ انبیاء علیہم السلام بھی اس قانون سے مبرا نہیں۔ لیکن ایک عام انسان کی موت اور نبی کی موت میں بہت تفاوت ہے۔ انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی جماعت ہوتی ہے۔ ان کا ہر معاملہ عام انسانوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ جہاں تک امام الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی ذات ستودہ صفات کا تعلق ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپؐ کی موت باقی تمام نسل انسانی سے مختلف، اعلیٰ و ارفع اور افضل ترین ہے۔ یقیناً آپؐ پر بھی موت آئی لیکن جتنا آپؐ کا مقام بلند و بالا ہے اتنی آپؐ کی موت کی کیفیت و حالت بھی سخت تھی۔ حدیث شریف ہے

"جب کسی صحابیؓ نے آپؐ کے جسم اطہر کو ہاتھ لگایا تو محسوس کیا کہ جسم مبارک بخار کی وجہ سے تپ رہا ہے۔ صحابیؓ نے عرض کیا آپؐ کے جسم مبارک میں اتنی تپش کیوں ہے۔ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔"

معلوم ہوا آپؐ کی موت کی کیفیت و حالت اور کرب و سختی نہ صرف عام انسانوں سے بہت زیادہ سخت تھی بلکہ بے مثل و بے مثیل بھی تھی۔ آپؐ کی موت کا مسئلہ انتہائی حساس ہے۔ اسی کو بنیاد بنا کر فرقہ نجدیہ، وہابیہ، معتزلہ اور قادیانی سرور انبیاء ﷺ کی حیات مبارکہ کے بارے میں زہر اگلتے ہیں۔ حالانکہ یہ اجماع امت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر

شریف میں مع الجسد دنیوی حیات بخشی ہے۔ صحابہ کرامؓ، اہل بیت عظامؓ، تابعین، تبع تابعین، تمام آئمہ، علمائے سلف و خلف، تمام بزرگان دین اور ساری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عقیدہ ہے کہ آپؐ صرف ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوئے ہیں اور قبرانور میں مع الجسد دنیوی زندگی کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی ربوبیت اور وحدانیت کی کامل و اکمل اور بین دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابدی حیات عطا فرما کر اپنے واحد و یکتا ہونے کی دلیل کو خود محفوظ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید کو محفوظ فرمایا اسی طرح صاحب قرآن یعنی مہبط وحی کو بھی محفوظ فرمایا۔ یہ عقیدہ قرآن و احادیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت لاکھوں کی تعداد میں کتب کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جسے ہر علاقے اور ہر مکتب فکر کے علمائے کرام نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں اپنی علمی و روحانی پہنچ، مرتبہ اور مقام کے مطابق لکھا ہے۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی گئی تمام کتب ہمارا دینی سرمایہ ہیں۔ اسی پر اجماع امت ہے اور یہی سواد اعظم ہے۔ اس لئے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی کو (چاہے اس کا جس علاقے سے بھی تعلق ہو یا جو بھی زبان سمجھتا ہو اسے اپنے علاقے میں اور اپنی زبان میں) حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر تصنیف ضرور مل جائے گی۔ یہ بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی کرم اور رحمت بے پایاں ہے کہ حیات النبیؐ پر تصانیف تالیف کی جاتی ہیں۔

اس عاجز فقیر حقیر لاشی نے اپنے پیرو مرشد خواجہ ملت والدین حضرت خواجہ غلام محمد نظام الدین تونسوی محمودی سلیمانی چشتیؒ کی ذات مبارکہ پر "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" کے نام سے ایک تصنیف نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے کی غرض سے تحریر کی ہے۔ اور اس میں "حیات النبیؐ" کا ایک الگ باب رقم کیا ہے۔ اس باب کے صفحہ نمبر ۱۴ پر سورہ یونس کی آیت نمبر ۹۲ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے جس میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیادی حقیقت کو اجاگر کیا ہے۔ سکون قلب کیلئے قاری حضرات آیت مبارکہ کو پڑھیں، سوچیں، سمجھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ سچائی کی تلاش میں میری جستجو کیسی رہی۔

قرآن و حدیث، آئمہ اربعہ اور سواد اعظم کا ماحصل وصال مبارک کے باب میں مختصراً" بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے تاکہ صراط مستقیم کے راہی اپنا رخ ٹھیک کر سکیں۔ ہر ایک کا اپنا رخ

ہوتا ہے ہمارا رخ روشنی و سچائی ہے ۔جس میں تاثرات و واردات رقم کئے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ فضیلت ہے ۔ اسی طرح ہر ایک کا اپنا اپنا مرتبہ ہے ۔ میرے مرشد کامل خواجہ ملت ؒ نے مجھے یہی تعلیم دی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ، حضرت عمر فاروق ؓ ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بالترتیب خلیفہ اول ، دوئم ، سوئم اور چہارم ہیں ۔ اگر کوئی ان خلفاء کو ہم مرتبہ سمجھے یا حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو باقی تینوں خلفاء پر فضیلت دے تو اس کا اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں ۔

وصال مبارک کا باب شروع کرنے سے پہلے راقم نے ضروری سمجھا کہ اپنے عقیدے کو بالکل واضح اور دو ٹوک الفاظ میں بیان کر دے ۔ عقیدہ کا تعلق دل سے ہے ۔ جو بات میرے دل میں ہے اسے صاف صاف بیان کر دیا ہے کیونکہ مسلمان کی زبان اور دل میں مطابقت ہوتی ہے ۔ یہ نہیں کہ زبان پر کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسی عقیدہ پر رکھے اور اسی عقیدہ پر موت عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین

جس دور میں یہ عاجز فقیر لاشئی سرور انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ ﷺ کے وصال مبارک کے بارے میں قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہے ہماری بدقسمتی کہ اس دور میں نجدی ، وہابی ، معتزلی ، مرزائی اور ملحدین پوری شدومد کے ساتھ علی الاعلان حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا انکار کر رہے ہیں ۔ اور انہیں ہو سکتا ہے کہ اپنے مذموم عقائد کی تشہیر کیلئے بھرپور بیرونی امداد بھی حاصل ہو۔جہاں تک عقل و دانش اور فہم و فراست کا تعلق ہے تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ پورے عالم اسلام پر قیامت صغریٰ کی سی کیفیت طاری ہے ۔ کرہ ارضی پر مسلمانوں کو اتنا کمزور ، لاغر ، ناتواں ، بے بس اور ضعیف کر دیا گیا ہے کہ گزشتہ تاریخ میں اس کی مثال ملنا محال ہے ۔ حضور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ پر حملہ کرنے یا اس پر بحث و مباحثہ کرنے سے مسلمانوں میں نہ صرف پھوٹ ڈالنا مقصود ہے بلکہ یہ دین کو کلیتاً جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی بدترین اور مذموم سازش معلوم ہوتی ہے ۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اختلافات تو صدیوں سے چلے آ رہے ہیں ۔ لیکن اسلام دشمن طاقتوں کا یہ آخری حربہ معلوم ہوتا ہے ۔ حالانکہ غلام احمد قادیانی جس نے اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اسے اور اس کے ماننے والوں کو پاکستان کی سپریم کورٹ اور قومی اسمبلی غیر مسلم قرار دے چکی ہیں ۔ اس کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت واقع ہو چکی ہے ۔ مذکورہ

بالا فرقے مسلمانوں کے پشتینی عقائد کو تار تار کرنے کے لئے متحد و متفق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے مسلمانوں کو ان نام نہاد توحید کے داعیوں کے عقیدہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۱/۳۶۸

انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آخری دفعہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور کو مجھے دیکھنا نصیب ہوا تو وہ اس وقت تھا جبکہ پیر کے دن آنجنابؐ نے پردہ ہٹا کر نمازیوں کو دیکھا۔ پس جب میں نے آنجنابؐ کے روئے مبارک پر نظر ڈالی تو گویا وہ قرآن مجید کا ایک ورق نظر آیا۔ صحابہ کرامؓ جناب ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ صحابہؓ مضطرب ہونے لگے تو حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو اور ابوبکرؓ تمہارا امام ہو اور پردہ گرا دیا اور اسی دن پچھلے پہر وصال فرما گئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ منفرد مقام ہے کہ سرکار کائنات ﷺ کی غلامی میں آپؓ نے دس سال گزارے۔ انہوں نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کو قرآن کا ورق کہا ہے۔ یہ ان کے نور بصیرت کی دلیل ہے۔ سرکار کائنات ﷺ کے وصال مبارک کی گھڑی کو جس درد، کرب اور سوز و گداز سے وہ دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہے تھے اسے اللہ ہی جانتا ہے۔ جونہی آپؐ کی کھڑکی مبارک کا پردہ سرکا اور پردے کے ہٹنے کی آواز پیدا ہوئی شمع رسالتؐ کے پروانے دیدار یار کیلئے بے چین و بے قرار ہو گئے۔ سب کی نگاہیں بے تاب ہو کر اسی طرف پلٹ گئی۔ یہ ساری بے چینی و بے تابی اس تناظر میں بجا تھی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ تاباں کی زیارت کو کافی دن بیت چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کی بیماری کے بارے میں بھی مضطرب تھے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ افاقہ ہوا ہے یا نہیں۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ صحابہ کبارؓ چاہتے تھے کہ آپؐ امامت فرمائیں لیکن سرکار دو جہاں ﷺ نے حکم فرمایا کہ ابوبکرؓ تمہارے امام ہیں۔

ہمارے لئے حدیث مبارکہ میں یہ جملہ قابل غور ہے کہ آپؐ کا رخ انور قرآن کے ورق کی طرح تھا۔ یعنی قرآن بھی محفوظ اور حضورؐ بھی محفوظ۔ حضرت انسؓ نے چہرہ تاباں کو قرآن سے تشبیہ دے کر اپنی دس سالہ غلامی کا ماحصل و نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں تعظیم و توقیر رسولؐ کے بیکراں سمندر سے ایک ذرہ عطا فرما دے تو اس سے ساری امت فیوض و برکات حاصل کر سکتی ہے۔ مگر شرط صرف یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہو اور محبت بھی ایسی جیسی صحابہ کرامؓ کی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۹/۲

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے سینے کے آسرے پر لئے ہوئے تھی یا یہ فرمایا کہ "حجری" یعنی میری گود میں۔ پھر آپؐ نے ایک سلفچی منگوائی تاکہ اس میں چھوٹا پیشاب کریں۔ پھر چھوٹا بول کیا پھر وصال فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۷۰/۳

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ وصال کے وقت پڑا ہوا تھا۔ حضور ﷺ اس کاسہ میں ہاتھ ڈالتے، پھر اس پانی سے اپنا چہرہ اقدس تر فرماتے۔ پھر فرماتے جاتے اے میرے اللہ موت کی سختیوں پر میری مدد فرما، یا یہ فرمایا کہ بجائے منکرات کے سکرات فرمایا۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۲،۳

علامہ البیجوریؒ تحریر فرماتے ہیں

"منکرات الموت سے مراد نزع کی سختی ہے کیونکہ اس وقت ایسی تکالیف وارد ہوتی ہیں۔ یا

منکرات المموت کی جگہ سکرات الموت کے کلمات استعمال کئے جس سے مراد شدائد کے بحر میں ڈوبنا ہے۔
لیکن ان سب تکالیف و آلام کا ظہور فقط ظاہری امر ہے جو کہ اس وقت میت کے حسب حال نظر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ میت کے درجات کی ترقی اور اس کے عنداللہ مقام کی رفعت اور انعام و اکرام کی زیادتی پر دال ہے۔ لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کا معاملہ ان کے بالکل برعکس ہے۔۔ ظاہر تو سکرات الموت ہے لیکن باطن میں معاملہ ذات باری تعالیٰ اور ملائکۃ المقربین کے ساتھ تھا۔

جس ذات گرامی صفات کی مزاج پرسی کے لئے جبریلؑ پورے تین دن پاس رہیں اور مرض الموت کے دوران ہر روز یہ کہتے رہیں کہ حضور اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی طرف اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپؐ سے سوال کرے، درآنحالیکہ وہ آپؐ کے حال کو آپؐ سے زیادہ جانتا ہے۔ محبوبؐ تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے اور بتایئے تیری منشاء کیا ہے۔ اور پھر جبریلؑ نے یہ بھی کہا کہ یہ مزاج پرسی اس شرافت اور عظمت و فضیلت کے اظہار کے لئے ہے جو آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہے۔
اس عیادت کے تیسرے روز ہی جبکہ جبریلؑ کی زبان سے "کیف تجدک" (آپؐ کی منشاء مبارک کیا ہے؟) کا جملہ نکلا تو ملک الموت دراقدس پر حاضر ہو کر روح مکرم و مقدس کو قبض کرنے کی اجازت مانگنے لگا۔ پھر حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور ملک الموت نے اپنا کام کیا۔

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کی مشکل ترین گھڑی اور نزع کے وقت امت کو سنت مبارکہ کا یہ قرینہ سکھایا کہ ایسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے اور اسی سے امداد مانگنی چاہیے۔ اس حساس ترین گھڑی اپنے رب سے رابطہ قائم کرنا چاہیے اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

آپؐ پر سکرات الموت کی سختی، تکلیف اور شدت انتہا درجہ زیادہ اور بے مثل تھی۔ ایسی حالت میں بجائے لوٹ پوٹ ہونے یا زبان پر قسما قسم کے الفاظ لانے کے، حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو رب تعالیٰ کی یاد اور اسی سے امداد چاہنے کی سنت عنایت فرمائی۔ حدیث مبارکہ سے یہ روشنی بھی ملتی ہے کہ وصال مبارک کے وقت آپؐ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے جمال میں مصروف تھے بلکہ امت کے لئے ایسی حالت میں سنت مبارکہ کا نمونہ بھی قائم کر رہے تھے تاکہ امتی کو اس کٹھن موڑ پر بھی سنت کا راستہ ملے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے نزع کے وقت ہماری امداد فرمائے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

حدیث نمبر۱۷۳/۴

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بہت ہی تکلیف دیکھنے کے بعد اب مجھے کسی ایک آدمی کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۴

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مطابق آپؐ پر سکرات الموت کی کیفیت اور شدت بہت زیادہ تھی لیکن اس حال میں بھی آپؐ نے کسی قسم کی بے قراری یا بے صبری کا اظہار نہ فرمایا بلکہ ہمہ وقت اپنے پروردگار کے ذکر میں مصروف رہے۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا موت کی معراج ہے۔ اس نازک گھڑی سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرما رہی ہیں کہ مجھے آپؐ کی موت کے وقت پر رشک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۲۷۳/۵

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دفن کرنے کی جگہ پر مختلف آراء پیدا ہو گئیں۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جسے میں نہیں بھولا ہوں' فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی آپؐ کے بستر کی جگہ پر دفن کرو۔

حدیث نمبر۳۷۳/۶

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چوما۔

حدیث نمبر ۴۷/۳/۷

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یہ کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تشریف لائے دونوں آنکھوں کے درمیان منہ رکھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دونوں بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور فرمایا ہائے نبی' ہائے صفی' ہائے خلیل۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۵'۶'۷

حدیث مبارکہ سے یہ نور ملا کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اطہر کو بوسہ دینا سنت صدیق اکبرؓ ہے اس لئے تمام صالحین حضور کائناتؐ کے روضہ اطہر کو بوسہ دیتے ہیں اور یہ مبارک عمل تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔ آپؐ کا روضہ مبارک عرش بریں سے بھی بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کی فضیلت' شان اور عظمت عاشقان مصطفیٰ ﷺ سے پوچھیے۔ وہ اس کے تقدس پر جان تک نچھاور کرتے نظر آتے ہیں۔ روضہ اقدس کو چومنے سے منع کرنا یا اسے جائز قرار نہ دینا حقیقت میں مسلمانوں کا دل توڑنے کے مترادف ہے۔ قیامت تک کے مسلمانوں کے دلوں میں رب تعالیٰ جل شانہ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت ازلا" ودیعت کردی ہے۔ جو لوگ انکا دل توڑتے ہیں انہیں حدیث مبارکہ میں غور و فکر کرنا چاہیے اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ان نفوس قدسیہ کا عمل بھی سنت ہے۔

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ آپؓ نے اپنا سب کچھ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مبارکہ پر قربان کردیا۔ آپؓ کی زندگی کا مرکز و محور محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کریمہ تھی۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و پاکیزگی

پر بہتان لگایا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مہینہ اپنے والد گرامی کے ساتھ رہیں۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے یہ عرصہ انتہائی دردناک، کربناک اور اذیت ناک تھا۔ اس عرصے کا ایک ایک لمحہ نہایت گراں تھا۔ گھروں میں، گلیوں میں، بازاروں میں الغرض ہر جگہ قسما قسم کے چرچے ہو رہے تھے۔
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاک و مطہر دامن کو داغ دار کرنے کے لئے منافقوں کے سردار نے جو آگ لگائی تھی باپ بیٹی دونوں اسکی حدت کو محسوس کر رہے تھے۔ مگر قربان جائیے صدیق اکبرؓ کے صبر و استقامت اور شان و منزلت پر۔ اس کٹھن اور کرب کے عرصہ میں آپؓ کو ایک بار بھی یہ خیال نہ آیا کہ میں نے تو اپنا سب کچھ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا اب جبکہ میری عزت کا سوال ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں تو آپؐ خاموش ہیں۔
اس اہم اور نازک موقع پر بھی آپؓ کے قلب و زبان پر حضورؐ سے شکوے کا خیال تک نہ آیا۔
آپؓ کا صبر و استقامت آپؓ کی عظمت و شان اور مرتبے کو لاثانی بناتا ہے۔ جب سورہ نور نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؓ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عفت و پاکدامنی کی خود گواہی دی ہے۔ آپؓ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا آؤ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کریں۔ یہ کمال عشق و محبت ہے۔ حالانکہ سیدہ کی عفت و پاکیزگی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان تھا۔ لیکن عاشق صادقؓ کی زبان مبارک پہ یہ الفاظ آئے کہ آؤ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کریں۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ میں اپنے رب کا شکریہ ادا کروں گی۔
اس واقعے سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر آپؓ تک پہنچی تو آپؓ انتہائی دکھ و درد اور رنج و ملال کی کیفیت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف لائے۔ حضرت علامہ ملا علی القاریؒ جمع الوسائل جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۹ پر امام احمد سے روایت فرماتے ہیں
"یعنی جناب صدیق اکبرؓ حضور کائناتؐ کے سر اقدس کی طرف سے تشریف لائے اور چہرہ انور پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو چوما، پھر فرمایا ہائے نبی، پھر سر اٹھایا اور روئے مبارک پر پھر سر جھکایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا پھر فرمایا ہائے برگزیدہ، پھر سر اٹھایا اور پھر روئے اطہر پر سر جھکایا اور پیشانی

مبارک کو بوسہ دیا پھر فرمایا ہائے دوست۔"

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت بحیثیت خلیفہ اول ہونے کے واقعی ممتاز ہے لیکن جو نقوش آپؓ نے محبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چھوڑے ہیں وہ لازوال ہیں۔ آپؓ کے وصال مبارک کے موقع پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ صدیق اکبرؓ نے کیا وہ بے مثال ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۵/۸

جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے منور ہو گیا۔ سو جس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ منورہ تاریکی میں ڈوب گیا اور ہم نے قبر مبارک کی مٹی سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے اور ہم تدفین میں مصروف تھے مگر ہمارے دل یہ ماننے کیلئے آمادہ نہ تھے کہ آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۸

کسی کی جدائی کا غم اس سے متعلقہ افراد کو ضرور ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ حضور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم کو اپنے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں اور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کو اس شہر مقدس کے روشن و تاباں ہونے کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ آپؐ کی ظاہری جدائی کو اندھیرے سے تعبیر کر رہے ہیں۔ وہ اپنے مقام و مرتبہ اور قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم کو بیان فرما رہے ہیں۔ حضرت انسؓ نے ہمیں الفاظ دیئے ہیں مگر الفاظ ان کے دل کی ترجمانی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دل کی حالت و کیفیت، سوز و گداز اور جذبہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس جاں گزا و دل خراش اور پریشانی و خستہ حالی کی گھڑی کتنا صبر کیا اور کس طرح تڑپتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو قبر شریف میں رکھا۔ لیکن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ہمیں یقین

نہیں آرہا تھا کہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ظاہرا" جدا ہو گئے ہیں یا آپؐ وصال فرما چکے ہیں ان کی محبت اور تعلق باالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محکم دلیل ہے۔ ایک ہے چلے جانا، چلا تو ہر کوئی جاتا ہے، دوسرا ہے دل سے نہ جانا۔ جس سے انسان محبت کرتا ہے وہ دل سے کب جاتا ہے بس ہر وقت تصور میں رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور سے ہی صحابہ کرامؓ کی حیات قائم تھی۔ اس کے بغیر وہ جی بھی نہیں سکتے تھے۔ اور جن خوش نصیبوں کو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اپنی زیارت سے مشرف کیا ہے یا کریں گے ان کے تصور سے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں جاسکتے ہیں۔ آپؐ ان کے دل میں ہی رہیں گے۔ اس سے ہمیں یہ نور ملا کہ صحابہ کرامؓ کے دل کا قرار حضورؐ کا تصور تھا جو انکے قلوب میں نقش تھا اور جسے دنیا کی کوئی طاقت نہ مٹا سکی۔ چاہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا کوئی اور صحابیؓ سب کی محبت و عقیدت اپنے اپنے مراتب کے مطابق تھی۔ مگر سب میں یہ قدر مشترک تھی کہ وہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے۔ جو تاثرات و واردات اس عاجز و فقیر کے دل میں آئے ہیں اللہ کرے کہ انہی پر موت آئے تاکہ آخرت سنور جائے۔

حدیث نمبر ۳۷۶/۹

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیر (دوشنبہ) کے دن وصال پایا۔

حدیث نمبر ۳۷۷/۱۰

امام باقر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف پیر کے دن ہوا۔ پس یہ دن اور منگل (سہ شنبہ) کا دن وجود اطہر گھر میں رہا اور بدھ کی رات (یعنی شب چہار شنبہ) دفن کئے گئے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقر کی حدیث میں تو اتنا ہی ہے لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ رات کے آخری پہر میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔

حدیث نمبر۸ے ۳/۱۱

ابی سلمی بن عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا اور منگل کے دن دفن کئے گئے۔ ابو عیسیٰ یعنی صاحب ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۹'۱۰'۱۱

حضورؐ نے پیر کے دن وصال فرمایا اس پر تمام علماء کرام ' محدثین ' محققین اور امت محمدیہؐ کا اجماع ہے۔ پھاوڑوں سے مراد قبر شریف کے کھودنے کی آوازیں تھیں۔ صحابیؓ حضورؐ کے قبر شریف میں تشریف لے جانے کے وقت کا اندازہ بیان کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس وقت تک گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

حدیث نمبر۹ے ۳/۱۲

صحابی رسول سالم بن عبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بیماری کے دوران آپؐ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور پھر آرام ہو جاتا تو ارشاد فرماتے کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں۔ ارشاد فرمایا بلالؓ کو کہو کہ اذان کہے اور ابوبکرؓ صحابہؓ کو نماز پڑھائیں۔ پھر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہو گیا تو ارشاد فرمایا کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں! ارشاد فرمایا بلالؓ کو کہو اذان دے اور ابوبکرؓ صحابہؓ کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ بیشک میرا باپ رقیق القلب ہے۔ جب وہ آپؐ کے مصلیٰ پر کھڑا ہو گا تو بے ساختہ رو پڑے گا۔ وہ آپؐ کی جگہ پر نہیں کھڑا ہو سکے گا۔ لہٰذا آرزو رکھتی ہوں کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے۔ سالم بن عبیدؓ نے فرمایا آپؐ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہو گیا تو ارشاد فرمایا بلالؓ کو کہو اذان کہے اور ابوبکرؓ کو کہو صحابہؓ کو نماز پڑھائے۔ پس یقیناً تم یوسفؑ

کے واقعہ والی عورتیں بن رہی ہو۔ سالم بن عبیدؓ نے فرمایا کہ چونکہ بلالؓ کو امر کیا گیا تو اس نے اذان دی اور ابوبکرؓ کو امر کیا گیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آرام محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا دیکھو کوئی ہے جس پر سہارا لے کر مسجد تک جاؤں۔ جنابہ بریرہؓ اور ایک دوسرے شخص آئے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں پر سہارا لیا۔ پس جب ابوبکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے نماز پوری کرلی۔ بالآخر رسول کریم ﷺ کا وصال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' خدا کی قسم! جس نے بھی یہ بات کہی اور میں نے سنی کہ حضور ﷺ کا وصال ہوا ہے اس کی گردن اپنی تلوار سے اڑا دوں گا۔ راوی نے کہا کہ لوگ عام طور پر ناخواندہ تھے۔ نیز ان میں پہلے کوئی نبی بھی نہ ہوا تھا۔ لہٰذا لوگ چپ ہوگئے۔ صحابہؓ نے کہا اے سالم حضور ﷺ کے ساتھی کو بلالو۔ ابوبکر صدیقؓ (اپنے محلہ کی) مسجد میں تھے کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں روتا ہوا دہشت زدہ ان کے پاس پہنچا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے؟ میں نے کہا کہ عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے مجھے کہا کہ چلو سو میں ان کے ساتھ آگیا۔ اس وقت صحابہؓ حضور پاک ﷺ کے وجود مبارک کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے لوگو! مجھے راہ دے دو۔ پس آئے یہاں تک کہ آنحضورؐ پر گر پڑے اور وجود مبارک سے لپٹ گئے اور فرمایا یقیناً آپؐ نے بھی انتقال کرنا ہے اور بے شک انہوں نے بھی مرنا ہے۔ پھر صحابہؓ نے کہا اے رسول کریم ﷺ کے رفیق! کیا حضور ﷺ وصال فرما چکے ہیں؟ آپؓ نے جواب دیا ہاں پس صحابہؓ کو یقین آگیا۔ صحابہؓ نے کہا اے رفیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم رسول اللہ ﷺ پر نماز پڑھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کس طرح؟ فرمایا کہ ایک گروہ داخل ہو پس تکبیر کہے' دعا کرے اور نماز پڑھے۔ پھر وہ باہر چلا آئے۔ پھر

دوسرا گروہ آئے تکبیر کہے نماز پڑھے اور دعا کہے۔ پھر باہر چلا آئے۔ حتیٰ کہ ساری مخلوق اسی طرح حجرہ مبارکہ میں داخل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے رفیق رسول ﷺ کیا آنحضرتؐ کو دفن کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا ہاں! صحابہؓ نے کہا کہ کہاں؟ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا جس جگہ آپؐ کا وصال ہوا ہے وہی مدفن ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا وصال پاک جگہ میں کیا ہے۔ پس صحابہؓ جان گئے کہ انہوں نے صحیح صحیح فرمایا ہے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے باپ کے بیٹوں کو فرمایا کہ تم غسل دو اور مہاجر جمع ہو کر باہم دگر مشورے کر رہے تھے۔ سو مہاجرین نے ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ آپؐ ہمارے ساتھ ہمارے بھائیوں انصار کی طرف چلیں تاکہ وہ بھی اس مشورہ میں شریک ہو جائیں۔ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کون ہے جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں "صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تھے کہ غم نہ کھا' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے" تم جانتے ہو وہ دونوں کون سی ہستیاں تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر عمرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ابوبکر صدیقؓ کے دست مبارک پر لوگوں نے بیعت کر لی۔ بیعت نیک اور بہترین۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۱۲

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ جونہی حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فارغ ہوتے "معاً" ارشاد فرماتے نماز کا وقت ہو گیا ہے تو بلالؓ سے کہو کہ اذان دے اور ابوبکر صدیقؓ سے کہو کہ امامت کرائے۔ نماز میں نمازی کو یہ حکم ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا رابطہ و تعلق منقطع نہیں ہوتا تھا بلکہ دیدار میں مصروف رہتے اور عمل دیدار یعنی نماز کو یاد کر کے فرماتے کہ اذان دو نماز پڑھو۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میرے والد گرامی تو آپؐ کے دیدار میں ہمہ وقت محو رہتے ہیں۔ آپؐ کی جدائی کو کیسے

برداشت کر سکیں گے تو آپ ؐ نے خفیف سی خفگی کا اظہار فرمایا ۔ پھر جب آپ ؐ دو صحابہ کرام ؓ کا سہارا لے کر مسجد تشریف لائے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو خدشہ تھا وہی ہوا ۔ امام کی ساری توجہ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر تھی ۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے پیچھے ہٹنے لگے کہ آپ ؐ تشریف لا چکے ہیں لہٰذا امامت آپ ؐ خود فرمائیں ۔ لیکن سرکار کائنات ﷺ نے منع فرمایا اور نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز کی حالت میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا اور پیچھے ہٹنا قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے محکم دلیل ہے کہ نماز کی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھنا اور "السلام علیک ایھا النبی" کہتے وقت یہ خیال کرنا کہ میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رو برو صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہوں نہ صرف جائز ہے بلکہ نماز کی معراج کا درجہ رکھتا ہے ۔

امام فخرالدین رازیؒ اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ

"نماز میں (السلام علیک ایھا النبی) کہتے وقت قلب و ذہن میں یہ خیال کرنا کہ میں حضور پر نور ﷺ کے سامنے سلام عرض کر رہا ہوں نماز کو اور زیادہ محکم اور جاندار بناتا ہے ۔"

یہ تصور وجودی نہیں ہوتا بلکہ ذہنی ہوتا ہے ۔ جس طرح کسی کا ذکر آنے پر بلا ارادہ وہ تصور میں آجاتا ہے ۔ اسکی شکل و صورت اور قول و فعل سب کچھ سامنے آجاتا ہے ۔ یہ سارا قوت متصورہ کا ردعمل ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نعمت ہے ۔ گو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام ؓ کے سامنے سرکار دو جہاں ﷺ کا تصور وجودی تھا لیکن امت کے لئے یہ درس ہدایت ہے کہ جب وہ جلسہ میں "السلام علیک ایھا النبی" کے مقام پر پہنچیں تو یہ تصور کریں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رو برو سلام عرض کر رہے ہیں ۔ اسی لئے تین یا چار رکعت کی نماز کے پہلے جلسہ میں جب نمازی "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ" کے مقام سے آگے بڑھ جائے تو سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے ۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ سجدہ اس لئے واجب ہوتا ہے کیونکہ نمازی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پڑھتے وقت غیر حاضر رہا اور اس نے غفلت اور بے خیالی میں سلام پڑھا ۔ اگر حاضر دماغی ، توجہ اور پورے خشوع و خضوع سے سلام پڑھتا تو کبھی نہ بھولتا ۔ اس لئے سجدہ سہو لازم ہوا اور اس پر دوبارہ سلام پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ۔

جن خوش نصیبوں کو سرکار دو عالم ﷺ خواب میں شرف زیارت سے نوازیں انکے لئے نماز میں سلام پڑھتے وقت حضور کائنات ﷺ کا تصور وجودی ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنی جامعیت کے اعتبار سے "حدود اللہ" کی ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے موقع پر آپؓ نے اعلان فرمایا جس نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں میں اسکی گردن اڑا دونگا۔ یعنی فاروق اعظمؓ جیسی شخصیت بھی اس موقع پر اپنے آپ کو نہ سنبھال سکی۔ دوسرے صحابہ کرامؓ کا بھی یہی حال تھا کیونکہ وصال مبارک کے صدمے اور غم کا بوجھ کائنات سے بڑھ کر تھا۔ یہ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے جنھوں نے وصال مبارک کے غم کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ وصال مبارک کے بعد آپؓ حجرہ شریف میں تشریف لائے اور جسم اطہر سے لپٹ گئے۔ پھر فرمایا یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انتقال فرمانا تھا۔ بے شک نبی کو بھی موت آتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں آپؓ سے کہا اے رفیق رسولؐ! کیا حضورؐ وصال فرما چکے ہیں۔ تو آپؓ نے قرآن مجید کے اس قانون "کل نفس ذائقة الموت" کا اعلان فرماتے ہوئے ہاں میں جواب دیا۔ پھر آپؓ نے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ سکھلایا۔ مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کی امامت کوئی نہ کرے کہ حالت حیات اور حالت نماز میں آپؐ ہمارے امام ہیں۔"

اسی طرح غسل دینے کا جب خیال ظاہر کیا گیا تو غائب سے آواز آئی کہ کپڑے نہ اتارو صرف کپڑوں مبارک پر پانی انڈیل دو۔ آپؐ کے غسل مبارک میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور اہل بیت عظامؓ نے شرکت کی۔ یوں دس دس صحابہ کرامؓ کی ٹولیاں حاضر ہوتیں اور اللہ اکبر کا ورد کرتیں اور نذرانہ عقیدت پیش کر کے چلی جاتیں۔ پھر صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال عرض کیا اے رفیق رسولؐ کیا حضورؐ کو دفن کیا جائے گا؟ آپؓ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپؐ کی جائے قبر وہی ہو گی جہاں آپؐ نے وصال فرمایا ہے۔ آپؐ کا وصال مبارک پاک و مطہر جگہ ہوا ہے۔ اس لئے یہ اجماع امت ہے کہ حضور کائنات ﷺ کے جسم اطہر کی جگہ عرش معلٰی سے بھی اعلیٰ و ارفع اور پاک و طیب ہے۔ یہی فتویٰ حضرت علیؓ کا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ

فرماتی ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا

"اللہ کے نزدیک روئے زمین پر اس جگہ سے افضل کوئی مقام نہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال شریف ہوا ہو۔"

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار کائنات حضور رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے وصال مبارک کے صدمے کو جس صبرو تحمل سے برداشت کیا وہ انہی کا مقام و مرتبہ ہے۔ یہ آپؓ کا شرف ہے کہ آپؓ نے اس اہم اور حساس موقع پر اپنے ہوش و حواس سلامت رکھے۔ حالانکہ دوسرے صحابہ کرامؓ دکھ ' درد اور اس عظیم صدمے سے نڈھال تھے۔ آپؓ نے سب کو سہارا دیا۔ یہ آپؓ کی فضیلت اور مرتبے کا سنہری حصہ ہے جو نہایت روشن اور واضح ہے۔ امت پر بھی آپؓ کا احسان ہے کہ آپؓ نے اپنے لازوال کردار سے امت کو نہ صرف فتنے فساد سے محفوظ رکھا بلکہ انہیں اتحاد و یگانگت کی لڑی میں پرو دیا۔ دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس موقع پر آپؓ نے حیات النبیؐ کا اعلان کیا اور فرمایا

"مجھے اللہ کی قسم ہے اے حبیبؐ! اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو اموات جمع نہیں فرمائے گا۔"

وصال مبارک کے موقع پر آپؓ کے سب اعلان اپنے اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ آپؓ کی قد آور شخصیت نے دین کے شرعی نظام اور عقائد کو حیات بخشی۔ آپؓ کے تدبر، صبرو استقامت اور معاملہ فہمی سے تمام صحابہ کرامؓ کی تسلی ہو گئی۔ اہل بیت عظامؓ اور صحابہ کرامؓ پورے عالم اسلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت یافتہ اور انعام یافتہ جماعت ہے۔ ان نفوس قدسیہ کا ذکر قرآن اور تورات و انجیل میں ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ان کی محبت اور آپؐ پر جاں نثاری ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس جماعت کے نقش قدم پر رکھے اور انہی کے عقائد کو صدق دل سے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث نمبر ۳۸۰/۱۳

جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب انتقال کے وقت تکلیف محسوس فرما رہے تھے تو وہ تکلیف آپؐ پر ہی گزر رہی تھی تو جنابہ سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا ہائے میرے ابا جان کی تکلیف۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا (اے میری

بیٹی) آج کے دن کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ یقیناً تیرے باپ پر وہ چیز موجود ہوئی ہے جو قیامت تک کسی ایک سے ٹلنے والی نہیں۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱۳

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ترین تکلیف دیکھ کر ہائے کا لفظ آیا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیٹی! ہر ایک پر موت آنی ہے یہ ٹلنے والی نہیں۔ پھر فرمایا کہ آج کے بعد مجھ پر کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپؐ کی موت کی شدت' تکلیف اور کرب بہت زیادہ تھا مگر جونہی آپؐ اپنی قبر انور میں تشریف لے گئے کوئی تکلیف باقی نہیں رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ابدی حیات بخشی۔ اس لئے آپؐ نے خود اس بات کی نفی فرما دی کہ قبر کی تمام تکالیف اور درد و کرب مجھ پر نہیں ہو گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخر الزمانؐ ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی بین دلیل ہے۔ وصال مبارک سے قبر انور تک تشریف لے جانے تک کا وقفہ لازم و برحق تھا۔ کیونکہ یہ قانون قدرت ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد فنا کلی ہے۔ آپؐ تخت نبوت پر تشریف فرما ہیں اور کار نبوت چلا رہے ہیں۔ آپؐ کا ہر معاملہ باقی تمام نسل انسانی سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ رفعت' فضیلت' بلندی اور شان و شوکت کی معراج کو پہنچا ہوا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴/۳۸۱

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ میری امت سے جس شخص کے دو چھوٹے بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کی فوتیدگی کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے اگر کسی کا ایک چھوٹا بچہ ہی فوت ہوا ہو' آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جس کا ایک چھوٹا بچہ بھی فوت ہوا ہو اے عائشہؓ تو نیک امور میں توفیق دی گئی

ہے۔ عائشہ صدیقہؓ نے پھر عرض کیا آپؐ کی امت میں سے اگر کسی کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو پھر، تو ارشاد فرمایا تو ان کے لئے میں ذخیرہ آخرت ہوں اس لئے کہ میرے وصال کا رنج آل اولاد سب سے زیادہ ہو گا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۱۴

حدیث مبارکہ سے یہ روشنی ملی کہ آپ ﷺ کا وصال مبارک امت کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیوی فراق ناقابل برداشت صدمہ ہے آپؐ کے امتی قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے غم میں آنسو بہائیں گے۔ ان کا رونا نعمت خداوندی ہے اور اس سے انہیں فیوض و برکات حاصل ہوں گی۔ اگر کسی کا بچہ فوت نہ ہوا ہو تو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بشارت دی ہے کہ میرے وصال کے غم میں رونا تیرے لئے نجات اور شفاعت کا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں رونے کا رد عمل فیض، نعمت اور انعام کی صورت میں جاری ہے اور قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اور آپؐ آنسوؤں کے بدلے میں شفاعت فرمائیں گے۔ مگر حیرت ان لوگوں پر ہوتی ہے جو آپؐ کو حیات نہیں مانتے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپؐ کے وصال مبارک کا فیض قیامت تک جاری رہے گا اور آپؐ نقل کفر کفر نہ باشد فوت ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس باب کے آغاز میں عرض کر چکا ہوں کہ موت برحق ہے لیکن عام انسان اور نبی کی موت میں بہت فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقیدہ پر رہتے ہوئے اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر55

باب ماجاء فی میراث رسول اللہ ﷺ

یہ باب حضور رسول کریمؐ کے ترکہ کے بیان میں ہے۔

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ساری امت کا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا نہ فرماتا تو کائنات کو بھی پیدا نہ کرتا۔ خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اللہ تعالی نے کائنات کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دیں۔ لیکن میں نے آخرت کو پسند فرمایا۔"

مکہ میں قریش کے سرداروں نے جب یہ محسوس کیا کہ آپؐ تبلیغ دین سے باز نہیں آتے تو آخری کوشش کے طور پر ان کا ایک وفد حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا خواجہ ابو طالبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؓ کے سامنے کئی شرائط رکھیں۔ کہ اگر تیرا بھتیجا محمد ﷺ ہمارا سردار بننا چاہتا ہے تو ہمیں اس کی سرداری منظور ہے۔ اگر کوئی خوبرو اور حسین و جمیل لڑکی لینا پسند کرتا ہے تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ اور اگر مال و دولت کا خواہش مند ہے تو جتنی دولت چاہتا ہے ہم سے لے لے۔ لیکن اس کے عوض تبلیغ دین کا کام چھوڑ دے۔ اور ہمارے خداؤں اور الہاؤں کی بے حرمتی اور تذلیل کا سلسلہ بھی ختم کر دے۔ اگر آپ کو یہ شرائط منظور نہیں تو ہم سرداروں کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو پسند کرلیں اور اپنا بیٹا بنا لیں۔ مگر اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں ہم اسے قتل کرتے ہیں۔

خواجہ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ گزر اوقات بڑی مشکل سے ہوتی تھی۔ آپؓ نے محسوس کر لیا کہ سارے قریشی یک جان اور یک زبان ہو گئے ہیں اور ان کے ارادے بڑے خطرناک ہیں۔ آپؓ نے نہایت درد، کرب اور سوز سے سرور کون و مکاں ﷺ کو پہلے اپنی حالت بتائی اور پھر آپؐ کے سامنے قریشیوں کی شرائط رکھیں اور فرمایا بیٹا! سارے قریشی ایک طرف ہو گئے ہیں، میرے کمزور کندھے ان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ تم ان میں سے کوئی شرط قبول کر لو۔ یہ انتہائی کرب اور

تکلیف دہ وقت تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ مبارک میں آنسو آ گئے۔ انتہائی درد و کربناک اور گلوگیر آواز میں ارشاد فرمایا چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کے واحد و یکتا ہونے کا درس اور پیغام پہنچانے سے نہیں رکوں گا۔ ان کی مخالفت کے باوجود توحید کا درس جاری رکھوں گا۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

اس سارے واقعے کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری تک یہ بات پہنچا سکوں کہ حضور سرور انبیاء رحمت للعالمین نبی اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مال و دنیا کی کوئی حیثیت و وقعت نہ تھی۔ آپ ﷺ دنیا کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ دین کا یہ محکم اصول ہے کہ انبیاء ؑ کی وراثت نہیں ہوتی۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متروکہ مال صدقہ ہے۔ گو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع سے لے کر وصال مبارک تک فقر و فاقہ کو پسند فرمایا۔ آپؐ کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا۔ یعنی فقر کی یہ کرن شروع سے آخر تک فروزاں رہی اور کبھی مدھم نہ ہوئی۔ آج بھی صوفیاء و فقراء اسی کرن سے روشنی حاصل کر کے فقر اختیار کرتے ہیں۔ جس طرح سورج کی کرن روز اول سے پوری تابانی سے چمک رہی ہے اور مسلسل فیض پہنچا رہی ہے اسی طرح سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاثانی فقر کی کرن قیامت تک طالبوں کے لئے منور و تاباں نمونہ اور مشعل راہ رہے گی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن حکیم میں صریحاً ممانعت فرما دی گئی ہے۔ اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کی وراثت تھی ہی نہیں بلکہ انبیاء ؑ کی وراثت علم ہے جو تا قیامت باقی رہے گا۔

حدیث نمبر ۱/۳۸۲

عمرو بن الحارثؓ جو کہ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اپنے ہتھیار،

اپنی ایک خچر اور کچھ زمین جو کہ صدقہ فرمادی۔

حدیث نمبر ۲/۳۸۳

ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (خاتون جنت) فاطمۃ الزہرا علیہ السلام جناب ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف فرما ہوئیں اور فرمایا آپ کا وارث کون ہو گا۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میرے گھر والے اور میری اولاد۔ تو سیدۃ النساءؓ نے فرمایا کہ میں اپنے والدؐ کی وارث کیوں نہیں بن سکتی۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہے۔ لیکن میں روٹی کپڑا ان کو دیتا ہوں جن کو حضور ﷺ روٹی کپڑا مرحمت فرماتے تھے اور میں ان لوگوں پر خرچ کروں گا جن پر سید دو عالمؐ خرچ فرماتے تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۲

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب خاتون جنت حضرت سیدہ و طاہرہ بی بی فاطمۃ الزہراؑ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائیں اور اپنے ابا حضور ﷺ کی وراثت طلب فرمائی تو خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے نہایت احسن طریقے سے سیدہ خاتون جنتؓ کو بتایا کہ میں آپ کے والد حضور کائناتؐ کے قول و فعل مبارک کے مطابق عمل کروں گا۔ میں نے آپؐ کی زبان اقدس سے سنا ہے کہ ہماری کوئی وراثت نہیں ہوتی۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں پر خرچ فرماتے تھے میں اسی معمول کو جاری رکھوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شرعی مسئلہ کو محکم بنانے اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں یہ جواب بیان فرمایا۔ بخاری شریف میں عمرو بن الحارثؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں

"رسول کریمؐ نے اپنے وصال کے وقت نہ تو کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، نہ غلام نہ لونڈی، نہ کچھ اور مگر ایک سفید خچر اور کچھ اسلحہ اور کچھ زمین جسے آنحضور ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔"

حدیث نمبر ۳۸۴/۳

ابو البختری سے روایت ہے یہ کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اس حال میں کہ دونوں حضرات باہم جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ تو جناب عمرؓ نے جناب طلحہ' جناب زبیر' جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور جناب سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب فرما کر فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ فرماتے تھے نبی کا سارا کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے مگر صرف اتنا جو کہ وہ اپنے اہل و عیال کو کھلائے۔ ہماری وراثت نہیں ہے اور اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۳

جب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عباسؓ امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملنے کے لئے پہنچے تو ان کے ہاں حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے عظیم المرتبت صحابی تشریف فرما تھے۔ ہر صحابیؓ کا مقام و مرتبہ اپنی اپنی جگہ پر بہت بلند ہے۔ ہر ایک کی شخصیت اپنے اندر جامعیت لئے ہوئے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے وراثت کا مسئلہ آیا تو آپؓ نے ان چاروں حضرات کو گواہ بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک دہرایا کہ "نبیؐ کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے اور ہماری میراث نہیں ہوتی۔" تمام اصحابؓ نے حدیث مبارکہ کی تصدیق کی اور خاموش رہے۔ معلوم ہوا حضرت عمر فاروقؓ نے اس اہم مسئلے کے فیصلے کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھا بلکہ فرمان رسولؐ کو بنیاد بنا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فیصلے کی تصدیق کی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا بلکہ تولیت و مصارف کے بارے میں تھا کہ زمین اور باغ کی پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔

امام ابو داؤد نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کا مطالبہ یہ تھا کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے نہ کہ میراث کا مطالبہ۔

بعض علمائے کرام نے اختلاف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کیفیت خرچ میں دونوں حضرات میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا۔ حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے اور مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے۔ جبکہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہایت فیاض، سخی، زاہد اور متوکل تھے۔ آپؓ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز کے موافق جو کچھ آیا فوراً تقسیم کرنا چاہتے تھے کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچے۔ جیسا کہ آپؐ کی ساری حیات طیبہ کا معمول رہا۔ اس لئے اس معاملے میں دونوں حضرات کا نقطہ نظر مختلف تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ اس تناظر میں حجت بن جاتا ہے کہ آپؐ نے جو حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔ اس کا اقرار حضرت عباسؓ اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں میراث کو تقسیم نہ فرمایا بلکہ اس کو اسی طرح باقی رکھا جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں تھی۔

ابتداء میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث (یعنی باغ وغیرہ) حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترکہ تولیت رہی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی اور یہ تنہا حضرت علی المرتضیٰؓ کے قبضہ میں رہی۔ پھر امام حسنؓ کے، پھر امام عالی مقام امام حسینؓ کے اور پھر علی بن حسینؓ کے قبضہ میں رہی۔ واللہ عالم بالصواب

حدیث نمبر ۳۸۵/۴

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶/۵

ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور

ﷺ نے فرمایا (میرے وارث) تقسیم نہ کریں میرے مال سے آپس میں دینار کو یا درہم کو، جو کچھ میری بیویوں اور میرے عامل کے خرچہ کے بعد بچ جائے وہ صدقہ ہے۔

حدیث نمبر ۶/۳۸۷

مالک بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ اور سعدؓ بھی تشریف لے آئے اور علی المرتضیٰؓ اور حضرت عباسؓ بھی باہم جھگڑتے ہوئے آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صحابہ کبارؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تمہیں اس ذات اقدس کی قسم جس کے حکم اور ارادہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہیں کیا تم نہیں جانتے ہو کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ہماری وراثت نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس ان تمام حضرات نے کہا اے اللہ! ہاں حضور ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس حدیث میں ایک طویل واقعہ ہے۔

حدیث نمبر ۷/۳۸۸

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں وصال کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہ تو دینار اور نہ ہی درہم، نہ ہی بکری اور نہ ہی اونٹ چھوڑا۔ راوی فرماتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے غلام اور لونڈی کا ذکر نہیں فرمایا۔

تاثرات و واردات حدیث نمبر ۴، ۵، ۶، ۷

تمام احادیث کے تاثرات و واردات آغاز میں بیان ہو چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر56

باب ماجاء فی رویہ رسول اللہ ﷺ فی المنام

یہ باب حضور رسول کریمؐ کو خواب میں دیکھنے کے بیان میں ہے

(اس باب میں سات احادیث ہیں)

حدیث نمبر۳۸۹/۱

جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

حدیث نمبر۳۹۰/۲

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا، پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا یا فرمایا میری مانند نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر۳۹۱/۳

طارق بن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا، پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۱'۲'۳

خواب کی حقیقت کے بارے میں اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ انہیں رب تعالیٰ جل شانہ بندے کے دل میں ڈالتا ہے خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ۔ ایک رویائے صادقہ یعنی مبارک خواب ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے ۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے ۔ دوسرے ڈراؤنے خواب جو معدے کی خرابی کی وجہ سے آتے ہیں ۔ اور تیسرے وہ خواب جو انسان کے اپنے وسوسوں سے آتے ہیں اور انسان کی دن بھر کی عملی زندگی کے تاثرات ہوتے ہیں ۔

شیطان ساری شکلیں بنا سکتا ہے لیکن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل مبارک نہیں بنا سکتا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور ﷺ کی شبیہ مبارک کو شیطان کے شر سے ازلاً محفوظ فرما دیا ہے ۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل مبارک ساری کائنات پر حجت و نمونہ ہے ۔ تاجدار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک اللہ تعالیٰ کی ذات ' صفات اور قرآن حکیم کے تمام احکامات کا کامل نمونہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے عدیل و بے مثیل اور طیب و طاہر صورت مقدسہ میں شیطان کی مداخلت بند فرما کر اپنے حبیب لبیبؐ کی لاثانی شان کو دنیا پر واضح کر دیا کہ یہ میرا محبوبؐ ہے اور محب کو یہ گوارا نہیں کہ شیطان لعین میرے محبوبؐ کی شکل اختیار کر سکے ۔

جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم نور میں جلوہ افروز تھے تو شیاطین مغیبات کے دفتر سے معلومات چرا لاتے تھے ۔ لیکن سید الثقلین امام القبلتین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہوتے ہی شیاطین کا وہاں آنا جانا بند ہو گیا اور انہیں مار پڑنے لگی ۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ایسا کیوں ہوا ان کا ایک گروہ زمین پر آیا۔اور حضور کائنات ﷺ کو قرآن حکیم پڑھتے سنا تو حیران ہوا ۔ اور اپنے بڑوں تک اطلاع پہنچائی کہ ہم نے عجیب و غریب کلام سنا ہے ۔ یعنی آپؐ کی تشریف آوری کے بعد شیاطین کا مغیبات کے دفتر تک آنا جانا منسوخ ہو گیا ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کی بین دلیل اور خصوصیت ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے "والضحیٰ" کے مکھڑے کی زیارت (کہ جسے رویائے صادقہ کہتے ہیں) نصیب فرمائے ۔

(آمین)

حدیث نمبر ۳۹۲/۴

کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ حدیث بیان کی اور میں نے کہا کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا ہے پس مجھے حسن بن علیؑ یاد آ گئے سو میں نے ان (ابن عباسؓ) کو کہا کہ وہ شبیہ مبارک جو خواب میں میں نے دیکھی تھی وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ مشابہ تھی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک وہ ان کے ہم شکل تھے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۴

امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان دیکھئے کہ آپؓ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ لہٰذا ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کرنا ایمان سے خارج ہونے کے مترادف ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی مومن مسلمان کو اللہ تعالیٰ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثل حسن کا ایک ذرہ بھی عطا فرما دے تو اسے ولایت کے نور سے بھی نوازتا ہے۔ آپؐ کے حسن و جمال کا ایک ذرہ اسے نور ولایت سے چمکا دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳/۵

یزید الفارسی سے روایت ہے اور وہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نیند میں دیکھا اس وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ تھے میں نے یہ خواب ابن عباسؓ سے بیان کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پہ آ سکے لہٰذا جس نے مجھے

نیند میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیا تو آپ (ﷺ) کی صورت مبارک کو جنہیں تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے کہا کہ ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل تھے۔ رنگ مبارک گندمی مائل بسفیدی تھا۔ آنکھیں مبارک سرمگیں' خندہ رو' خوبصورت چہرہ اقدس گول' گھنی داڑھی مبارک چہرہ اقدس کو گھیرے ہوئے تھی' سینہ پاک پر آئی ہوئی تھی۔ عوف فرماتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں وہ مجھے یاد نہیں رہیں۔ پھر ابن عباسؓ نے فرمایا (اے یزید الفارسی) اگر تو سید دو عالم ﷺ کو بحالت بیداری میں بھی دیکھتا تو اس توصیف سے بڑھ کر حلیہ مبارک کے اوصاف بیان نہ کر سکتا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۵

یزید فارسی (تابعی) کی تخصیص یہ ہے کہ آپؒ کاتب کلام اللہ تھے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کرم فرمایا اور خواب میں شرف زیارت سے نوازا۔ ابن عباسؓ سے انہوں نے سرتاج عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا تو آپؓ نے اس کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ اگر تو عالم بیداری میں زیارت سے مشرف ہوتا تو حلیہ مبارک اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتا۔

حدیث نمبر۳۹۴/۶

جناب ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر۶

مختلف سلاسل کے بزرگ سرور انبیاء ﷺ سے اپنا قلبی رابطہ قائم کرتے ہیں اور خواب میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھنا جائز ہے۔ گو کہ وہ صحابی نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں مقام صحابیت ملتا ہے بلکہ خواب میں شرف زیارت کی وجہ

سے انہیں یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح آپؐ کو خواب میں دیکھنا شک و شبہ سے بالاتر ہے اسی طرح ان بزرگان کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھنا درست ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۵/۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے پس یقیناً شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

تاثرات وواردات حدیث نمبر ۷

جس کی جتنی قلبی و روحانی استعداد ہوتی ہے حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مطابق دیدار سے مشرف فرماتے ہیں۔ جس طرح سورج کی ٹکیہ پانی میں بھی آتی ہے اور آئینے میں بھی۔ حتیٰ کہ قمیص کے بٹن میں بھی سورج کا عکس آجاتا ہے۔ جس کی جتنی وسعت اور (Capacity) ہوتی ہے سورج کا عکس اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایک مادی مثال ہے۔ جبکہ حضور کائنات مغفر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی شمس ہیں۔ جس طالب کے قلب کا آئینہ جتنا صاف و شفاف ہوتا ہے اور اس کی جتنی استعداد ہوتی ہے آپؐ اسی کے مطابق دیدار سے مشرف فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

○ استفادہ ○

"شمائل نبویہؐ فی الانوار نظامیہ" کی تکمیل کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

۱۔ القرآن

۲۔ بخاری شریف

۳۔ مسلم شریف

۴۔ انوار غوثیہ (ترمذی شریف)	سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی
رہبر زندگی مع طب نبویؐ	سید محمد سعید الحسن شاہ
طب نبویؐ اور جدید سائنس	ڈاکٹر خالد غزنوی
طب نبویؐ	امام ابن قیم الجوزیہ
انتخاب زندگی	ڈاکٹر محمد منظور
جمادات و نباتات قرآنی	ڈاکٹر محسن فاروقی
ضیائے حرم (ماہنامہ)	مئی ۱۹۹۷ء

مصنف کی پہلی تصنیف

"حیاتِ نظامؒ" فی "الانوار الفرقان"

کے بارے میں

مختلف شخصیات کی آراء

خواجہ غلام اللہ بخش صاحب تونسویؒ کے تاثرات

مولفہ کتاب "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" پڑھی۔ آپ کی اس انتھک کوشش اور توجہ کا بے انتہا شکریہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور دین و دنیا میں عزت و آبرو بخشے۔ آمین ثم آمین

دعاگو

حضرت خواجہ غلام اللہ بخش صاحب

معینی نظامی محمودی سلیمانی

حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان

(طارق ہاشمی)

حیات انسانی کے دو مدارج ہیں ایک درجہ اس دنیا سے متعلق ہے جو انسان اپنے وجود سے گزارتا ہے حیات کا دوسرا درجہ بعد از ممات سے متعلق ہے جو وجود کا مرہون منت نہیں ہوتا۔ اس حیات سے مراد وہ حیات نہیں جس کا تعلق جہان دیگر سے ہے بلکہ یہ وہ حیات ہے جو انسان کے کارہائے نمایاں کی بنیاد پر بعد از موت بھی قائم رہتی ہے۔ زبان شعری میں اس حیات کی تشریح وتوضیح ہم یوں کرسکتے ہیں

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریده عالم دوام ما

حیات کا یہ درجہ اس کائنات ہست وبود میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور درحقیقت یہی وہ روشن اور منور لوگ ہوتے ہیں جن کی حیات اس کائنات کی حیات کی ضامن ہے یہی وہ پرانوار چراغ ہوتے ہیں جو دنیائے آب وگل سے جہالت وظلم کے اندھیروں کو ختم کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

انہی منور چراغوں میں سے ایک چراغ تونسہ کی سرزمین پر ۶ جولائی ۱۹۰۸ء (۲ جمادی الاخر ۱۳۲۸ھ بروز شنبہ) کو روشن ہوا جنہیں اہل نظر خواجہ ملت حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپؒ روحانیات کے سلسلہ چشتیہ سے متعلق تھے۔ یہ امر نہایت خوش آئند ہے کہ آپؒ کی حیات بابرکات پر ایک مبسوط کتاب منظرعام پر آئی ہے جس کے مصنف آپؒ کے مرید خاص اور عصر حاضر کے ایک نہایت موقر عالم دین جناب مولانا محمد حسن نظامی صاحب ہیں۔ نظامی صاحب شعبہ تعلیم وتدریس سے وابستہ ہیں اور ایک عرصہ طویل سے ڈیرہ اسمٰعیل خان کی جامع مسجد (کچہری) میں خطبہ جمعۃ المبارک کا فریضہ بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے اپنے مرشد کی حیات طیبہ پر کتاب رقم کرنے کے لئے نہایت عرق ریزی اور تحقیق وتدقیق سے اعتنا کیا ہے اور کتاب کو نہ صرف معنوی طور پر معمور بلکہ صوری لحاظ سے بھی بھرپور بنایا ہے۔

کتاب مذکورہ جو حیات نظام فی الانوار الفرقان کے خوبصورت اور بامعنی عنوان سے شائع ہوئی ہے تین حصوں پر مشتمل ہے جب کہ ترتیب وتنظیم کے لحاظ سے اسے بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے

کتاب کے شروع میں مقدمہ اور تعارف شامل ہیں۔

حصہ اول فکر انگیز ہے اور مصنف کی نظریاتی بصیرت کی علامت ہے جس میں مصنف نے عصر موجود میں موجود مذہبی' نظریاتی' اخلاقی اور عالمی حالات کا تجزیہ عمیق نظری سے کیا ہے اور امت مسلمہ کے گروہی اختلافات کے باعث عالمی سطح پر رونما ہونے والے زوال کا مرثیہ بھی رقم کیا ہے۔ اس عمیق تجزیہ کے بعد مصنف نے بعض علمی مسائل پر برہانی گفتگو کی ہے اور وحدت' نبوت' آخرت کے عقائد اور مقام ولایت پر مفصل ومدلل روشنی ڈالی ہے۔

حصہ دوم میں سلسلہ چشتیہ کے ان معتبر اسلاف کا تعارف پیش کیا گیا ہے جنہوں نے روحانیات کے چراغ روشن کئے۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ' خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ' حضرت خواجہ محمد محمود چراغ تونسویؒ ایسے اسلاف ملت کے بارے میں لکھتے ہوئے مصنف نے عقیدت واحترام کے پہلو کو حرف حرف ملحوظ رکھا ہے۔

حصہ سوم اس کتاب میں مرکزی اہمیت کا حامل ہے جس میں موضوع کتاب جناب خواجہ ملت حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسویؒ کی ہستی بابرکات' حالات و واقعات' علمی کمالات واکتشافات اور روحانی کرامات کے بارے میں نہایت تفصیل وتشریح کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس باب میں مصنف نے خواجہ ملتؒ کے بعض کارہائے نمایاں خصوصاً" تحریک ختم نبوت' میں ان کے کردار پر بطور خاص لکھا ہے۔ اس کے علاوہ محفل سماع جو ہمارے بعض مذہبی فرقوں میں متنازعہ ہے کی عارفانہ حکمت عملی پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس حوالہ سے باعث تنازعہ امور کے لائق بحث پہلوؤں کی تشریح و تفصیل بیان کی ہے۔

اپنے مرشد کے وصال مبارک پر لکھتے ہوئے مصنف ایک خاص روحانی کیفیت سے دوچار نظر آتے ہیں۔ مصنف نے اس مرحلہ پر اپنے رنج والم اور کرب و آزار کے اظہار کو کئی صفحوں پر پھیلا دیا ہے۔ یہاں مصنف نے بعض علماء کرام کے تاثرات بھی لئے ہیں اور ان شعرائے کرام کے مراثی بھی درج کئے ہیں جنہوں نے اس سانحے سے دلی اثر قبول کیا۔

دسویں باب کے اوراق مصنف نے اپنے مرشد کی کرامات کے لئے وقف کئے ہیں۔ ان کرامات کے مطالعہ سے قاری ایک عجب تحیر کا شکار ہوتا ہے۔ کتاب کے آخری باب میں خواجہ ملتؒ کے صاحبزادوں حضرت خواجہ فخر الدین تونسویؒ اور حضرت خواجہ معین الدین تونسویؒ کے حالات وواقعات قلمبند کئے

ہیں۔

بحیثیت مجموعی "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" کے بارے میں کہنا قرین حقیقت ہے کہ یہ ایک مرد قلندر کے بارے میں ایک صاحب علم اور صاحب سوز کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب محض حالات وواقعات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ روحانیات کا مرقع ہے جس کا مطالعہ قاری کی روحانی تربیت کے لئے بھی سرمایہ کا درجہ رکھتا ہے۔

حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان۔ مختصر جائزہ
(قاضی ریاض احمد معینی لڈن)

الفاظ تو بے جان لاشوں کی طرح بے حس و حرکت ہوتے ہیں۔ جذبات ان میں زندگی اور حرارت پیدا کرتے ہیں۔ جذبات اگر سچ ہوں تو الفاظ ہاتھ باندھے حاضر ہو جاتے ہیں۔ معانی الفاظ میں نہیں ہوتے بلکہ پڑھنے اور سننے والے کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ لکھنے والا کسی نہ کسی جذبے کے تحت قلم اٹھاتا ہے۔ جذبہ کیا ہے؟ ایسی حرکت جو کسی اندرونی تقاضے اور بیرونی محرکات کا نتیجہ ہو اور جو کسی عمل کی طرف راغب کرے۔ تاہم جذبات میں جذبہ محبت سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ محبت حسن کا نتیجہ ہے۔ جب ظاہری حسن وجمال کے ساتھ ساتھ باطنی حسن بھی موجود ہو تو جذبہ محبت اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ حسن تعریف کا متقاضی ہوتا ہے جب حسن ظاہری و باطنی سمٹ کر خواجہ ملت حضرت خواجہ غلام نظام الدین محمودی سلیمانی تونسویؒ جیسی جامع الحیثیات شخصیت میں رونما ہو تو اس کی تعریف کے لئے حضرت مولانا محمد حسن نظامی جیسے صاحب قلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا کی کتاب "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" اس کی واضح اور بین دلیل ہے۔

آپ کا قلم سچے جذبہ محبت سے لبریز ہے۔ قلم کی یہ روانی آپ کے قلبی لگاؤ کا نتیجہ ہے۔ جو آپ کو حضرت خواجہ ملتؒ سے ہے۔ جب ممدوح حضرت خواجہ غلام نظام الدینؒ ہوں اور مدح سرا آپ کے خادم اور منظور نظر حضرت مولانا محمد حسن نظامی ہوں تو ایک ایک لفظ قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی دعوت دیتا ہے۔ حضرت مولانا کا قلم کوثر و سلسبیل میں دھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ ملتؒ کا اگرچہ ظاہری طور پر تو انتقال ہو گیا ہے لیکن آپؒ آج بھی لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں میں بستے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کو حیات جاودانی بخشی ہے۔ آپؒ کی سوانح عمری وقت کی اہم ضرورت تھی تاکہ آئندہ نسلیں حضرت خواجہ ملتؒ کے مومنانہ و قلندرانہ کردار سے آگاہی حاصل کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کے فوائد حاصل کر سکیں۔ حضرت مولانا محمد حسن نظامی صاحب نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ آپ کا قلم حقیقت پسندانہ ہے۔ تقریر ایک اچھی روایت ہے لیکن لکھا ہوا لفظ زیادہ سفر کرتا ہے اس سے تاریخ صفحات میں محفوظ ہو جاتی ہے جس سے آئندہ نسلیں فیض یاب ہوتی ہیں۔ اس خانوادہ کے موجودہ غلام اور ہونے والے مریدین یقیناً مولانا محمد حسن نظامی کے

خوشہ چین ہوں گے۔ حضرت نظامی صاحب نے اس انداز سے حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی رقم فرمائے ہیں کہ قاری ہجر میں بھی وصال کے مزے لیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مولانا کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور پیر پٹھان حضرت خواجہ ملت" کے تمام مریدین کو بالخصوص اور کل عالم اسلام کو بالعموم اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان

(محمد حسین چشتی گولڑوی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

میرے محسن ومکرم فاضل اجل حضرت علامہ مولانا پیر طریقت محمد حسن نظامی کی تازہ تالیف شدہ کتاب بعنوان "حیات نظامؒ فی الانوار الفرقان" نظر سے گزری جس میں آپ نے اپنے خیالات کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھالا۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد، مثلاً "ختم نبوت" حیات انبیاء و شہدا اور حقانیت قرآن پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ یہ سب کچھ انھوں نے قرآن و احادیث سے استنباط کیا۔ اور ساتھ ساتھ شان ولایت پر بھی تفصیلی حقائق وشاہدات کے ذریعے وضاحت کی۔ خصوصاً سلسلہ چشتیہ کے نیر تابان فقرولایت کے تاجدار حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی پر بہت کچھ لکھا۔

حضرت مولانا صاحب کا طریقہ استدلال ایک منطقی انداز سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ ان کی طبیعت سے واقف ہیں اور ان کے درس قرآن و حدیث سے استفادہ کرتے رہتے ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کا انداز تحریر و تقریر ایک انوکھا ومنفرد مقام رکھتا ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ مدعا بیان کر دینا ان کی خداداد قابلیت کی عکاسی کرتا ہے۔

بندہ کا تعلق دوستی ۱۹۶۸ء سے رہا ہے اور پھر جب بندہ جامع مسجد محلہ گاڑیبان میں خطابت کے فرائض انجام دے رہا تھا ان سے قریب ہونے کا موقع ملا۔ بندہ نے انہیں نہایت مخلص، صاحب دردوجدان، عقیدہ اہل سنت والجماعت میں پختہ، اہل علم وحلیم، سادات کا قدر دان، سادہ طبیعت، فیاض، متواضع، معاملہ فہم اور باریک بین پایا۔ انہی خوبیوں سے متصف ہونے کی وجہ سے معاصرین علماء وفضلاء کے ہاں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

اہل علم کے علاوہ ارباب حکومت اور سیاست دانوں کو بھی آپ کے آستانہ پر چکر لگاتے دیکھا گیا ہے۔ یہ سب آپ کے والد ماجد علامتہ العصر استاذ العلماء مولانا غلام حیدر تونسویؒ کا فیضان، اپنے مشائخ

طریقت کی نظر کرم اور بہترین جید فضلاء اساتذہ کی نظر شفقت کا نتیجہ ہے۔ میری اپنی ذاتی رائے کے مطابق ان کی ذات خود ایک انجمن ہے جہاں سے اخوت' اتحاد اور مودت کا درس ملتا ہے اور یہی خیالات ان کی مذکورہ تالیف میں پائے جاتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں منظور فرمائے۔ اور حضرت مولانا صاحب کو عمر خضری عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

محترمی محمد حسن صاحب نظامی

السلام علیکم

میرے والد مرحوم میاں محمد عبداللہ صاحب موضع چودھوان ضلع ڈیرہ کے رہنے والے تھے۔ خواجگان تونسہ شریف کے مرید تھے اور خواجہ حضرت محمود تونسویؒ کے خادم خصوصی اور منشی تھے کیونکہ وہ اردو، عربی اور انگریزی میں خوشنویس تھے اور ایک اچھے مضمون نگار تھے۔ وہ کافی عرصہ حضرت خواجہ محمود تونسویؒ کی خدمت میں رہے۔ ان کی خط و کتاب میرے والد صاحب کے ذمہ تھی اور خواجہ صاحبؒ ان کو اختصر نویس کا لقب دیا ہوا تھا تمام خط و کتابت وہ پڑھتے اور ان کے جواب لکھتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ ان سے بہت خوش تھے اور ان پر مہربان تھے خواجہ صاحب ہر سفر میں ان کو ساتھ رکھتے تھے ویسے تو وقتاً فوقتاً کئی کتبے دیواروں پر آویزاں کرنے کے لئے لکھتے تھے مگر آخری عمر میں جو کچھ انہوں نے لکھ کر چھوڑا ان میں سے یہ عربی مناجات جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے ان کو بہت پسند تھی کیونکہ یہ مناجات خواجہ صاحب کو بہت ہی پسند تھی اور وہ میرے والد بزرگوار (مرحوم) سے یہ بار بار سنا کرتے تھے۔ عقیداً اور احتراماً یہ ایک دو کتبے اور یہ عربی مناجات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں قبول فرماویں اور میرے والد مرحوم کے لئے دعا مغفرت فرماویں یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ میرے والد بزرگوار نے حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ کو حتی الوسع خوش خطی سکھائی اور انہیں مختلف کتابیں پڑھائیں۔

والسلام

محتاج دعا ڈاکٹر عنایت اللہ عاصی

ریٹائرڈ میڈیکل آفیسر محلّہ وکیلاں والا

ڈیرہ اسماعیل خان